

خزینۃ الخیال

از

سید محمدی حسین

مخزن الازمان و مخزن الاسرار

درین زمان مینست افزان دیوان عظیم المثال ستمی با هم تاراج



بمهرت تمام و هیچ تمام خباب دار و غنیمت محمد عرف چند روز

مطالع میرزا محمد جمال از شیرین و شیرین مطهر



غزل ۱ | ردیف الف | شعر ۵:

نکا ردل ہی ہراک خزین کا تنہ سناپ یہ کن سین کا
 جگر ہونچی ہراک نکین کا مزایہ بہت حرف دشتین کا
 ہے سب کو غم تیرے ہشتین کا اوداس گھر ہے ہراک مکین کا
 نہیں ہے مرقد تیرے خزین کا پھٹا ہے غم سے جگر زمین کا
 نہ دل ہو کیون شاد چرخ مکین کا مکان تیار ہے مکین کا
 جو دقن لاشہ ہو مجھہ خزین کا بھر آئے زخم جگر زمین کا

برون خانان جهان و کون و مکان

درین زمان مهینست اقرا فیضیه المصطفیٰ المصطفیٰ المصطفیٰ المصطفیٰ



بکس استقام و یقین تمام جناب روضه سید محمد عرف چهید صاحب

مجله و نشریه کمال آشنایی مطبوعه

نہیں سوید اہل حسین کا وہی تو ہے جرم او بس نگین کا
 جو داغ ہے یہاں دل خزین کا وہ صاف شیشہ ہر ذرہ بین کا
 شہک رہا ہے سہر قہرین کا یہ رنگین ہر رخ حسین کا
 لال لائے ہو کیا کہیں کا بگڑ کے فرمایا مان و بہن کا
 سفر جہاں سر وہ مجھ حزین کا ہجوم وہ رہنما دین کا
 کیا مسافر نے رخ زمین کا ملا نہ جب راستہ کہیں کا
 دھواں یہ ہے آہ آتشین کا مکان تاریک ہر مکین کا
 بچھا ہے فل جسے مجھ حزین کا چراغ جلتا نہیں کہیں کا
 نہ چھ تو دین زاہدون کے سمجھ لے خود کسکے ہیں یہ بندے
 کیے ہیں از بسکہ زر کو سجدے بنا ہے درہم نشان جہین کا
 گنہ سے ہوں شل کوہ نادوم نہ کیوں ہو سیلاب مجھ کو لازم

ہر چہ کج عورت چہ شہسوار
 ہر چہ کج عورت چہ شہسوار
 ہر چہ کج عورت چہ شہسوار
 ہر چہ کج عورت چہ شہسوار

رہی نہ اک کھر جہان میں سالم عرق بے گرمی حبسین کا

نہ کیوں ہو سکتا سامجہ طاری گنہ سے طرفہ ہے شرمساری

مثال فوارہ ہائی جاری گیا قدم تک عرق حبسین کا

نہ تر ہو کیوں اب زبانِ محشر ہوں شرمِ عصیانِ جانِ شہ

لپٹ گئے تشنگانِ محشر عرق جو دیکھا مری حبسین کا

ثنا تو انکی ہو کچھ رستم بھی اوٹھے مگر ہاتھ میں تلم بھی

کمر وہستی بھی ہر دم ہی محل ہے بان کا نہ کچھ نہیں کا

بیان ہوا رخ چمن میں روشن وہاں ہوئی صبحِ شام سوسن

نہ کیوں ہوا اب سنبھلون کو اوجھن کھلا ہے بلِ زلفِ عنبرین کا

غضب تجھے بیدردا ہل دنیا ہر ایک خورشیدِ حشر تجھ کا

گیا فلک پر جواوڑ کے پھا ہا مرے کسی داغِ آتشین کا

فلک پہ تھوہر کا پھر ہے سبب تو دیکھوں کہ اس کا کیا ہے

۔ یقینی پھاہا سرک گیا ہے مرے کسی خرم آتشین کا

تہاے مستوں کی جب بنی تھی سہانی محشر کی روشنی تھی

وہ دھوپ بھی سر پہ چاندنی تھی یہ نشہ تھا جام آتشین کا

بنا ہو نہیں سوزِ غم سراپا زمین پہ ہر دھوپ تن کا سایا

لقب ہے خورشیدِ حشر کا وہ پینہ ہے داغ آتشین کا

نہیں ہے محشر کی صبح روشن ہوئی ہو ظاہر حرارتِ تن

اوڑا ہے کا فور بعدِ مردن یہ مرہم داغ آتشین کا

تو ہی تباہی سے بادلِ نہیں جابون میں موج کو کل

کبھی مری آنکھ سے بھی اک پل جدا ہوا چاک آستین کا

شبِ جدائی میں وائی قسمت بچھا کر بیانِ سحر کی صورت

جسے سمجھتے تھے دست وشت بنا وہی مار آستین کا

کہا جو ساعد کو شمع ہٹنے سبب یہی تھا جو کوئی سمجھے

اونہیں جو خود حسن شب کو دیکھے جلے کنول کیون آستین کا

نہ میرا نیسے کیون ہو ٹپک لے خود ٹپکتا ہوں سر کو ہر پہل

نکھاؤں افعی کی طرح کیون بل بنا ہوں مار اپنی آستین کا

فلک کا یہ دل تو ہو لے جو کوئی بگڑا تو ہم نہ بولے

مثال تصویر لب نہ کھولے چڑھانا آیا نہ آستین کا

عجب زمانہ ہوا ہے ابتر کہ پست فطرت ہیں نام آور

زالا کیونکر ہو مکدر عروج ہے دردِ تہ نشین کا

فنِ محبت میں تھے جو کامل ہے وہ آتش میں بھی تو شامل

سپند آسا جلا ویا دلِ شاہ پا یا جو ہم نشین کا

مگر تیرے پیچ کا ہون دانا جو اس کو کھونا تو اس کو پانا

ہزار پھر تار ہا زمانا فراق دیکھنا نہ ہم نشین کا

مثالِ دندانِ پیرِ پیرم ہین بھی جواب کا ہے وہ غم

بیشیر پاندے نہ تھم سکے ہم فراق دیکھا جو ہم نشین کا

یہ پیچ تھے تیرے دل جلوں کے کہ جس چھوٹے دل یلوں کے

کھلا نہ دیو و سنگلوں کے وہ بل تھا شاخِ غزالِ چین کا

جہان میں خوشی چشم ہین جسم بھرین نہ زور و ناکا پر کیوں دم

مڑوڑ سے شاخِ جبّوئی خمِ ٹکلیا بل غزالِ چین کا

جنہین ہے دستِ و قلم پہ تکیہ اونھیں کج کافی ہو بس یہ نکتہ

کیا جہان میں جو نام پیدا سیاہ منہ ہو گیا نگین کا

جہان میں کر دو نونِ باتین پیدا بغیر اسکے نہ نام ہوگا

جو آئے مہرون کا تجھ کو اوٹھنا تو بیٹھنا بھی تو ہو نگین کا

بنی نکیون خم ہوں مثل خاتم اوٹھائے ہیں سر پہ بارِ عالم

نکیون تو اضع سے ہوں مکرم نشان ہے پشت پر نگین کا

کسی نامی سے ہو مقابل ہمیشہ نقلِ صل سے ہو باطل

شرف وہ کاغذ کو ہو نہ حاصل و تا سے چھاپہ بھی گونگین کا

اگر ہے نام و نشان کا جو یا ابھی قومی سے ضعیف ہو جا

بڑے ساز مائینین نام اوٹھا گھٹا بدنِ جبق درِ نگین کا

کمال سے گرتے ہے بہرہ جہان میں کر کفرِ شیعہ

نیا ہوا نام اور پیدا جھکا جو کاغذ پہ — نگین کا

ملے اونھین کے نہ ہو مدفون جو خود تھے نام و نشانِ سکین

کیا یہ آخر کو نام روشن چرخ جلنے لگا نگین کا

یہ کون سی تھی جہاں مینامی چھب کی تھی خاطر مدامے
 جو خود بھی تھے خسرو گرامی لیے تھے دل ہاتھ مین نگین کا
 یہ نہ لے گھری بھی غضب کا ہے غم ہو اس ہر سنگدل بھی بیدم
 ہو ا جو خانہ خراب خاتم اولٹ گیا غم سے دل ننگین کا
 گنہ کا اوترا ہے ٹھیک جامہ غزل نکیون ہو عمل کا نامہ
 چلا جہاں میں تال خامہ سیاہ طبقہ ہوا زمین کا
 جو سوز غم سی نصیب پھوٹے تو نقب اوڑنے سے قبر چھوٹے
 پہاڑ اک ایک لٹ کے ٹوٹے جہاں سے طبقہ اوڑے زمین کا
 کھوکھو اب مال پر دل کا مین ایک دن جو لمحہ مین ترڑ پا
 جہاں مین اک زلزلہ سا آیا کلیچہ ملنے لگا زمین کا
 کلب آئی افسوس نپی بستی پنائی جب اک مکان کی ہستی

منگا کے دیکھی جو تہنے دستی نشان ملا کچھ کمین کمین کا

نہ میرا مرنا جو کوئی بھولے فلک ایک ایک آہ چھو لے

نماز میت پڑھیں بگولے اوٹھے جنازہ جو مجھ حزن کا

وہ میرے غم میں ہیں محو شیون جلا نہ انسو س قلب شبنم

کیا تو تہنے کمین کا روشن چراغ جلنے لگا کمین کا

بیان وہ اب کچھ ہیں ہونے والے کہ جس سے روئیں گے رنج و ال

لحد میں سوتے ہیں سونے والے مکان خالی ہے ہر کمین کا

خیال جس کے دل پھکی ہیں عدم میں ہم سے وہی کے ہیں

مکان بھی ڈھونڈنے جھکے ہیں نشان ملتا نہیں کمین کا

سینکا لاشہ تو ایسا ہو لے غزال صحرا بھی جب کور و ل

بگولے پیچھے ہیں سر کو کھو بجا زہا گ رہے مجھ حزن کا

نہ پونچھ حالِ وطنِ مسافر ہوں مثلِ کلِ بازیون سے آخر
ہے میری گسشتگی سے ظاہر مین پہنے والا نہیں کہیں کا

وہ ضعیف چلنا وہ منزلوں کا بھر آئے کیوں دل نہ آبلو نکا
بھپسہ نہ اکتا ہے قافلون کا کوئی مسافر لٹا کہیں کا
نہیں ہے ماہر ساہی بلا کش پھرے نہ کیوں مضطرب و شوش

بنا ہے گردشِ سود و دآتشِ آسمان کا ہے نہ زمین کا

سحر طلوع ہوئی قافلہ روانہ ہوا	بڑھایا آتے ہی بیگانہ ہو گیا نہ ہوا
کہ مثل سایہ دے پاؤں جن و انہ ہوا	محلِ خوفِ یہ خضر سیاہ خانہ ہوا
کیسے تیر لگا دل مرا نشانہ ہوا	طلسمِ رحمِ دلی کا بھی کارخانہ ہوا
کہ عکس کا ہکشان جبکو تازیا نہ ہوا	شبِ وصالِ سا بھتی سینہ یاد پانہ ہوا
اس ایک تیر سو کس کس کا دل نشانہ ہوا	تکبہ پڑی تھی کہ سہل تر از زمانہ ہوا

گزشتگان کا بیان کر کے مین روانہ ہوا
 نہ غم ہوا تو خوشی مین ہر اک روانہ ہوا
 فروغ می سرفروغ دل یگانہ ہوا
 بڑھا پاتے ہی زور بدن روانہ ہوا
 سفر کرتے ہی راحت ساتھ چھوڑ دیا
 کیت خربطہ طرح تھے اے وصل
 بزرگ بوہون پوچھو سفر کا حال
 دیکھو جو سو تو عوض مین ڈھنڈھ
 نشان ملانے کی کوہارے سکنا
 ہزاروں چٹکے صد مین کچر تازہ سیر
 ٹپاکے رزق پہونچو کامیاب قائل

فسانہ گو تھا جو کل آج خود فسانہ ہوا
 ہماری آنسوؤں کو کچھ نہ کچھ نہ ہوا
 کہ آفتاب سے روشن چراغ خانہ ہوا
 یہ ضعف تن نہوارِ ستم زمانہ ہوا
 قدم کی کا بڑھا اور کوئی روانہ ہوا
 کہ جلوہ خطِ امیض کا تازیانہ ہوا
 ہوا جدھر کی چلی و سطر روانہ ہوا
 ہوا جو صرف تو معلومِ اخزانہ ہوا
 غریب خانہ بھی غمقا کا آشیانہ ہوا
 ہمیں قفس مین تو صیادا کی زمانہ ہوا
 نصیبِ بزرہ بنویم کا آبِ دانہ ہوا

نہتے نصیب ملی قبر بھی وہ بلبل کو
 جنون ہی ہوں میں جستی کہ جس نقش قدم
 عدم کی راہ سے اکراہ یہ رہا مجھ کو
 تلو نوں سے اک حال پر کبھی دیکھا
 کچھ اس دہلی تارِ سبلیق بچان
 وہی ہے حسرتِ مردہ کی قبر بڑا چال
 نفس کی تیلیاں سو بار گلِ حنین صیاد
 بنائے گھر زرا عنکبوتِ زارِ مین دم
 نفس کے ساتھ جو آہنِ نکل گسین دل سو
 جنازہ لاکے لحد پر ٹپکے یا سب نے
 جہان میں چال ہو بسا و نکا قابلِ گریہ

کہ دامنِ گلِ تر جیسے شامیانہ ہوا
 مثالِ سایہ مرغِ ہوار و انہ ہوا
 قدم سے غیر کے سچو لحد روانہ ہوا
 مزاجِ یار بھی نیرنگیِ زمانہ ہوا
 کہ خوش گلستان کو تازیانہ ہوا
 کہ جس پر زخم کی دہن کا شامیانہ ہوا
 خیال کر تو مری قید کو زمانہ ہوا
 نفس کا تار بھی کیا صرف آشیانہ ہوا
 تو خوش عمر کو اک ورتا زیانہ ہوا
 میں بارِ دوش تھا اک دفن بھی بہانہ ہوا
 جنھیں جزا شکِ بیشتر آج دانہ ہوا

سیاہ بخت وہ چوں اٹھامراتا تو

ہو ائی منروی خانہ جناب عین

ہزاروں کیفیتیں دیکھیں نشہ می میں

نہ پونچھو منزل ہستی کی خستگی یارو

خلاصہ ساری ایری کا ہویا کیصیاد

کسی نے ہم سے لے بیخودی کہا اتنا

لگن میں تربت پروانہ دیکھ کر آخر

میں عنایت سرتار تھا مگر اے ضعف

بغیر سو کی کشش کے ہوئی شکل معاش

اب اس بڑھکے ستم ہو گا ہم صغیر کیا

مثال ساغری ہین فی بھی ی مینا

سوادِ شام یہ چھپایا کہ شامیانہ ہوا

رہیگا گھر بھی باقی جو میں روانہ ہوا

یہ دور جام بھی کیا گردشِ مانتہ ہوا

سڑپ کے رگڑے ہم قافلہ روانہ ہوا

تباہ ہم ہو بر باد آشیانہ ہوا

کہہ کر کا قصد کیا تھا کہ دھر روانہ ہوا

جھکایہ شمع کا شعلہ کہ شامیانہ ہوا

جدھر کو آہ بڑھلی و سطر تزانہ ہوا

ہمارا رزق بھی چوٹی کی کنٹھ کا ڈا ہوا

قفسِ چمن سے مرصی ہم روانہ ہوا

بھر آیا قلب جو خالی ذرا خزانہ ہوا

نگاہ دیدہ کم بین پر ہو وہ سمند	کہ جسکو جنبش شرکان کا تازیانہ ہوا
شالِ سیلِ نکم کی پتختودی میں کبھی	جد ہر کو پاؤں بڑھا و سرفِ رفتا ہوا
بتاؤں کو نسے ہنگام کو میں لے صیاد	ہوئی تھی شب کہ جد اچھٹے آشیانہ ہوا
وہ ناتوان ہوں او دھرن بھی پھڑپھڑا	جدھر کو سایہ مرغ ہوا روانہ ہوا
روا روی یہ نظر آئی کوئی قاتل میں	قدم تہی تھے کہ حسرت ہم سہ روا نہ ہوا
جزائی خیر دی حق عنکبوت مرقد کو	نئے یہ تار کہ تیار شا میا نہ ہوا
ہوایہ حضرت قارو کے نخل کا انجام	کہ نقد ذات تلک اغل خزانہ ہوا

او بھین میں جا ملو ماہر تو خوب رنگی

جب خین مانیکو چھوڑ ہو زما نہ ہوا

عکسِ بی تری نظروں کے مقابل آیا	قیس آنکھوں میں بٹھا صاحبِ محال آیا
لے وہ پیکانِ سرنوکِ قاتل آیا	پیشوا ایکو ٹپہ اے آہ مرادل آیا

سمجھی لیلیٰ کہ کیا شر دل آیا
 کششِ حسنِ مجنوں کا نہ دل آیا
 جا کے مڑ گناہ سپوز لفِ رسا دل آیا
 کہ تو کچھ قبر میں کس طرح میں دل آیا
 شوق میں جب طرف کو پہ قاتل آیا
 انہیں آنکھوں سے عشق میں یہ بھی دیکھا
 دیکھنے حسن کو روضہ نکال میں تن سو
 وامی بید روی مردم کہ زبان و سکو کہا
 دور آئی نہ جب کان میں لیلیٰ کی صدا
 زخمی اوٹھ بیٹھے تماشے کے لیے مقتلین
 باہر نہیں گئے کچھ اور ادا بہن کچھ اور

کوئی جگنو جو ٹر پکڑ سوئے محل آیا
 کوئی تارا بھی جو ٹوٹا سوئے محل آیا
 قیس چنتا ہوا تن کے سر منزل آیا
 پاؤں غیر و کن بڑھوین منزل آیا
 دل جو اچھا بھی گیا یہاں تو سہل آیا
 راہزن لٹ گئے رہروں منزل آیا
 استمیں کو جو چڑھاتا ہوا قاتل آیا
 آہ کے ساتھ اگر منہ کو میرا دل آیا
 سایہ کترا کے پس پردہ محسوس آیا
 تیغِ ابرو کا تری جب کوئی سہل آیا
 اونکے پہلو سے جو پہلو میں مر و دل آیا

گرہ تارِ نفسِ نسیم کھلا کر جو کیا
 موجِ دنیا می محبت نے دکھایا دھکا
 جانے والو سفرِ قہر کی سختی دیکھو
 طلی رہ الفتِ محبوب کی یوں مجنون نے
 زندگی میں تو نہ کچھ حال کھلا الفت کا
 رکھ سنی قیس نے ہاتھ آنکھ پلنہ رنجِ غیر
 وائی قسمت کہ وہاں محلِ غبار رہا
 پردہ گہرا ہوا منظورِ جہاں لیلیٰ کو
 راہِ بھرتیس یوں ہیں یہ سو محروم رہا
 خاتمہ کا ہر جسمِ پاک وار کیا
 کہ تو کچھ پاؤں کے نیچے تو نہیں مل ڈالا

منہ کو ہر سانس میں سینہ مرادل آیا
 دست و پا پار کے جب میں لبِ ساحل آیا
 بارِ جان پھینک کے رہر و سونزل آیا
 گاہ دل گاہ بنھائے ہو محل آیا
 جب گئی جان تو سمجھا کہ مرادل آیا
 مڑ کے ناقہ کا چھنی سز سوائی محل آیا
 میرے پہلو میں نہ اک دن بھی دل آیا
 دامن گردِ سر پر دمچل آیا
 جب ہٹی گردِ نظر پردہ محل آیا
 ہاتھ سے پھینک کے تلوارِ قتال آیا
 آج رو تا تر کو چہ مرادل آیا

جان اتنی تھی پس مرگ بھی مجھیں اے قبر
 تیرے دشمن کبھی تنہائی سو گہرائے اگر
 شور نالہ جو سنا قافلہ اشک بڑھا
 طبع برہم ہوئی گریب لگی جھک لیلی
 آنکھیں جھپٹیں کہ جو پہچانی ہو صورت بھی را
 ناقہ اوڑتا ہوا آگے نہ ترا کیوں لیلی
 عشق میں کونسا رتبہ ہوا حاصل یارب
 دل لیلی کے بہلنے کی جو معلوم تھی راہ
 دلبر و ہاتھ اس کے میں ڈرا تھا ایسا
 ہو گئی دل کو خبر سی چھک اوٹھی لیلی
 کچھ مہنسی آئی تو کچھ آنکھ سر پٹکے آنسو

رہ گئے خضر مگر میں سہ منزل آیا
 بیٹھنے کو ترے پہلو میں مراد دل آیا
 زنگ تچا ہوا آیا کہ مراد دل آیا
 سایہ قیس جج بڑھ کر سوئے محل آیا
 بعد برسوں کے جو پہلو میں مراد دل آیا
 پر پر واز ملے جب تہہ محل آیا
 دردِ تعظیم کو اوٹھا جو مراد دل آیا
 قیس اوڑتا ہوا جلنو سوئے محل آیا
 رگیا ہلکے کلیہ جو کچھ دل آیا
 سایہ قیس کبھی گری سوئے محل آیا
 ناز کرتا ہوا مجھے جو مراد دل آیا

<p>سرمہ لکھنویں لگائے ہوئے قاتل آیا اوڑکے دھاریں گیا جیسے جل آیا درد اوٹھا تو میں سمجھا کہ مراد ل آیا نظر اوڑتا ہوا جب پردہ محل آیا غول صحرا جو کبھی جانب محل آیا صلح کو بیچ میں خود پردہ محل آیا کھڑکھڑاتا ہوا مجنون جو سلاسل آیا</p>	<p>تھا جو منظومہ اُن کی بھی دینِ سبیل کہ تو اُس موجِ عیشِ مین کیا تھا تنکا مجھ میں ہوش تو کہاں تھے کہ سمجھتا کھو کر قیس سمجھا کہ اشاریہ بلاتا ہے کوئی سمجھی لیلیٰ کہ دلِ داغی قیس آتا ہے لیلیٰ قیس میں لڑنیک لیں کھین جو جسم تہہ و بالا ہوئی محلِ بھرک اوٹھا ناقہ</p>
--	---

شعر ۹

وہ بھی دن آگیا ماہر کبھی جہنم کی
جسکو کھوئے ہوئے بیٹھے تھے وہی ل آیا

غزل ۱۲

جہان ہو تو ہی ہاں کب مر اغبارِ نتھا
میں کب چرغِ تہہ دامنِ غبارِ نتھا

ہوں بغیر پس مرگ ہی ستارِ نتھا
کمال جا سے کہ ورت میں آشکارِ نتھا

<p> جہان میں درد مرا کیونق منتشر ہوتا چھٹی ہلکے کبھی مثل مرغ قفس نہ لحد میں میرے ترپنے سے یہ ہٹی تھی زمین اوڑا تھا زخم جگر کا مرکز کبھی کا فور ذرا سے میرے ترپنے سے عرق کو نہیں چین ہماری کیا دل مضطرب حشر میں تھمتین </p>	<p> زمین پر کسی پہلو مجھے قرار نہ تھا ٹرپ رہا تھا مگر پھر بھی بغیر نہ تھا مجھے ذرا گلہ تنگی مزار نہ تھا سفیدہ حشر آشکار نہ تھا بھلا ہوا کہ میں فرقت میں بغیر نہ تھا تمہارے ہاتھ کو سینہ چپ قرار نہ تھا </p>
<p> ہمارے مرنے پر ہر وہ بول و ٹٹھے اتنا ہمیں تو تیری محبت کا اعتبار نہ تھا </p>	
<p> نقاہت میں ہوا مجھ کو عشق گلستانِ پیا کیا ہوا دوس کا نہیں سوئے نہ نشانِ پیا اگر افشار از سوزِ دل منظور ہو مجھ کو </p>	<p> کیا زنگیہ نے ہوا پر بوستانِ پیا خدا کی شان ہو بند ہو بہنِ غمِ پیا بسانِ شمع ہو پڑی ہو زبانی پیا </p>

و شمعِ خجروں کے لئے نقابِ رخ جو گلشنِ مین
 وہ طبلِ ہون کہ لطفِ گلِ لالی اسی سرِ مین
 حسینو نکو خدا بھی چشمِ سر پوشیدہ رکھتا ہے
 زمین پر بیٹھ کر اٹھنا جو مجھ کو غیر ممکن ہے
 دکھائی بادہ خواری نے ہمیں گزشتہ زانیکی
 سفر بھی سالکانِ اہِ حق کا اک عبادت ہے
 وجود اپنا جا نہیں لکھ لکھ رہا ہوتا تو ان سے
 دیکھائے ناتوانی نے ہمیں ان سیر کی
 حسینو نکلی محبتِ دل میں رکھنے سے گنہ کیا ہے
 گلوں کے زیرِ پا چھل جل کو دفن کرتے ہیں
 فصاحتِ اس کو کہتے ہیں اکت نام ہو اس کا

شکستِ بگِ گل سے ہو صد اُلا پید
 کیا رنگین خیالی سے نفسِ مین بوستانِ پید
 حجابِ ظلمتِ تن مین ہو انورِ بان پید
 ہو اتھا خاکِ نقشِ پا سے کیا نینا تو ان پید
 مگر تھاد و سراغ مین بھی دورِ آسمان پید
 مگر ہے کوس کی آواز سے پتنگِ آذان پید
 ہمارے خانہ تن مین ہو طور لا مکان پید
 کہ ہے گردنِ مین تاجِ جیبِ طوطی گراں پید
 خدا کے گھر سے ہو کوہِ عشقِ تباں پید
 کریم کی اب نہالِ شمعِ خاکِ بوستان پید
 گلے سے اوٹے ہیں معنی الفاظِ بیان پید

<p>تمہاری چھپکے آنیکا جو پونچھن حال گلشن سے سما یا ہے جو عشق اک آئینہ کار کو گد زمین</p>	<p>زبان موج بوئی گل سو ہوا زہنمان پیدا لطافت سو کیا ہو چم بھی لطف جان پیدا</p>
<p>غزل ۶</p>	<p>انزل نول میں بام عشق خال وئی جانان کیا ہے ابتدا سے ہم کو حق نکتہ دان پیدا</p>
<p>نشان موت کی سختی کا آشکار رہا ہر ایک موی محاسن خضاب دار رہا مدام نشہ عرفان کردگار رہا ملال بخش ہر آشنا و یار رہا وہ رحم دل ہوں کہ تاشکر گسار رہا یوہین عروج سو کارہ میں خاکسار رہا تنک مزاج کی کیا گزرے باوقار و خین</p>	<p>بجا ہے نصب تجھ پر سزار رہا بشر سفید بھی ہو کر سیاہ کار رہا وہ مست ہوں کہ غفلت میں شیار رہا صفائی بنکے مرے قلب میں غبار رہا کوئی گھڑی جو لمحہ کا جگر فگار رہا ہوا پہ گرد کو جس طرح انتشار رہا زمین سے ویکہ لے برخواستہ غبار رہا</p>

اثر تہا یہ ہی تڑپتی ہوئی جگر کامری
 مری اجل کا تو کچھ حسن بڑھ گیا تھے
 میں فعل بد گناہوں سے تھادم گریہ
 وہ کون تھا کہ نہ پیسا مجھے سدا جسے
 کہ ورتوں کو ترقی ہو کیوں دم گریہ
 بکا کو سلسلہ زندگی کیوں سمجھوں
 ہر ایک فصل میں داغِ الم ہے تازہ
 میں گر گیا یہ ندامت ہوئی غریزون
 نہ کس طرح سے کھٹکتا ہے یہ جسم نزار
 غم و الم ہے بعد فنا مرے ہدم
 نہ اشتیاق تھا فرقت میں اک مجھی کو ترا

مرا غبار ہوا پر جو بقیرا رہا
 مجھے مہتا را تمہیں اوسکا انتظار رہا
 کہ تر عرق میں مرا آنسو دکن کا تار رہا
 ہر اک کے ہاتھ گول ٹیٹھ فشار رہا
 بلند بارش باران میں کب غبار رہا
 نظر میں رشتہ جان آنسو کا تار رہا
 مرے چین میں سدا موم بہار رہا
 مرا جنازہ کوئی دم جو اونپہا رہا
 میں زیرِ آبلہ چرخِ مثلِ خار رہا
 لحد میں بھی میں نے آشنا ویا رہا
 ہر ایک روتن دھشیم انتظار رہا

تسلی کی آغوش اب مجھے زما نہیں	میں یاس سے ہمیشہ امیدوار رہا
قسم چھال تکد رکھی کیا میں نے	ہر ایک حرف میں ننگ خطِ عبا رہا

ہو انہ زخمِ نھان مندِ لکبی ماہر
گہر کی طرح ہمیشہ میں دلِ فگار رہا

حشر تکِ دل سوزِ غمِ پنهان نکلا	ہو نہیں وہ شمع کہ بجھنے پر نور نکلا
پردہ لفظ میں مضمون مرا خشا نکلا	یہ حسین وہ ہے کہ جیسے میں بھی پرا نکلا
اشکِ ہرکِ مثالِ دُغطان نکلا	دل کی ویرانی سے گنجینہ پنهان نکلا
ہو جانِ تابعِ فرمانِ خطا عارضِ یار	مورِ سمجھے تھے جسمِ وہ لیا نکلا
جوشِ غم میں تہیِ سبک میں پابند رہا	جیب میں ہاتھ نہ کہ سٹِ گریبا نکلا
افلوں میں بندِ عانی گھر و فنی خلقت	دیکھلے چاہے سربِ گوہرِ غلطان نکلا
برقِ غم سوزِ ہر جو نکل کر چسکی	دُودِ دل بھی صفتِ ابرِ باران نکلا

یہ بھری سرین شہید و نئے زیارت کی ہوا
 دتھی ہی چشم نے ایک پل میں مرضیہ کو شفا
 جو ہے بقیاب اسے جامے سے باہر پایا
 سیکڑ و قتل میدان ہو میں لاکھوں رمان
 فرقت یار میں دل سینہ سے منہ کو آیا
 تن لاغریں ہو داغ نمایان کیا کیا
 چاک ہونی کیا یہ وحشت نے کیا تھا خوگر
 کسکو ہوتا نہیں ہم جنس کی فرقت ملال
 حکمت حق بیان میں نہ کھلی ایکے بان
 زریستے تنگ تھا میں کمر ملا چہن مجھے
 پاؤں اُن و لکھے رہے وہن طریق غم میں

باغ سے پھول ہر اک چاک گریبان نکلا
 خود جو بیمار تھا وہ عیسیٰ دوران نکلا
 کب شمر دود کے پر دین عریان نکلا
 میرا ویرانہ دل گنج شہیدان نکلا
 پا بگل سمجھے تھے ہم سرو خزان نکلا
 خار سے پھول تو پھولوں سے گلستا نکلا
 ہاتھ سینے تک آیا کہ گریبان نکلا
 آگ سے دود بھی نکلا تو پریشان نکلا
 پیر کیا کیا نہ بیان کو دک نادان نکلا
 ملک الموت مردرد کا دربان نکلا
 ہاتھ طے کر کے رہ چاک گریبان نکلا

خانہ دہر سے آخر کو ہوئے نصبت	میزبان کون یہاں تھا جو مہمان نکلا
منزل دست کا پھر سے تپا بھجکولے	خضر بھی نابلد کو چسہ جانان نکلا
میر کو سفا حسین ایک عالم میں ملا	حسن کو لیکے چراغِ نئے تابان نکلا
ہوں وہ بیل کہ مرم سی گلونی تھی بہار	جب اوڑا ساتھ لیرنگ گلستان نکلا

غزل	مُنِ روشن نقابِ لبے اوٹھائی ماہر	شعر ۲۱
	پردہ ابر سے خورشید و رخشان نکلا	

دل میں کب عشق کے داغ کو نمایاں دیکھا	ایک غنچہ میں تاشائی گلستان دیکھا
رنگِ صانع کا ہر اک گل سے نمایاں دیکھا	سبزہ بانغ کو خضرِ رہِ عرفان دیکھا
جانتاں حسن کو پردے میں نہ پتاں دیکھا	تیغ کو چادر جو ہرین بھی عریان دیکھا
بانغ سے صنعتِ صانع کو نمایاں دیکھا	ہر گِ گل کورہ منزلِ عرفان دیکھا
بحرِ مہینہ میں ہو کچھ دیر لگی	نقشِ آبِ خطِ مہرِ سیلوان دیکھا

ہوں وہ غم دوست کہ غم ہونیکے تھی فکر گھوڑ
 منہ کو آید دل پر داغ یہ طرفہ ہے بہار
 یوں تو ظاہر نہوا حال شکستہ میرا
 سایہ میں سیر ہو کیونکر تنہا غمی کی بہا
 جانبِ آدمی عرفان جو کبھی آنکھ
 کان بکھرنے کبھی میں نے سنتی بات اوسکی
 بعد مر نیسکے نظر چشمہ قناعت سے جو کی
 دی جلا دل کو تو صورت نظر آئی اوسکی
 حد کسی نے نہ مرے ذہن سا کی پائی
 کچھ خبر اپنی نہیں یاد رنج دلبر میں
 چہنی ہر میں جمعیت خاطر ہے کسے

جمع خاطر ہوئی جب دل کو پریشان دیکھا
 ستر تو گلستاؤں کو خراماں دیکھا
 آئینہ ہو گیا جسے مجھے حیران دیکھا
 صرف تصویر میں کب رنگ گلستان دیکھا
 صورت نقشِ قدم خضر کو حیران دیکھا
 آدمیت سے جو خارج کوئی انسان دیکھا
 خاک کے ذروں سے تربت چہرا غدا دیکھا
 عکس آئینہ میں قلعی سے نمایاں دیکھا
 ہوں دیر یا کہ شب کا کبھی پائی دیکھا
 خود فراموش کو بھی حافظِ قرآن دیکھا
 بوئی گل کو بھی جو دیکھا تو پریشان دیکھا

مور نے قبر میں جو حال سلیمان دیکھا	منعومہ بھی سنا دارقما میں تھے
بچھ گیا دل نہ اگر شمع کو سوزنا دیکھا	سوزِ غم نے مجھے ہمِ خصلت پر وا نہ کیا
تھے جو دسوز او نہ خین قبر پہ خزاؤں دیکھا	کیون گریاں شمع ہو ان باتوں پر
دل غ سے سینہ بلبلِ گلستان دیکھا	کیون سوزِ غم دور سی سترِ اقلب ملی

نزل	دوست جو پھر گئے پھول چڑھا ماہر	شعر ۲۲
	کیا چراغ سرِ مرن کو گلِ فشان دیکھا	

عاشقی میں مرتبہ معشوق کا لجا بیگا	جسم کا ٹٹا ہو پھولوں میں تجھے تلوا بیگا
رنگِ آخر کو یہ رنگِ زرد میرا لایگا	کہرِ باکِ طبعِ تن کے ایک دن چنوا بیگا
شدت کا ہیدگی سواہِ نو بنجا بیگا	قدرِ پریمِ مجھ پہ اک دن اونگیاں اوٹھوا بیگا
چینِ ساقی مجھے برسات میں آ بیگا	ابرِ بارانِ برقِ تابانِ طبعِ تڑپا بیگا
بخت اوسے گرامتِ و ن ترا دیکھ لایگا	حصنِ گلشن میں صنوبرِ شرمِ سرگڑا بیگا

ابکی دل وشت میں دشت لاسکان کھلا گیا
 اس قدر بھی احتیاط جسم و خود بین نکر
 او دل جاننا زہیو با ادب شمشیر پر
 ضعف کی شدت سے قصد گو بہترین شمع
 میرے پر کار قدم سے نقطہ خال سیاہ
 جو تجھے دیکھ گیا خبر میرے پس دیوار سے
 او چراغ حسن ز غم ترا فرقت کی شب
 دیکھ مٹ جائیگا دم میں توجہ جانو کی طرح
 وہ بلایہ صحر آہ دل رنجور ہے
 جب یار دل میں شاعشق کا ہو گا عمل
 سنتی ہی وہی وہ حکم حکم فرمانروا

ہر فلک اپنے قدم کا آبلہ بن جائیگا
 آئینہ ساتن یہ اک دنیا میں مل جائیگا
 یہ وہ جاوہ ہے تہاں سر بھی قند بن جائیگا
 ہاتھ کا عیشہ جواب خط ترا لکھو دے جائیگا
 دائرہ گشتگی کا دہر میں کچھو جائیگا
 چشم روزن کی طرح آنکھوں میں جلا چھ جائیگا
 شمع سان بزم ہا میں مجھ کو دھنوا جائیگا
 بہر عالم میں یہ سر ہو سبھی اڑھ جائیگا
 جسکی جھونکے سے جانے زندگی کچھ جائیگا
 کچھ وزیر خاص و ردیگر سے فرمائے جائیگا
 اہل کار فغان آہ تک پہنچ جائیگا

او نے پوچھا جو نالے کی سدا ہی تک حکم	کو چہ لب مین ہی کتا ہوا وہ آئیگا
جو کر گیا اشک سرتابی روانی مین را	دیکھ لینا دارِ شرکان و پڑھنے چاہیگا
شتم منت کشی ہو صنعت کر دیکھا مجھے	قد پر خم پاؤں پر سر اکیں خجکوائیگا
عشق کی پوشیدگی چاہو تو کرب کو نہ بند	رازیہ بستگی مین اور بھی کھلجائیگا
سیر ہی نگار دے سوا وہ ہوگی دھیرن	زعفرانکو رنگ میرا ایک ہنسوائیگا
کیون نہ بعد زوال سوز غم ہر دماغ چھوٹ	جب چراغ خانہ تجھ جائیگا کل کھلجائیگا
دیکھ لینا جان لیگا روز کار و نامرا	چشم کا پر آب رہنا کیا یہ خالی جائیگا

غزل	ماہر اوس نادان کو دل دیتا تو ہر پر جان	شعر ۱۹
	یہ تیغی گلی گھر و ندے کی طرح مٹ جائیگا	

نہیں ہو یہ خطا مشکین غلام سے پیدا	دھواں آتش رنگ گل رخسار پیدا
سر اپا داغ غم مین کبھی جہنم سے پیدا	تماشا ہے ہزاروں گل ہو مین سے پیدا

وہ رشک آفتابِ شہر ہو گھر میں نور افکن
 کہے کوئی اگر افسانہ میر سنو رشکِ دل کا
 وہ دیوانہ ہو قدیموں سے مصرِ گلستان
 یہ کہ دلوں نے یارب کیا ہے کوچِ دنیا سر
 کمر کی کچھ حقیقت سُنے اونسے یہ کھلا چہر
 مریضِ حرص نے رپائیں اس کی طرحِ صحت
 کبھی کیا رخِ روشن چاہا وہ قاتل نے
 مشابہ ہی جو اون دانوں سے میر دل کو لٹکتا
 نکلتے گھر دیکھا جنبا ولسِ سی شائل کو
 بجائے اشکِ غمِ لختِ دل آنکھوں میں کپٹے ہیں
 عبا دل میں ملکر اشکِ آبی جو مژگان

قیامت کی ہر گرمی سایہ دیوار سے پیدا
 بسانِ شمعِ شعلی ہوں لبِ گفتار سے پیدا
 کیا ہے خونِ پانی رنگِ گل ہر خار پیدا
 صدا ماحم کی ہے زنجیر کی جھانک پیدا
 رموزِ غیب سے تہنِ بانِ یار پیدا
 اثر ہے شربتِ دنیا کا دنیا سے پیدا
 ہو اخورشیدِ شرق مغربی تلوار پیدا
 نیازِ شہتہ کیا ہے گوہرِ شہوار سے پیدا
 تو کینچھوں نے رہیں زنی یوار سے پیدا
 ہوئے لعلِ درجِ گوہرِ شہوار سے پیدا
 نیا پو ہوا ہی چشمِ دریا با سے پیدا

نہیں ٹپکے ہیں آنسو حشر دندانِ دلبر مین	ہوئے ہیں یہ جابابِ شبِ شہوار سی پیدا
نشانِ ظلمِ خونخوار و دم کے ساتھ رہتا ہے	لہو کا رنگ ہوا تک لبِ سوکار پیدا
خرامِ نازاؤں نے کیا ہے قتلِ عالم کو	چلنِ تلوار کا ہوا یار کی رفتار پیدا
ذرا حجبِ طکر تا ہونین سوزِ آتشِ غم کو	شرارے بجائے موہو ہونین جسمِ زار پیدا
دیکھا دے وہ حیا دم اگر آئینہ رخ کو	صد اہو طوطی تصویر کی منقار پیدا

غزل	وہ ہوں رنگینِ لبِ لیل اگر چکون کہی مہر	شعر
	برنگِ گل ہونائے غنچہ منقار سے پیدا	

اوس کم کی یاد میں ایسا میں لاغر ہو گیا	جسمِ گھلکد اخلِ تعریف جو ہر ہو گیا
میں یہ کچھ محوِ دردِ دندانِ دلبر ہو گیا	رشتہ جان بھی بدن میں سلگ ہو گیا
وقتِ گریہ آگیا جب وہی روشنِ کائنات	دیدہ تر چہ تہِ خورشیدِ محشر ہو گیا
وحشتِ دل سے جو اکلا سوکھنا نہ میں	مجبور و چشمِ آہود و رساغر ہو گیا

آبرو پر پھر دین پانی نہ وہ دندان صاف	گوشہ گیر اس واسطے دریا میں گچ ہر ہو گیا
وصل کی شب میں قیامت صبح کا آنا ہوا	صورِ محشر نعرہ اللہ اکبر ہو گیا
یار فی دستِ خانی گچ پونچھے میرے اشک	پنچہ مر جان غریق آب گو ہر ہو گیا
جام بھر بھر کر دیئے کس آتش میں خسار نے	شعلہ جوالہ ساقی دور ساغر ہو گیا
قتل سے میرے ہوئی اسکی اصالت کی منود	خون حکمرانِ قاتل میں جو ہر ہو گیا

غزل ۱۱	سینہ پرداغ پر ماہر جو ٹپکا شکِ چشم	شعر ۲۱
	صحنِ گلشن میں برابر فرشِ گوہر ہو گیا	

ضعف تنہا مجھے پیر کی جفا سے نہوا	ہاتھ خالی مرے سایہ کا عصا نہوا
صاف احباب کا دل میرے صفا سے نہوا	دور اس آئینہ کا رنگ جلا سے نہوا
دل کشادہ مرا آہوں کی ہوا سے نہوا	یہ وہ غنچہ ہے شگفتہ جو صبا سے نہوا
بادِ روح کا کیوں نشہ ہو مجھ کو یارب	مستِ شیشہ توئے ہوشِ با سے نہوا

یاد گیسو میں نہ کیونکر دل پر داغ ہو شاد
 جوشِ نہ چشمِ میں آنسو ہوں نہ کیوں آہوں سے
 ہاتھ پکڑا نہ کبھی اوٹھکے تھکے ماندوں کا
 مجھ پہ نازل ہوئی عصیان کی بددور رحمت
 تو ہی امی شوقِ تباہ ہے کوئی نزنِ جہین
 کشتہ راہِ رضا ہو کو فازیت کی دیکھ
 خاک آگاہ شکستِ دلِ نازک سے وہ ہوں
 حسنِ کمال کو زمانیں نہیں حاجتِ زیب
 ہادیونکی مجھے تکرارِ سخن کیا ہو گراں
 باغبانِ رنگِ یہ ہو رحمِ دلی کا میرے
 ضعفِ پیرنی یہ سرکش کو جھکایا آخر

کون طاؤس ہے جو مست گھٹا سے ہوا
 شورِ سنِ حشرِ میں تیرتی ہو اسے ہوا
 خوش میں باپو سنی کفنِ پاسبے ہوا
 کم مراد امنِ ترا بر عطا سے ہوا
 داخلہ پہلے مرا بانگِ در سے ہوا
 دمِ جدا مر کے بھی جسمِ شہدائے ہوا
 آشنا ٹوٹ کے شیشہ یہ صدا سے ہوا
 دستِ مرجان کبھی گلِ رنگِ خلسے ہوا
 قافلہِ تنگ کبھی بانگِ در سے ہوا
 ہاتھ آلودہ کبھی خونِ خاسے ہوا
 آشنا ہاتھ کبھی فرقِ عصا سے ہوا

کیون نہ تڑپائیں مجھے سوزالم کین ہیں	کون شعلہ ہے جو تیاہ ہو اسے ہوا
کبھی سالم تہین سختی کا مرض ہے اسکو	درد جس قلب میں آواز گدا سے ہوا
کثرتِ نالہ سے آواز مری بند ہوئی	کام کیا سرسہ سے ہوتا جو صدا ہوا
چشمِ مشتاق نے رنجِ اوکا ادھر پھیر لیا	جذبِ کعبہ کا کسے قبلہ نما سے ہوا
ضعفِ پیرچی یہ پابند کیا آخر کار	شام کی طرح جدا ہا تھ عصا سے ہوا

غزل ۱۲	انہیں باتوں پہ ہے ماہر تجھے مطلب کی طلب	شعر ۱۲
	منہ سے مانگا تو دل آگاہ دعا سے ہوا	

بڑھا ہے حسنِ میرِ عشقِ صاحبِ جالون کا	مرا رنگ پریدہ کیا ہو غارہ گلِ کالون کا
کھلا مجھ سے کوئی پیچ او سر کے بالون کا	رقیبو کا سیدل ہو کہ جو راخوشن جالون کا
اگر افشا کرے تو راز ہمِ جنتِ جالون کا	زبانِ خار کدے سے تو کندہ لالِ جالون کا
پٹے سایہ جو نخلِ باغ پر ہم دردِ والون کا	چمک میں غنچہ گل کے اثر ہول کے نالون کا

گھلا کر نرم کر دے جو رگ گل طبع کا تے	جنون وہ گرم پانی ہے مریاؤں کے چھالونکا
نکیون بتیا بیو نہیں یاد آبرو کے قاتل	بجز شمشیر پر سان کون ہے بسل کے مالونکا
چین جب جلوہ گاہ شاہد فصل بہاری ہو	تو پھر فرشِ مشجر کیوں نہو سایہ نہالونکا
نہیں دین نشانِ شبنم شاخیں مسموم گل میں	ٹپکتا ہے یہ خوش حسن جو بن نہالونکا
روان ہو میں سو مقفل اگر شوقِ شہا دین	قلم پاؤں کے نقشہ کھینچی پریں کی چالونکا
مٹا دین جو سیکھو فروغِ شام لید کو	چراغ آگے بھلا اونکے جلے کس طرح کالونکا
فلک سے تو نہ بشارتی مٹی نعم کی ادا تے	اوتارا تو نے نقشہ کس طرح السیو کالونکا

غزل ۱۳	ہوا ہوں زار مہرِ نین امتاعِ نصیا سو کھا تا ہے مرتے کو یہ نہ انفعالو	شعر ۲۶
--------	--	--------

نرک زینتِ مہمان ہوئی یا حیم بجان ہو گیا	آئینہ میں مثلِ ویکا کیوں نمایاں ہو گیا
آؤں سچو شاکِ پتھر حیران ہو گیا	لو ہو آگے آئینہ میں طوفان ہو گیا

وحشت آگین جب رقم مضبوط ہجران ہو گیا
 بعد مردن فصل باران کا یہ احسان ہو گیا
 کسے چھوڑا ہاتھ لکھ کر کہ بجان ہو گیا
 ناتوان ہم سا کوئی وحشی جو گریان ہو گیا
 دل میں ان پر کب ہجوم داغ ہجران ہو گیا
 مجھ چپ بہیم تر ام قد میں احسان ہو گیا
 صاف باطن میں بغیر سعی و کوشش کامیاب
 کیا ہوا سایہ فقیر و نکی جو تربت پر نہیں
 گیرش دیکھنے کو چلا وہ رشک گل
 اک جہان کو ہم فقیر و نئے مستخر کر لیا
 منزل مقصد فی راہ عشق میں جی کی کشش

شعر میں مصرع ہر ایک سٹ گریبان ہو گیا
 جگنو وں سے قبر پر میری چراغان ہو گیا
 کلک مردہ ہو گیا مدفن قلمدان ہو گیا
 آج جو ہر جادہ راہ بیابان ہو گیا
 ایک غنچہ تیری قدرت گلستان ہو گیا
 اک چراغِ گلشنِ شک چراغاں ہو گیا
 پر تو انجم سے دریا میں چراغان ہو گیا
 ہر کچھ کہ گنبدِ گو غریبان ہو گیا
 اوڑکے رنگِ خمر از رنگِ گلستان ہو گیا
 بوری کی کا نقشِ نفیٰ نقشِ سلیمان ہو گیا
 جو زمالِ سبتر تھا خضرِ بیابان ہو گیا

نہ تھے ہر ساجو ابرا ساقی ابرو کمان

یون دئے حسن کردار خیر چہ حسن

محفل میں جب یادشت وشت کی خیال

پڑ گیا ہے جن فقیر و نکو قناعت کا مزا

ہوں وہ پنجو بھٹس کر شیت کو لکتی دیکھلے

وہ شکار افکن جو آیا گلیرشن کو کبھی

بھکو بعد مرگ ہو کیا ماسمع چرپا

دیکھ تو سورش مرز و خوں کی زنا و کفن

کچھ نہ پوچھو ضبط درد و دلین گدزی یہاں

انکے قدموں پر قدم پڑتا میرا دشتین

کچھ تو گوش گل میں نکاتھا صبا صبحی

مجھ کو بارانِ کرم بھی بہتر باران ہو گیا

جیسے عکس آئینہ میں سیرا لایا ہو گیا

دور ساغر گردش چشم غزالان ہو گیا

خوانِ نعمت و نگو خالی کردہ نان ہو گیا

جانکرا نپا دل زک میں نالان ہو گیا

مرغِ بمل طایر زنگِ گلستان ہو گیا

دلِ علی احباب جب آئے چراغان ہو گیا

شمع کا شعلہ تری ناوک کا پیکان ہو گیا

بجھ گئے آنسو جو ترا شکونِ دامان ہو گیا

کیا میں وحشی نہ سایہ چشم غزالان ہو گیا

نالہ لیلیٰ یہ ایک لک گل جو خندان ہو گیا

پوچھتے کیا ہو ہزار و قتل کے حشر میں دل کبھی تھا اتہواک گنجِ شہیدان ہو گیا

غزل بہار
باغ سے مگر کو چلا جا ہر جودہ رشک بہار
اور گینے بلبلیں ویرانِ گلستان ہو گیا
شعر ۱۵

اثر سے موقوف کو بھی نہیں یارِ روانی کا
ضعیفی میں کیوں کشتہ ہوں نا توانی کا
ضرر کیا ہم سبک سیر نکو پونچھ نا توانی کا
دکھا دیتا ہوں نقشہ جبینِ نئی نا توانی کا
خیال آئے جو ساقی چشمِ ست یارِ جانی کا
مزا نہیں مہ می میں شمعِ سالنِ تشریفانی کا
نہ کیونکر طالبِ دیدار ہوتا یارِ جانی کا
نہ زائلِ حسن ہو یا رب کبھی ویرانِ جانی کا
مصور اب یہ نقشہ ہر ہماری نا توانی کا
مری پیری اور سالم بڑھاپے جوانی کا
مثالِ سایہ ہیماں عالم ہو گر نہیں جوانی کا
اوتر جاتا ہے چہرہ صورتِ تصویرِ بانی کا
دل پر خونِ بوشیشہ شرابِ رغوانی کا
مثالِ شیشہ ہیماں قع نہیں پینہ دہانی کا
مجھے تھا دیکھنا منظرِ او کی لہنِ ترانی کا
ہے محدود و سرسبز لہستانِ سایہ جوانی کا

جواب آسا سسکرتن سودم پائے کھوئیں	یہ من شتاق سوز دل گری سوزن پانی کا
خطرِ فلوکھو نہ کر کہ نہ دان سمجھیں خطِ مصحف	ترس مینی پادیتی ہو قرانکی نشانی کا
حقیقت میں گریں مارم باتیں شعلہ و یونگی	زبان شمع دعوئیں آتش زبانی کا
نیکچہ ہوگی کمی مجھزار کے سیراب نہیں	شمال غار می شبنم ہو پیا سا بوند پانی کا
نگاہِ شوخ موسیٰ نے تو کب کا دیکھ پایا تھا	فروعِ حسن گر پر وہ کھلے لہر زانی کا
سفیدی دھوپ کے مانند آجاتی ہو بالوں پر	بشر کے سے اوچھا اندھ چوہا چھپائی کا

غزل ۱۵	ہوا ہو جاؤ نگا میں بھی شمالِ رنگانِ ہا ہر	شعر ۱۵
	تو ہے یہ ترغی کی غبارِ کاروانی کا	

تو سے نام سے دم فنا ہو گیا	میں ہو کہ کے یارب ہوا ہو گیا
جسے عشق زلفِ دو تا ہو گیا	اسیرِ کسندِ بلا ہو گیا
زما نہیں کیا کیا نہ تن کے چنے	تنِ زرد جب کمرِ با ہو گیا

بنایا جو قسمت نے دانا مجھے
 تصور دیکھا رُخِ صافِ یار
 ہوا اگر جب گرم اشکوں کا آب
 مرے جذبِ دل سے پئے آئے وہ
 جفا کے مشہورِ عالم ہوئے
 یہ عطر اونکے مٹنے سے آفت ہوئی
 بھرا خونِ قاتل کے دہن میں جب
 تکبر کی بیانتک کی لوگوں نے قدر
 ہوا عیشِ شاہی کا باعثِ شباب
 عبتِ بک ہے نالانِ جبرِ سادہ میں
 بنا زوالِ الفت جو دلِ عشق میں

فلکِ فرق پر آسیا ہو گیا
 نہ آئے اگر وہ تو کیا ہو گیا
 بدنِ خاک اور دم ہوا ہو گیا
 مرضِ دردِ دل کی دوا ہو گیا
 بُرائی سے اونکا بھلا ہو گیا
 چلے جب تو فتنہ بیپا ہو گیا
 بہارِ ریاضِ ادا ہو گیا
 غبارِ دلی کھیا ہو گیا
 جوانی کا سایہ ہما ہو گیا
 کوئی قافلہ سے جدا ہو گیا
 ہر اک داغِ مہرِ وفا ہو گیا

شعر ۸	کو تو جو ماہر کو مارا عبث بتو تھے راضی خدا ہو گیا	غزل ۱۶
<p>شیشہ تو خود شراب کے نشہ میں چور تھا یار بگر میں سایہ بالِ ظلیور تھا پردہ ابنی سے عرش پہ پھر کیا ضرور تھا جتنا تھا پاس و تنہا ہی مہو کی دور تھا اچھا ہوا کہ سایہ مرتن دور تھا پہلے پہل کی بات تھی پردہ ضرور تھا کوئی ادھر نہ تھا تو ادھر تو ضرور تھا</p>		<p>تقصیر محبت نہ معاف کا قصور تھا دل بستہ جس سے تھا اوسے دلبر سو دور تھا ممکن نہ کر نظارہ حسن حضور تھا کیا خوش ہوں میں نرم زمین کا نور تھا اس بعد پر تو سوز و رونج کیا سیاہ معراج کی تولات ہو اور بیحجاب ہو آتی تھی کیوں نبی کو صد اسیر حجاب</p>
شعر ۱۱	ماہر کھلا الدین کہ تھی زیستِ ربین تزدیک دیکھتے تھے جسے ہم وہ دور تھا	غزل ۱۷

آید نه بعد عمر گر از کوی یار ما	گیرد به بر نه تنگ هو ارا غبار ما
ظاہر شود چو سوز دل بقرار ما	آتش زند به دامن صرصر غبار ما
چون نیست هیچکس بجان سوگوار ما	جامه درمی کند غمسم ما غبار ما
آخر فاشده همه شان و قار ما	بر خود چنان زرنج نه پی غبار ما
چون باد متد بود دم احتضار ما	رفت از ثراب اوج ثریا غبار ما
آمد به سز چرخ چه بر حال زار ما	دارد هوا بدست خطی از غبار ما
از پیچ و خم نه شانه کند چون غبار ما	افتاده است بر سر ما کار و بار ما
در جوشن بحر پاک دریا شود سحاب	اشک چکد گراز مژده شکبار ما
بینی بیک اشاره ز باد فنا دهر	صد بار رخت بست و هستی غبار ما
کردند صرف ظلمت بحر و بر آن سواد	آمد زیاد آنچه ز کج مزار ما
حیف است لطمه ای هو ارا لگمان نبرد	گردم ز مد و مے بغم ما غبار ما

از تشنگی سپرس کہ دریا فرو برد	چون ابرگر بر آب بر آید غبار ما
آہم خلاف طبع ہوائی جان رود	اگر ساعتی خاک نشیند غبار ما
آن منشی بپاشد و این منشی بشیر	آن زلزلت تو و این شبِ نارِ مزار ما
تا آسمان فضا ئی جان پر شود ز خاک	مشتی ز گرد غم چو فشانند غبار ما

غزل ۱۸	ما پھر ز باد و ہر نہ چون صدمہ ہا رسید	شعر ۵۱
	داند غبار را جگر ز خمدار ما	

مین خود کب آفتون مین تن بار لیگیا	سایہ بھی گر چڑھا تو سردار لیگیا
یوسف کو کیا سمجھے خریدار لیگیا	جوسن تھا وہ صدمہ بازار لیگیا
تربت مین بیدی پہ تن زار لیگیا	کیا جان تھی کہ مر کے بھی کچھ بار لیگیا
سایہ بھی رستی تیار لیگیا	سودا تھا کیا کہ گر کے خریدار لیگیا
یوسف کے حسن نہ یہ کیا گا کہو کا حال	جو جسکو ملگیا سربازار لیگیا

تڑپا لحد میں بھی تو یہ حیران ہوئی اجل
 وہ اور ہیں جو ڈالتے ہیں بوجھ چار پر
 رہ روزِ مین پر رکھ کے اٹھالیتے ہیں
 کی آئینہ پہ ڈر کے زلیخانے بھٹی
 صدمے سے خم تن بھی لٹو ڈالنے لگے
 کیا کہتے دردِ دل ترے پیکان سے پیر خم
 میخانہ میں یہ رات کو زاہد کی گت نبی
 جب پاؤں مال ہو نیو بیٹھے ترے ضعیف
 دیوانگانِ عشق کا جب تک کہ ہو گذر
 بازارِ عشق میں مرا سودا بکا تو یوں
 منزل کو آہ ہے صفتِ سایہ راہ بھر

دم مجھ کو دیکے کیا ترا ہمار لگیا
 مین قبر میں تڑپ کے تن زار لے گیا
 کیا سو زلِ حضور کا ہمار لگیا
 یوسف کو جس جب سرِ بازار لگیا
 تیری مہنسی اوڑھ لے جو سوار لگیا
 جب منھ کی بات چھین کے سوار لگیا
 شالِ کمر کوئی کوئی دستار لگیا
 سایہ زمین سے سرِ دیوار لگیا
 مین چُن کے خارِ وادی پر خار لگیا
 نقصانِ مجھ کو دیکے خریدار لگیا
 مین کھنچتا ہوا جہِ زار لگیا

منقار میں اڑھاکے بنائے کہ کیلے
 پوسے نہ دام مال کے جیب سے کاغریب
 صیاد مجھ غریب پر پس ہو چکے ستم
 منعم بھی کیون مر کے بن بازہ ہیں سوار
 نقصان ہوا تجارت الفتن ہر طرح
 منظور حال زار دکھانا تھا باغ کو
 پہونچا اوسیکے زور سوتا منزل عدم
 دنیا ادھر کی جسے ہوا کرتی تھی دھڑ
 چاک لباس قبر بھی بکے مجھ پشاق
 نالے اوسیکے گوش گل باغ تک گئے
 یوں مکھلے سیر باغ کے ارباب ضیف میں

افتادہ پر بھی مرغ گرفتار لے گیا
 کچھ رنج مول لیکے خریدار لے گیا
 سوار لا یا باغ سے سوار لیگیا
 اگلی ہوا اے سر تو ہوا دار لیگیا
 سودا بکا تو رونق بازار لیگیا
 ٹوٹے بھی پر جو مرغ گرفتار لیگیا
 جو دم چرا کے موت سے بیمار لیگیا
 وہ کر وٹیں فقط ترا بیمار لیگیا
 پیوند کے لیے جسد زار لیگیا
 جو دل دو نیم صورت منقار لیگیا
 جب ہنسے اڑا سوئی گلزار لیگیا

بجھکر چراغ قبر چل وٹھتا ہے رات کو
 تربت بلند نہو کے بھی کچھ خاک بچ رہی
 مین کیا وہ یاد آئینگے تاحشر خلق کو
 کیوں سیر شکر مین زبان تیر کی ہول
 سوار تیرے عشق مین مڑ کا تھا جو شجر
 ہنستے نہ تیرے تیرے کیوں خیم تن مر
 وہ سو کفر بانے مین مجبور بھی ہوئے
 کچھ نفس سویشکشن باغ کے لئے
 سر سے نکلے پاؤں تک آئے لبان لب
 اب رو رہا ہوں درد کو یہ سوچ چوکر
 اتنی بھی قید تھی جو رہائی پہ ناگوار

وہ سوزِ دل حضور کا بیمار لگیا
 حسرت زمین کی یہ زمیندار لگیا
 آخر مین بچپیان جو تر ازار لگیا
 زخمون کی تھی جو بات وہ سو فار لگیا
 جب دم دیا کسی نے یہ بیمار لگیا
 کھلو کے منہ کو ضبط بھی سو فار لگیا
 گردن مین ہاتھ ڈال کے زنا ر لگیا
 تپتے صدائے مرغ گرفتار لگیا
 یوں غار مین چھو کے مین ہر خار لگیا
 وہ شے تھی کہ جس کو خود آزار لگیا
 سایہ بھی ساتھ مرغ گرفتار لگیا

یوسف نے بسنگا تو جہاں وہی پہ کی	دل باتھین فقط جو خریدار لیگیا
پلکیں گواہ ہیں انہیں دیوانوں کے لیے	آنکھوں سے چٹکے و شٹکے مین غار لیگیا
کیرن لکھتے بندہ زرنے عبادتین	ما تھا مگر علامت دینار لیگیا
دھونڈھیں ٹپ ٹپ کے مریض جان ہزار	جو درد تھا وہ آپ کا بیمار لیگیا
اللہ ری حرص درد کی اللہ سے مرے	کس کے زخم مرہم زنگار لیگیا
دینا کی دوڑ دھوپ منصور دیکھ لے	دم یوں چڑھا کہ تن کو سردار لیگیا
کاغذ بھرا اورا تو گیا چہرہ ضعیف کا	تصویر کھینچ کر جو طلبگار لیگیا
آئی جد اگر اپنے کی قلب زار کے	سب منہ غل میں آپ کا بیمار لیگیا
پاؤں کو جانے دیجیے خود سے بو بچھنے	شانہ نکال کر مرے کے خار لیگیا
بکتے لگا جو موت کا سودا جہانمین	آنکھوں کو بند کر کے خریدار لیگیا
دیکھی لحد پسندی مری قلب کی چمک	ہر بار ہاتھ اوٹھالیا ہر بیمار لیگیا

یوسف نے بسنگ توجہ اوسی پہ کی
 لیلیٰ گواہ ہیں انہیں دیوانوں کے لیے
 کین لاکھ حقی بندہ زرنے عبادتین
 دھوٹھین ٹپ ٹپ کے مرخصی جان ہزار
 اللہ ری حرص رد کی اللہ سے مرے
 دینا کی دوڑ دھوپ منصور دیکھ لے
 کاغذ بھر اور اوتر گیا چہرہ ضعیف کا
 آئی صبا اگر اپنے کی قلب زار کے
 پاؤں کو جانے دیجیے خود سے پوچھیں
 بکنے لگا جو موت کا سودا بھانہ
 دیکھی لحد چسپی مری قلب کی چمک

دل ہاتھ میں فقط جو خریدار لیگیا
 آنکھوں سے چمکے شربت میں غار لیگیا
 ماتھا گر علامت دینا رلیگیا
 جو درد تھا وہ آپ کا بیمار لیگیا
 کس کے زخم مرہم زنگار لیگیا
 دم یون چڑھا کہ تن کو سردار لیگیا
 تصویر کھینچ کر جو طلبگار لیگیا
 سب منہ بغل میں آپ کا بیمار لیگیا
 شانہ نکال کر مرے کے خار لیگیا
 آنکھوں کو بند کر کے خریدار لیگیا
 ہر بار ہاتھ ادا ٹھالیا ہر بار لیگیا

گوہری ٹہری کون ہی محتاج دہرین جو آبرو سی شہی بازار لیکیا

غزل ۱۹
ما مگر کچھ اوس سی پونچھ لے چشم کیل حال
کابل نگہ سی ہاتھ یہ جو پار لے گیا

رواقِ تن سی شبابِ پنا وفا کیا کرتا	تم کے سائیکے لے مرغِ ہوا کیا کرتا
دل نہ دکھتا تو غریبوں وفا کیا کرتا	چوٹ پڑتی نہ جگر پر تو در کیا کرتا
باوفائی میں جفاؤں کا گلہ کیا کرتا	اچھ دل کو میں جینوں سی ہر کیا کرتا
میں غمخیزوں سے بھلا ترک وفا کیا کرتا	خونِ میخچن ملا تھا تو جدا کیا کرتا
ہوشمیں کے خود اپنے کو فدا کیا کرتا	ہوں جاب لب جو چشم کو واکیا کرتا
تھی یہ صورت تو اثر کا میں گلہ کیا کرتا	ہاتھ مطلب سے اوٹھاتا تو دعا کیا کرتا
نام میں وصفِ صافی سی بھلا کیا کرتا	اور کے خونِ سخی نشو و نما کیا کرتا
عکسِ آئینہ ہوں نہیں ونسی گلا کیا کرتا	لب ہلاتا بھی تو مطلب کو ادا کیا کرتا

چاندنی شکل کا ہی عکس مری سینہ میں
 کروٹیں لے کر شب بھر یہ مین کتا ہوں
 راہ چلتوں پہٹا صفت نقش قدم
 استخوان کھائی نہ اس وجہ سے مجھ کو
 آپ بیٹھا ہوا زخموں پہ چھڑکتا ہوں نمک
 انگلیاں بند کھلی جاتی ہیں کچھوٹر پر
 دیدیا ہوں ٹھنڈی مٹی میں مسکنی کے لئے
 راہ میں کون مری ساتھ اوٹھاتا زنجیر
 اسپہ تو آئیں کو کہوڑا ایک ایک جا
 دیکھتا آئینہ سا لیکن کیوں دل میں تجھے
 سودھن درد کی لذت نے دیے اک دل کو

اور اب آئینہ دل کی جلا کیا کرتا
 دل جو ہوتا تو محبت کا مزا کیا کرتا
 اب سلوک اور محبت کا مزا کیا کرتا
 جائی پر خار نکلتی تو ہب کیا کرتا
 اور اب مجھ سے محبت کا مزا کیا کرتا
 دل کو مٹھی میں نہ دیتا تو بھلا کیا کرتا
 اور اب دل کے ٹرنے کی دوا کیا کرتا
 ساتھ ہی انہی میں سایہ کو جدا کیا کرتا
 سر میں بھرتی جو نہ دنیا کی ہوا کیا کرتا
 نے تیری سیرِ طلسماتِ فن کیا کرتا
 اور اب زخم کے کھانے کا مزا کیا کرتا

اچھی خاصو کی تو آواز پہ یہ نالہ مین
 عکس آئینہ ہو غین ہو تو اونین کو ہو گلہ
 سایہ مرغ ہو آنکھ تو تڑپا چھوڑا
 ڈھونڈھتی پھرتے تھے خانہ صلی اپنا
 سو جگہ لیتی ہوئی دم حل آئی مجھ تک
 رو کی ہن بوجہ ضعیفی کا نگاہن میری
 لاکھ کچھ تہا پہ نہ مٹھی سی ٹھکنے پایا
 اونکی پر چہائین کی صورتو سی نظر آتی ہی
 مین تو خیر آئینہ کا عکس حج ہو تا گویا
 دل نکلی جانی پر آتا تو نکل ہی جاتا
 شمع کشتہ کی طرح جھکی نہ جلتا کیونکر

میری نالون کو چوستا تو در کیا کرتا
 اونسی مین شکوہ انداز واد کیا کرتا
 اور بڈل کے تعلق کا مز کیا کرتا
 نہ اشارے سے بتاتا تو عصا کیا کرتا
 اتنی دور مین ملاقات قضا کیا کرتا
 لیکر مین غصے کے عالم مین عصا کیا کرتا
 سوخی کرتا بچی وہاں نگہ حنا کیا کرتا
 جسم سی پی مین سائیکو جدا کیا کرتا
 آپسی آپکی باتون کا مز کیا کرتا
 مجمع سمنرہ و انداز واد کیا کرتا
 جو فنا کر کے ملی مین وہ بقا کیا کرتا

کسی اماندہ بکس کی صد آتی تھی	کان پر ہاتھ نہ رکھتا تو در کیا کرتا
جان اجل لگی تھی اور ہاتھ نہ پکڑا تین فی	اور اب دم کی نکلنی کا مزا کیا کرتا
چل سبی شام کا سب تاج ٹپھنا نیوا	سر پر ہنہ چونو تا تو عصا کیا کرتا
پچھپی نے پھینکوں کے تو یہ نالی ہین	بیٹھ جاتے کہیں تھک کر تو در کیا کرتا
دل تو خیر آہی گیا چوٹی سی ٹھی ہین دہا	اب کلیجے کے ٹپنے کی دو کیا کرتا
دست پا کو تو پہلا تھی دینی کی لمی	اور اب جان کی دنی کا مزا کیا کرتا

غزل	ہاتھ کس دھین بند ہوا دینی دن کے ماہر	شعر
	شوخیان اس سے رنگ خنایا کرتا	

نہیں آج سہانی سوزِ غم گلہ دل کا	کہ آکھہ کھو لگی دھیا ہی بلہ دل کا
کوشاب سہی کی نہ ولولہ دل کا	نکلنی دی جو نکلتا ہی حوصلہ دل کا
بٹاہی لاکھ حسنیوں چہ صلد دل کا	کہان کہان نہ لٹا ایک قافلہ دل کا

سما سکا جو نہ خود او نہیں جو لوہ دل کا
 شریک درد ہی کیونکر کر لو گہ دل کا
 بلا سبب نہیں کچھ تنگ حوصلہ دل کا
 چلا ہی آج سوئی چشم حوصلہ دل کا
 خوشی ہی ہی تو اچھا سناو گلہ دل کا
 جلا رہا ہی جگر کو جو حوصلہ دل کا
 ہی رخ کے آئینہ کا سبزہ حوصلہ دل کا
 وہ دیکھ لیں تو نہ دل ہو ملولہ دل کا
 کہنی دلی تو کیونکر ہو گلہ دل کا
 یہ قول تجربہ کاران درد فرقت ہی
 کلیہ نی جوتک کے بہل نہیں سکتا

سمٹ کی سینے سی نکلا ہی حوصلہ دل کا
 ہنساجو مجھ پہ تو رویا ہی آبلہ دل کا
 تیک رہا ہی کہیں کوئی آبلہ دل کا
 کھڑی ہیں راہزن آتا ہی قافلہ دل کا
 کس سطر حسی سہی ہو تو فیصلہ دل کا
 لئی ہو آب کا چلو ہر آبلہ دل کا
 گرا ہی پیاس میں پانی پہ قافلہ دل کا
 لڑی نگاہ تو ہو جائی فیصلہ دل کا
 کہی تو منہ بھی چھوٹے کچھ آبلہ دل کا
 نہ آنکھ ہو نہ نظر آئے آبلہ دل کا
 وقفل دل میں لگائی ہے آبلہ دل کا

بلند دھکی سینه نہ اتنا ہک دک ہو
 بخیہ ہو سفر طفلی و جوانی و شیب
 یہ وقت نزعِ رگ جانکی پانسل و بھری
 جگر نے چین سا پایا ہی بند ہیں آنکھیں
 چھپائی ٹہپی ہین لفون کو وہ ڈوٹی سی
 کبھی جو غارِ رگ جان چھویر و ن اسکو
 اجل کے وقت کا ہوں منتظر جو فریقین
 نزدیک جانیگی صورت بھی مجھسی ماتم کی
 مقامِ خوف جو ہیں طفلی و جوانی و شیب
 نہ نچی پاؤں کے آجائے کچھ نہ ہل کے چلو
 عجب نہیں اس شاری مٹی چلی آئین

اس طرح سر اوٹھاتا ہی حوصلہ دل کا
 وسط کی چھوڑ دی منزلِ قافلہ کا
 اٹک اٹک کی نکلتا ہی حوصلہ دل کا
 ابھی جو چھوٹ بہا ہی کچھ آبلہ دل کا
 سر اکو ڈوٹھتا آتا ہی قافلہ دل کا
 تمام عمر لہو روی آبلہ دل کا
 دیکھا رہا ہی گھڑی محکوا آبلہ دل کا
 کلاہ سر سے اتاری نہ آبلہ دل کا
 سہ منزلہ کیئی آتا ہے قافلہ دل کا
 ملا ہی گیسو و ن سی جا سلسلہ دل کا
 تپک تپک کی بلاتا ہی آبلہ دل کا

خبر نہیں اونہیں وہاں کھل ہی نہیں کی بل
 ستارے منجھو یہ فرق نہیں صلہ میں اونہیں
 بہ بھادی آگ اسی سی مری کلیجے کی
 نہ آئے دشت کیوں سائیں کئی دانہ
 خطا بھی سی ہوئی جج کچھ کہوں مجرم
 جو تم کہلا ہو اُنہہ دیکھتی ہو مرنے پر
 اچانک آکے گری جین رہنماں ادا
 وہ اک ادا سچی آٹھ بھین گردلین
 اوسی سی آئی قیامت اوسی سی حشر ہوا
 پہا سمت جو ہیں بہرناں حسن تو ہوں
 کھڑی ہیں ٹوٹی جو منہ وہ دیکھتی رہ جائیں

ہمارا ہونہیں یہاں سی جو سلسلہ دل کا
 مجھی جگر کا ہی شکوہ نہیں گلہ دل کا
 بھری ہی کی چھا گل جو آبلہ دل کا
 نکل گیا اتنا کہی ہو کی قافلہ دل کا
 چلو سد ہار و مبارک متین گلہ دل کا
 نکل گیا ہی نہیں سی حوصلہ دل کا
 تر تتر ہوا جاتا ہی قافلہ دل کا
 دہری ہی پیار سی منہ دل پہ آبلہ دل کا
 ہماری دل سی جو نکلا اتنا حوصلہ دل کا
 دبا کے راہ نکلائے قافلہ دل کا
 جو دبے باکے نکلائے قافلہ دل کا

بہت ہی خوب رہی کیسوں کی پرکھیں
 سرائی زلف کی جگری پہر ہوئی ہنگام
 صدایہ دیتی ہی بو ملگے ڈوٹے کی
 چلانہ زور کسی سہمی غریبون کا
 کہو یہ ونسی کہ اب ڈھونڈھنی پہلی حال
 یہ بعد مرگ کیا کسنی بند بندہ کو مرے
 وہ ہاتھ کان پہ کہتی ہیں میں ہٹاتا ہوں
 وہ اپنی سینی کے کچھ حسن کو جو روکھیں
 مسل کے پھینک دینے اپنی ہاتھ چھٹی کسی
 گواہ اسپہ جا بے وان دریا ہیں
 کچھ کسنی یہ دم نزع یہ چلے آنا

جو رات رات نکلا جائی قافلہ دل کا
 اوتر رہا ہی برابر جو قافلہ دل کا
 لٹا ہی گرد کے پیر میں قافلہ دل کا
 دبا ہی راہ کو کیونکر نہ قافلہ دل کا
 تنگ لگیا کسی جانب کو قافلہ دل کا
 نکل رہا تھا ابھی دل سی حوصلہ دل کا
 کہی صال میں ہوتا ہی یوں گلہ دل کا
 کہنچا ہوا ہی شکنجی میں حوصلہ دل کا
 تمام قصی ہوں ہو جائی فیصلہ دل کا
 کہ دم مر ایسی جاتا ہی آبلہ دل کا
 ہٹو ہٹو کہ نکلتا ہی حوصلہ دل کا

یہ کس طرح کی لٹی ہو رکیے گل تکیہ	اوٹھاؤ کال کہ دتا ہے آبلہ دل کا
ہماری نزع کی اور جہن سے تم نہ گبرائو	اسی طرح سی نکلتا ہی حوصلہ دل کا
غزل ۲۱	کلیجے دیکھنی والو نکلی پھٹی ہین ماہر جو منہ کو ڈھانپ کے روتا ہوا بدل کا
شمع کی طرح بے فکر میں بیدم ہوگا دل ہی اک زخم ہی خوش گاہ تو بیدم ہوگا چرخ کی سطح کری خوش کہ غیاہم ہوگا ہجر کی شبکی درازی سی نکچہم ہوگا صفتِ شیشہ نمی نظم میں عالم ہوگا بی سبب کہ نہ یہ دہر کن نہ عبت غم ہوگا دیکھنی والی ہوئی آنکھیں جھک کر کہنیں	اور بھی جسم گہلی کا سر اگر خم ہوگا جب قدر اکونہسا اولو کم ہوگا رنگ نکلیگا جو میرا تو لو کم ہوگا رنگ اڑنے سی مری صبح کا عالم ہوگا لعل دگلوں کا سر فکر اگر خم ہوگا دل میں رمان کے مرجان کا ماتم ہوگا نشہ فصل جوانی میں وہ عالم ہوگا

غزل ۲۲	تیز رکھ اپنی زبان تیغ کی صورت ماحیر تجہ میں دم ہوگا تو دشمن تر باسیدم ہوگا	شعر ۱
<p>ہمتی تو جان نذر دی دل کو فنا کیا الفت میں سعی مرگ نہ کر کے بُرا کیا نہ لاش ہی وٹھائی نہ دم کو فنا کیا خالی بدن فی روح کو بس یوں فنا کیا مضطرب وہ تھا کہ ایک مرغی وٹ فن سی افسوس زلزلہ کہا او کو جہان فی رشتہ سی کہہ رہی کیا فور شمع بزم سمجھانا بیخودان محبت کو ہی عبث میں گر مطیع عشق ہوا تو عجب ہی کیا</p>	<p>اب تم بتاؤ چاہنی لون ہی کیا کیا مرغین ہات پاؤں نہ ماری کیا کیا ای دردتونی او کی کلچھی میں کیا کیا جس طرح آب جام گلی میں گہٹا کیا برسون میں کا بھی کلچہ ہلا کیا پیردین خاک کی جو مراد ہلا کیا ٹھنڈا کلچہ جسنی جلایا ہلا کیا خود آپ کہہ ہی ہیں کہ یہ نہیں کیا کیا خود دلو آب چاہ کا پانی بھرا کیا</p>	

دی میں فی جان نکھونہ تو کیا کیا قصو	او سکونہ کچھ کہا کہ جو سرمہ پسا کیا
آوارگان و شت مجت شافیب	گر تہاک گئی کس بجی تو مقتدر پھر کیا
اتنا ہوا وہ آکے مری گھر جو پھر گئے	پٹی سا کوئی آنکھ میں بچن پرا کیا
کہتا ہوں کہ وٹو نہیں شب ہجر کی تین	دن تک تو دل تہارا تلو پہلوسی کیا کیا
افسوس شل عود ہی پہوئی نہ ہو کہی	اسطرح چکی چکی کلیجہ جدا کیا
پر دین کے توڑ دی میری استخوان	وعدہ تو کچھ کیا تھا یہ صبا د کیا کیا
بگڑ و جودل سی تم تو خوشامدین کیوں	وہ ہی سنائی ہی تین جنسی خفا کیا

غزل ۲۳	ماہر یہ کس ادا سی ہ شانہ ہلا گئی	شعر ۶۰
	یہ خون دل ہلا کہ قبر میں لاشہ ہلا کیا	

شبِ قہر تڑپا کیا ہوا اکامشان میرا	شاخہ میں کنجا خود چرخ لیکر استخان میرا
تماشا ہی کہ وہاں پری مقدر یہاں میرا	مٹا جاتا گردوں اور زمین مٹتا نشان میرا

بزرگترین عمر ای لقب ہی تو ان میرا
 یہ ادنیٰ سا ہی حال خوفِ راہِ جان میرا
 لقبِ سخنِ جان کیونکر ہو کوئی راز دان میرا
 سب کو دھم دیا یہی وقت امتحان میرا
 لقب ہی عندِ لیلا راتنا ہنشان میرا
 سمجھ لے یہ تو ہلوی قبرِ دشمن آسمان میرا
 ہوا و برقِ دہر و شب و دھڑ آسمان میرا
 جو انسان چن میں کیجے ہی تھا قدر دان میرا
 سفر و النکی یا رب خیر ہو گیا گمان میرا
 سفر میں تنگی ہو کتا قلب ہی نا تو امیرا
 سب جملہ یہ تو کیچھا ہاتھ بل کاروان میرا

صدائی نگہِ غنچہ پر روان کاروان میرا
 پریدہ رنگِ چھپی میں تو آگے کاروان میرا
 شر و سنگ از خود تو کھلی سوزِ نہان میرا
 اودھرتی فلہ بوکا ادھر کاروان میرا
 شکستِ رنگ کو کہتی ہیں گلِ شورِ فغان میرا
 زمین برباد ہوتی ہی تو تباہی نشان میرا
 سہارا بنے تنگی کا بھی گہی آشیان میرا
 مثالِ حرزِ بازو پر بند ہاتھ آشیان میرا
 اوڑنگی رنگِ چہر و کس لٹی کا گام میرا
 ہو بجائی شی تھی جیسی لوٹا کاروان میرا
 تہن نے نام کتا تھا ضعیف و ناتوان میرا

توحشتی ہو جاتا مقدر کر جو ان میرا
 نظر گلچین کی کیوں پرتی اور جاکو مکام میرا
 دہین ہنر ان ہن ہن ہن کچھ بیان میرا
 مثال انہ میں جو انیسا سناں مکام میرا
 طلسم عشق ہی نہی کہ روئی ناتوان میرا
 وہ لیل ہواں جرنیکی خبر پائی گلشنیں
 مثال یک ساعت سیر ہی ہی تماشای
 غنایات فلک اگر کبھی اظہار میں چاہوں
 مری کو رنگیں اشک نہ ہی ہونی دین
 ٹھہرتی آئینگی رسکے چلنی کو وہ گیا جان
 مثال یک ساعت چٹنگی خاکساری کیا

زمین پتی فلک نہ مٹتا تو نشان میرا
 چہا لیتی جو برگ نخل ملکہ اشیاں میرا
 چمن میں جہاں ڈاڈا پڑا ہی اشیاں میرا
 نہ پوچھو اہل حال زمین آسمان میرا
 اوڑائی ملک تصویر پریشان میرا
 چہا یا ہم صغیروں نے پر نہی اشیاں میرا
 زمین پر گر رہا ہوں فلک ہی کام میرا
 بجائیں گرائی ق برسون شان میرا
 محبت میں لٹی گامیری تکان روان میرا
 کوئی کدی لاشہ ہی ہوتو ہم کوں کام میرا
 زمین پر تہا قدم آستان پر تمام کام میرا

لحد غمی طر نازک مگر اونکی ہوتی ہے
 کہا میں نے چلو جہاں گیا جلنے جلا نیکا
 فلک پر کمکشان کج دیکھ کر کتا ہوں قمتیں
 ہوا پر باغ گلابوئی گل ترا سگی ایسی
 گد ز جاتا نہ دم ساتھ کیونکر بھر ہستی ہی
 جواب آسا فلک کے دوڑیں شکر تیرے ہوں
 ادب آواز شمع زہم ہو کیونکر نہ اب گلگیر
 کوئی پوچھی خبر اس تفرقہ کی تکو بھی کچھ ہی
 جواب بھر ہو پوچھو مجھ جی حال قسمت کا
 ہوا پر دیکھ کر تنگ نفس میں میں کہتا ہوں
 بدت ہوں زمانے کا تو کیا خوش ہوں غمزدوں

کوئی اتنا نہیں جو شاد تھا نشان میرا
 غم غم کے بنا جب بکلی ہوئی آشیان میرا
 زمین پر میں طپان تھا چرخ پر کیسا نشان میرا
 اوڑا ایلبلون فی گر کہی نگہ بیان میرا
 لگاتھا کشتی عمر روان پر باد بان میرا
 کسی کا ذکر کیا ملتا نہیں مجھ کو نشان میرا
 زبان میں ٹبرہ چلاتا مجھ کو فی ہجر بان میرا
 کہاں دل مرزا دم نکلتا ہی کہاں میرا
 یہ گردش ہی میری تہہ پہر نامکان میرا
 کہ ہر بو باغ والوٹ رہا آشیان میرا
 کر گیا تیرا باران ہی مجھ ہی نام نشان میرا

مثال یک ساعت ممدون کس طرح می گردون
 بتا می توانی کرد یا تصویر پنی بالکل
 جهان گردشین پنی فلک یہی کما مجکو
 نشان چرخین کاف ملک کاسا در فون
 نفس میں پنی پنی و باحوال پنی شاخین پنی
 نگین کس طرح مجکو دو کیون کنی ہر نامی
 قوی دنیا میں کوی شہین ہی توانی سے
 کہیں بیا بنو مثل حباب بحر مٹ جاؤں
 فلک نقش نگین پنی پنی پنی تو کچھ ہوگا
 ابی کس تہہ شکل وہ بھی نہ جائیگی
 محبت تو کی خوب ہی سید با بنایگی

زمین تبا نام بکا اب ہی ہی آسمان میرا
 اوڑی بنگ چہر تو سچا نشان میرا
 حباب بحر کسیتو گری مجھ پر مکان میرا
 کلیجے چاک کرنا ہی پنی طرزیان میرا
 عوض میری لگاتی پنی کلی سی آشیان میرا
 کہ تجھ کے ہی دل نقش ہنم نشا میرا
 پھر ایا سر کو میری کن پرتاہی مکان میرا
 نہ پھیر وای حسنیو دل بہت ناتوان میرا
 اوڑی طبقہ زمین کا تو مٹی شاید نشا میرا
 چلو سر کو کہ دم دیتا ہی طلبہ توان میرا
 نکلا جیگا بل سارا دم زور مکان میرا

تکیہ نہ کر بند کردی ضعف میری جاگی آنکھوں کو
 نجاتی تھی یہی ضعف پر وسعت زما نیکی
 زمین سی پیٹا پٹی تھی کہتا ہوں کہ سرکین
 نقوش آب کی صورت برائی نام ٹمنا ہی
 اونہیں سی پونچھی صد سہ فیض کی جانی کا
 مٹی کا کیا کہ مثل غامہ حاک ہی گردون
 علامت کہ چہ ناپی شبیب فرقت میں بولا
 شبِ فرت کا جاگاتا زکیا آئندہ اس
 مثالِ گیساعین نہ اولیٰ سلسلِ پان
 تمہارا ناز پروردہ ہی مثالِ بر مردہ ہی
 مثالِ کلکِ خجہ ہوں کہ کسی کی زبانوں

ڈرنیکی جانکر وہ زخمِ قلبِ خوشچکان میرا
 کلیجے کی تڑپ بھی کچھ کر لی امتحان میرا
 اوٹھا یہ گامِ مری لا شہ کو خود در دہنا میرا
 دین کیون تو فلک کی تکتا تانا ہی نشا میرا
 کلیجے سی لگا مٹی میں جیجی آشیان میرا
 قدم کی نقش سی ہی کم ہی کیا نامِ نشا میرا
 بخانی رہ گیا کمر کے قلبِ ناتوان میرا
 دکھاتین مج کو آنکھیں زخمِ قلبِ خوشچکان میرا
 زمینِ خرا و لنگرِ بنگسی ہی آسمان میرا
 جگر کی اب خبر لول تو تھا ہی نہجا میرا
 مرا ہی زخمِ دلِ نجائیگا زخمِ زبان میرا

<p>بھلا کہ دم شبِ فرقت نیکو نہ کر تخلیکہ کر دی گڑبئی میں میں رہ کے کیوں اوڑھتی ہی فرقتیں</p>	<p>جگر سی کچھ کیگا حالِ قلبِ ناتوان میرا یہیں کیا دفن ہو گا دم بھلا ہی جان میرا</p>
<p>۲۴ غزل</p>	<p>کہو نکلیا رنگِ ساعتِ جہنمِ ہر دور و درون جو کچھ ہی خوب ہی حالِ میں و آسمان میرا</p> <p>شعرا ۵</p>
<p>طلسم تھا کہ شعاعوں میں آفتاب آیا کوہِ مغان ہی مبارک خمِ شراب آیا نہ شرم انی شبِ وصل اگر تو خواب آیا یہ اتحاد تھا قاصد تو کیوں عتاب آیا نزاکتوں کی مقابل میں آبِ آب آیا مقابلِ رخِ روشنی آفتاب آیا سبب یہ تھا کہ جو مستوں میں انقلاب آیا</p>	<p>ہزار ہا تپہ اک ساغرِ شراب آیا زمین یہ پاک ہوئی اب کہ آفتاب آیا غرض و تمنیں یوں نیند لگی یا حجاب آیا کہا تھا دل فی جو میری وہی جواب آیا غشی جب آئی او نہیں ہوش میں گلاب آیا چرخِ روزِ بنا اس قدر حجاب آیا جد ہر وہ آنکھ پر ہی ساغرِ شراب آیا</p>

شراب پکی جو پیٹی تو ذکر خواب آیا

ہمیں تو اپنا سمجھتی ہوئی حجاب آیا

چھپی وہ آئینہ میں جا کے یہ حجاب آیا

رگون سی سر میں مگر نشہ شراب آیا

اجل کہا اوسنی واقفانِ فرقت نی

نہ مجھ سی آپ ہی اسکی امید رکھیے گا

خدا نہ جو ہر شمشیر سی نصیب کری

میں ہی تو تھا سب ترلاختِ عالم

ہماری آنیسی تر ہو گئی پسینہ میں

بغیر رزق تو تھا ہی مانہ ای گردون

نوامتہ تیرہ و تار یک تہا جو زلفون سی

ہماری بخت سنی نشہ میں ہی حجاب آیا

یہ روشناس کیا کھاتا جو شباب آیا

نیا نیا جو وہاں عالم شباب آیا

طناب میں گنچ گین گرد و نشہ شباب آیا

جب ایک عمر گزرنے پہ بجا خواب آیا

طلب بغیر تو موت آئی یا حجاب آیا

جگر کو چھان دیا وہ مسیر آب آیا

مری ہی نیند کی اوڑنی سی کھو خواب آیا

جب آئی شرم تو تھکونہ کچھ حجاب آیا

لگایا قفل کہ پانی پہ حجاب آیا

چراغِ حسن لی عالم شباب آیا

جب آنی شرم تو وہ تر ہوئی پسینی میں
 وہ مست تھا مری میسی جوش ہیہ کہا یا
 خدا کی شان کہ شرم آنی عکس آئینہ سے
 نشانِ نچلی رخ ہی نے لکھا کا غد
 بہر طریق ہوا عاشقوں ہی کا مطلب
 اسی ہی اونکی ہی پر دیکی حد سمجھ لیں ب
 مریض سحر ہوں شکوہ ہی کرتا تباہی
 وہاں نے پاؤں کی تربت میں یہ کہا مجھ سے
 کسی سہی بات کریں کیا وہ صورتِ تصو
 تمہاری حسلی و سکو نہ کھتا کوئے
 یک کی زکس چادونی کر دیا ذیقدر

پسینہ آیا تو پہر دو سرا حجاب آیا
 او تر کے طاق خود شیشہ شرب آیا
 وہ صہنی ہوئی خود بھی حجاب آیا
 نہ سمجھی کوئی کہ سادہ سا اک جواب آیا
 وہ سوئی صہنی سی مجھ کو اگر خواب آیا
 حجاب چشم میں آیا اگر حجاب آیا
 عیاد تو نکو بھی مہری کہی نہ خواب آیا
 خبر تجھی نہیں بیان عالم شباب آیا
 جوئے پہ رنگ بھی آیا تو اک حجاب آیا
 حجاب چشم میں بیکار کو حجاب آیا
 جگہ دی آنکھوں میں لگوئے تو حجاب آیا

یہی سچکے دکھائی وہ چاند سی صورت
 مثال ساحل دریا ہی بد نصیب بنو
 پناہ حسن ہی عکس آئینہ اوسکے
 کوئی تو ایسا ہی وسکو کمال حاصل ہی
 یہ اونکار و زکا اسی قبر دژ نکلیا
 جہان میں تپسی یادہ حسین بنیاد ہے
 جری کی زخم سی بڑھتی ہی ربی بہت
 شرار کرنیلی عاشقونہ کچھ چٹپٹ
 رنگ سبزہ تو ضبط عطش ہوا شبنم
 وہ اور لوگ ہیں غنچوں کی چٹپٹ میں سو
 شکر گ بار ہو گرو تو شکر لازم ہے

حجاب ہی نہ کیا پردہ جب حجاب آیا
 لبون کو کاٹ دیا وہ میسر آب آیا
 بٹا جو غیر یہ وہ عالم شباب آیا
 کہ نیچے آنکھ ہوئی سبکی گر حجاب آیا
 سمجھ چکا کہ وہاں عالم شباب آیا
 پسینہ آگیا تھکوی جب حجاب آیا
 گڑی جو دل میں سنان آگ پر کیا آیا
 کمر کسے ہو جب آگ پر کیا آیا
 نہ تباہ آب گیا میں بھی تک آب آیا
 ہمیں تو سبزہ صفت یریا بھی آیا
 جہان کے واسطے بن سکی دانہ آب آیا

<p>تہ قدم کبھی نخل کی طرح خواب آیا لحد پہ جو مری آیا پئے ثواب آیا برس پڑا مری تربت پہ جب سجا آیا کسی بہانے سے جب روئے تو خواہ آیا</p>	<p>وہی بات نکھیں پہنچیں نہ کو ترستی بہن کیسے آنیکا احسان اب نہیں بھر بھرا ہوا تھا نجا یہ کبکای گردون بھرے تھے کوٹے موتی اس نکھر میں ایسے</p>
<p>عدم میں بھی ہی روز کا ماہر کہ بھر بھرائی ہوئی آنکھ سے جواب آیا</p>	
<p>پھر کے آنکھوں میں تنہا قلب میں ارم کیا پھر کے آنکھوں میں تماشائی ہر ارم کیا جاگ کر رات گئی صبح کو آرام کیا وصل کی شجہ ہوئی شام ہی آرام کیا لاش دم بھر کو اوٹھائی تو بڑا کام کیا</p>	<p>بس یہی کام و نھونے سحر و شام کیا دل کے گھر میں اوٹھونے اگر آرام کیا جیسے آئی ہی جوانی یہی روکھا تھے اسکو کیا کہتی ہیں یوں جاگ کے کاٹیں تین عمر بھر ناز اوٹھانا تو کوئی شے نہوا</p>

غزل	ولہ	شعر
<p>صلح منظور تھی تو حسن کو لڑنا ہی نہ تھا کی کمی تھی یوں ملتی کہ لڑنا ہی نہ تھا انہی نظر و خمیں ہوسے صلح تو سچ پیا</p>	<p>عکس کو آئینہ کے سچ میں لڑنا ہی نہ تھا جسکو کتھی ہن بکڑنا و بکڑنا ہی نہ تھا انہیں لڑنا جسے کتھی ہن لڑنا ہی نہ تھا</p>	
<p>غزل ۲۰</p>	<p>کیا ہوا لطف ہوا کجا شاربے جہکا سرو کو سامنی و قد کے اگر نا ہی نہ تھا</p>	<p>شعرا</p>
<p>جلال حسن نہیں نشہ شراب ہوا</p>	<p>جو نمٹے تھا چاند سا آخر کو آفتاب ہوا</p>	
غزل	ولہ	شعر ۸۳
<p>تم نہ تھی صبا کی بزم بھنی ساز تھا عکس آئینہ بنی و قف تھا گو دم ساز تھا رقص میں رنگین کج جب چمن سانی تھا</p>	<p>چنگ تقادہ جہان تھا اک پری آواز تھا خود ہی ہی بیگانہ تاج و دلیں میری ساز تھا پنکھر کی کھاتی کلی کی شعبہ آواز تھا</p>	

حاضر پی اپنی پی روز و شب کو ناز تھا
 عکس آئینہ کو بھی دعویٰ نواز تھا
 خدمت ساری مرا ہنگامِ نریم سار تھا
 سوز دلِ حسی جسم میں عراض کا انداز تھا
 کہلتی کلیو نکوتو اتھا اک نہیں سی سار تھا
 نے تمہارے کیا مزاج ساز بنی ساز تھا
 صنعت میں جِ طائر تصویر کچھ ساز تھا
 کچھ مہر ہی جانیں کہ کس کا حسبِ ممتاز تھا
 مثل شہنابی صدا ہو کہ اتو ناز تھا
 ایک نے پر تمہارے کیونکہ تھی لوگ
 بوی غنچہ نگیا تھا کیا میں ہنگام گمناہ

کیا اشارہ اون کی آنکھوں کا زمانہ ساز تھا
 تہیں دایین تو لگی اور سیکو ناز تھا
 چنگ کا نالہ شکست رنگ کی آواز تھا
 جب سپند آتشِ چہ تھا آواز ہی آواز تھا
 بوہو پر کیونہ کی کیا اونہیں رنگ ناز تھا
 چنگ کی نوبت تھی اک بند سی آواز تھا
 رنگ کا تمنا بدن پر پانچ پرواز تھا
 جام میں مچتی اور اون کی خنیاں ناز تھا
 یا وہی مین او کی مٹھی صاحب آواز تھا
 دوش صرصر پر بخانہ صور آواز تھا
 لاکھ پردوں میں تھی نہاں تو پردہ باز تھا

ہمتِ مردانگی غم کے شکنجہ میں نہ رہو
 تیرگیِ شامِ فرقت میں گیم تھی روشنی
 لاغر و نکی دم نکلتی ہے سبکی کیون نہ وہ
 میری نالوں کا تھین دھوکا تہا زلفوں کی قسم
 وہ مری شرم گنہ تھی سرگون تھی جو
 سوزِ دل سی نگ وڑا تہا یہ مرا وقتِ شب
 سانس دی آخر فلک کے لہکشان کے ہم
 نازا وٹھا لاش وٹھا کا سبب ایتھا
 بڑی بگھی خود بیون سے اور بھی رنج کی صفا
 پھیل کر آیا پوٹوں سے گلِ خسار پر
 ہو رہا تھا قتل کرنی کا مری حبِ مشورہ

بختِ سری میں تارِ حب کچھ پاتا نہ آواز تھا
 دستِ نالہ میں چراغِ شعلہ آواز تھا
 ہچکیاں مضرِ ثباتِ تار کی آواز تھا
 سائیں سائیں رات کرتی تھی میں آواز تھا
 سب سے منہ حسنی چھپا یا تہا وہ میرا راز تھا
 منہ کا عالم تھا کہ اک مہتابِ تہا تھا
 اس قدر عالم مری نالوں سے پر آواز تھا
 نازا وٹھانی پر پھین اپنی بہت کچھ ناز تھا
 خود وہ کیا تھا آئینہ جیسا جلا پر داں تھا
 اس قدر کا جل اوں آنکھوں کا نظر انداز تھا
 منہ تھا ہر سونوار کا اور گوشِ تیر انداز تھا

ہجر میں سستا کوئی کیونکر مری یاد کو
 قتل ناحق کا ہوا آخر کو بدلا کچھ کچھ
 پیش آتا رہتی کسی طرح گرد و نون
 دیکھ دلتا ہے کہو کر اوس کی بون بون میں
 دستکاری میں تجھی ظہار کی حاجت نہیں
 پھوٹی کیونکر رنگ بونہ آخر بات ہی
 وہ تو وہ بچو محبت تک نہ آئی کچھ صدا
 او گھلیاں کا نو نہیں دیکر پڑ رہتا کس طرح
 تیر چل جاتی تھی اوٹھی خون کی دہاروں کی ساتھ
 شوق کی نظروں نے کام اپنا جو کرنا تھا کیا
 اکا شامین قلم کے گھنگھلے کیونکر حضور

دود و دل ہنگام نالہ سُر نہ آوار تھا
 خونِ زنگ تیغ تھا اور تھوڑا سی قتل سا تھا
 جو حسین تھا مجھ سے وہ شل کلمہ کجیاز تھا
 جان کر انجان نبی کا عجب نماز تھا
 آئینہ شمشیر غمی حال صقیل ساز تھا
 غنچہ گل میں تھی نکلت میر و لیلین از تھا
 ٹوٹا دل کا مری طرح نے آواز تھا
 بولتی راتوں کا سنا سنا امراد ساز تھا
 سخت جانوں کا نشانہ خود ہی تیر انداز تھا
 بنجیر کیوں ادا نہ آؤ گا خوابِ زہا تھا
 آپ کو اپنی کشش تو بہت کچھ ناز تھا

ایک دنی تہا یہ زور لبر و باد و دود آہ
 دیکھتے ہو سرست میں کین لگی تھی ٹیٹھ
 وائی بیدردنی آیا اوسپہ ہی کچھ مجھ پریم
 خدمت ظالم لگا دیتی ہی دہیا کچھ کچھ
 کیوں نہ جاتا فاطمہ زبانی بضعت میں
 اتنی مدت تک رکھی تھی مانتا و نکلی با
 سایہ طائر کی صورت حسرت نالہ رہی
 رہ گیا تھا کیا یوہن خالی پھر ک کر قید میں
 آئے لیکر میں وکی ہاتھ نادم میں
 میرے آگے تیلیاں توڑیں نہ قید قفس
 کیوں کر اب میرے نشان خطا کے خدنگ

خود چراغ زیر دامن شعلہ آواز تھا
 کون تربت پر مری نحو خرام ناز تھا
 قوس سے کتنا گریزان دست تیر انداز تھا
 تیغ جب و جلی تھی میلاد صیقل ساز تھا
 مجھ کو آوازہ شکست نہ کانا ساز تھا
 کچھ نشان تھی و بگدہ دلچسپ بن پر راز تھا
 کہل کے رعبا تانہ کیوں نہ کر نہ کی بی آواز تھا
 تیلیوں کی جاقفس میں ہر پر پر راز تھا
 ایسی ہی کوئی اداسی جیسے فونکنا ز تھا
 زور بازو پر کبھی کبھی اپنی ناز تھا
 گوشمالی کجاں میں دست تیر انداز تھا

کس سے بونچوں نہ ہر تاد نو نمین کی تلخ تر
 دلچہ گزرمی ہر رنگ سخی منہ پر کھپا
 دیکھتی تھی خود جوانی اولیٰ آنکھوں سی
 یاد ابرو میں ٹھہری شان لہ دست ہی
 ذکر کیا اور نکا خود اپنی اد پر گر پڑی
 میری مر جائیگا دھوکا کیون نہ تو تاج کو
 بوجہ نکا خود اونہیں کے سر پر انجاکام
 طائر تصویر ہون کی نہ چپا تاد رد قید
 بعد بربادی کھلا مجھ پر کہ انسان تو تھا
 آتی دیکھا تیر اور اپنی نہ جاہل سکا
 مثل نقش پا ہوا آخر وہیں پیوند خاک

منہ میں فعی کتا چھالا میر دلیں راز تھا
 وہ چپا تاد کس طرحی درد راز تھا
 فرق پراونکی کلاہ کج کا وہ انداز تھا
 آنچ تھی تلوار کی یا شعلہ آواز تھا
 جھلکی مکھلا کر لٹ جائیگا وہ انداز تھا
 شب سبھی ٹائی مین تھی طرح بی آواز تھا
 وہ اوٹھا لاش لاشہ اوٹھنا راز تھا
 رنگ کا وڑنا دلیل حسرت پر واز تھا
 بوی گل یا گر درہ یاد و دیا آواز تھا
 یوں نظر کاڑھی ہو مجھ پر قدر انداز تھا
 لوگ اوٹھا کس طرح کیا میں تیرا راز تھا

پہلی اوناوک ننگن تیری نظری تھی ہت
 زور بازو کیا تھا جو غنچہ جب مجھی
 پیچھے ہٹنے پر ظالم کے گمان نیک
 بات اپنی انٹھی جاتی ہیں پسینے میں
 جاؤ بیجا کچھ نہ بکھا اس طرح لپٹی ردا
 بند ہو سیکر کی راہ کیونکر وعظو
 اب جانیں کی سازش کی منت گئی
 آفرین دل کو کہو کی ہی تھی کوئی بساط
 سخت جانی ہو گئی میری سوئی خلق
 حسن کی نیزنگیاں دکھیں گے سمجھو یہ
 حال شربتہ کا سبز سحسی خرکلا

کچھ خیر اپنی ہی تھی مجھ پر جو تیرا انداز تھا
 سو قفس تھی پر نہ اک ہی مانع پرواز تھا
 جو کشید تھا وہی تو بات تیرا انداز تھا
 ہمو اعضا کی رفاقت پر کیسیا ناز تھا
 تھا جوانی کا جو سونا قمر کا انداز تھا
 جب نظر کی در شمالی تابع بہ باز تھا
 اک بناوٹ کی غشی تھی یک خواہیاز تھا
 ایک عالم نے اوٹھایا جسکو وہ ناز تھا
 دم ہلا کیونکر نکلتا روح پرور ناز تھا
 شعبہ تھا سحر تھا جادو تھا یا عجاظ تھا
 کیونچ آتا اک زبان سپرد لوں دیناز تھا

مورد انتظار مردم ہووڑا بنجی مہی
 چشم زخم جو ہر شمشیر سی آخرو ہوا
 اونکی چھیریں کنہ چپاتی جو تین گھنٹے پہی
 اور تین بلتن جہان اک تہمت الہ ہی تہی
 کاندہا دیکر ضد مری کمالی تو سب کہنے لگے
 امی ڈانڈ سبکی پر پیہ سنگینی مری
 کاندہا دینی کو چرے ہو رہتی رات
 گرم ہوئے تھی ہوش جب غیر غور کوئی نہ تھا
 ہی گھوٹن ہاں خلق سب در بدر
 بھولنی والو نکور حمت کی ملی آخر سزا
 زخم تہی دلی تہی دیکھ اونا دک فلن

بعد ناوک تہا ہن پہ نظر انداز تہا
 کتنا ہلکا خون کا تیرا شہید ناز تہا
 چشم کی گردش گہوارہ میں ناز تہا
 بولتی تھی رات فرقت کی میں آواز تہا
 پاؤں پھیلاتا نکلیو آخر شہید ناز تہا
 ایک الم نہی اوٹا جو وہ میرا ناز تہا
 لاش اونکا جسک چاتی تھی وہ ناز تہا
 ایک میں تل دو سر دل تیسرا خود راز تہا
 ناز پروردہ مل عشاق کا جو راز تہا
 آسمان ہر قطرہ باران سی تیرا ناز تہا
 میں سہی اپنی یاس کی نظروں تیرا ناز تہا

<p>ہر ادا تھی آفت جان اپنی پی وقت میں وہم باز آنکھوں کا کہنا ہی مبارک سی ادا</p>	<p>دن کو آنکھوں کی اشاری شکو خواب نازتا دن کی تھی ہی خود کیسا وہ خواب نازتا</p>
<p>غزل^{۲۹}</p>	<p>ای معاذ اللہ ما ہر تہا وہ عاصی و ہرن رحمت باری کو جب کی معفرت پر ناز تہا</p>
<p>جب می تھی تو کچھ حسن تھا جلوہ گری کا کیون سب کو گمان مری اشکوں کی تری کا یہ بھی ہی نشان حرج کی بیداگری کا کیون غم نہ سلا دی مجھی پیرانہ سری کا قائل ہوں کیا برق تر جلیوہ گری کا غل صبح قیامت کی کیون جلوہ گری کا خود آنکھوں ہی دھوکا ہوا اشکوں کی تری کا</p>	<p>سشیشہ تو ابیا و ترا سو آ جا پیری کا پانی ہی چرا یا ہوا زخم جگری کا داغ و غن جو ہی رنگ گل نیلوفر کی کا جو آہ ہی جھونکا ہے نسیم سحری کا کچھ یاد ہے ہنسنا مجھی زخم جگری کا کافور اوڑا ہے مر زخم جگری کا کچھ دل جو سپیا مری درد جگری کا</p>

نشہ میں اثر بھی نہیں سوزِ جگری کا
 خود رنگ ہی شاہدِ فلکِ نیلوفر کا
 بادہ جو پیا او کی سپنی کی تری کا
 بوٹا سی کسی قد کا ہے کب اشک میں جلوہ
 تر ترقی بھی تو کسوت سے سرخ کیشے
 امی برق کبھی میں تہی رد و صفت
 پھولوں کی رگونے ہی یا خونِ چمن میں
 کشتی کی طرح ڈوب گئے چرخ پہ تارے
 پھولوں کی ہی شاخ کی زانو چمکی ہیں
 اسی دشتِ دل کے نیکو نکر ہوں ہوا پر
 اولین ہیں صفیں ہوش نہیں ایک تین باقی

سنتی تھی مزاج آگ بگولا ہی پری کا
 زنگار اوڑا ہی مری زخمِ جگری کا
 ٹھرانہ کبھی پاؤں نسیمِ سحری کا
 نگہ ست مژدہ میں ہی عشقِ شجری کا
 انجور بندہ حاجبِ مرزخمِ جگری کا
 نکو بھی تو کچھ شغل ہی سوزِ جگری کا
 نشتر جو پڑا موجِ نسیمِ سحری کا
 دریا یہ چڑھا صبح کو شبنم کی تری کا
 کچھ غل جو سنا ہے مرنے بال پری کا
 ہوں خاکِ چالم ہی وہی جامہ رمی کا
 می کا تھایہ جلوہ کہ جھکڑا تپا پری کا

پھولوں کا یہ ہی رنگ کہ خود منہ کو دیشیں
 کیونچون لال ہوئے ناب نظریں
 لالی وہی آخر کو ہوئی حسن رخ گل
 کچھ یہ نہ کھلا میکدہ دہریں تمہکو
 صحرائی قیامت جی کتنا ہی مانہ
 جانیشی شب وصل کے کیا دل ہی بچا ہی
 گرا بلہ کوئی ہی کہی پھوٹ بہا ہے
 ہر چیز کیونچسزین ہو آگ کیل
 غل سیر کا ہے گھر سی کل آئی ہن مشوق
 یوں لخت جگر و نیم کا ہیکو ہوضیع
 پرتے ہو تو پتلی پہ قدم مثل مرہ ہوں

پیارا یہ طمانچہ ہے نسیم سحری کا
 ہر آبلہ انگور ہے زخم جگری کا
 کیا قمر طمانچہ تھا نسیم سحری کا
 تھا قلب کے شیشہ مخی خون جگری کا
 اک وہ بھی ہی دامن مرکز خیم جگری کا
 تار و نہی بھی عالم ہی چراغ سحری کا
 دل بیٹھ گیا ہے مری پیرانہ سری کا
 باز آؤ بھی مری سوز جگری کا
 جاتا جنازہ مرا یا تخت پری کا
 دل کوئی جو رکھ لے مری پیرانہ سری
 ارمان سیم نکھو کو بی در د جگری کا

ہلتا ہے نہ سر ہشی پھی جاتی ہیں گھٹین
 سبزہ کو جگہ سینہ پہ کیونکر نہ زمین د
 پتی کوئی ملتی ہی جہان کوئی شاخ
 آٹھتے ہیں لیں سہراز سے جب ہ
 ساقی کو ششیون ہشیار ہوا پنی
 کیون سر کی بقیہ کی گری ہوئے تڑپا
 سنا ڈونڈیں کہتی ہیں ہجر کے عاشق
 سر کی ہی رو آگئی کوئی ونسی یہ کدے
 بزرگ گل تڑوٹ کے تے ہیں زمین پر
 دل گل کی طرح چاک ہو سبز کا چڑہئے ہر
 طبائیگی یہ صبح بھی شتر کی سحر سے

ڈھلتا ہے یہ منکا مری پیرانہ سری کا
 اوتا ہوا پھا ہا ہے یہ زخم جگری کا
 کچھ طرفہ اثر ہے مری بال مری کا
 آنکھوں میں مزا آتا ہی درد جگری کا
 انگور پٹھے کا مرے زخم جگری کا
 دن ڈھل نہیں چکنا مری پیرانہ سری کا
 جاتا ہی ہوا و نہیں کہیں تخت پری کا
 سونا ہی جوانی کا اور اس ہجری کا
 اشد اثر یہ مرنے بال مری کا
 کاٹنا نہ چھٹی موج نسیم سحری کا
 دن طویل کریگا مری پیرانہ سری کا

کیون سنیک ندین آبی ہر بارتیکے	ضرہ نہ کوئی تاملی در دجری کا
کافور کی بو کو تو ہوا آکے سنبھالی	ہات ایکے پکڑے مری پیرانہ سری کا

غزل	یہ رنگ شکستہ سی صد آتی ہی مآھر	شعر ۸۱
	ٹوٹا ہوا دل ہی مری پیرانہ سری کا	

روایت بار

بی کرن کیا میر جان چراغِ آفتاب	کو لپٹیں چھوٹیں تو دیکھو سیرِ باغِ آفتاب
ای فلک مستوئے کھنکھارے چراغِ آفتاب	بال ہی انکی نظر بہرِ ایاغِ آفتاب
کیون شوقِ گون ہوئے بگِ حسنِ باغِ آفتاب	ہیں شعا عین موجِ صبا ہی باغِ آفتاب
ای نہ صانع رہی صنعِ چراغِ آفتاب	دست کاری ہی کنگی گل ہی باغِ آفتاب
کسی نظیرِ تہِ خُجّو چراغِ آفتاب	بالِ پرنسیسی رسا آخرِ ایاغِ آفتاب
صبحِ صلت ہی تھم دیکھو ایاغِ آفتاب	پھول کو چھوٹی کرن کی ہی باغِ آفتاب

یہ سمجھ نہ کری کرن سے جب دماغ آفتاب
 مست کیوں ہوں اپنے جو یاری سرائے آفتاب
 اب کسی سے کیا ملے گردون برائے آفتاب
 میکشور و غل ہو کیا شکل ایسے آفتاب
 کیوں نہ شب جا کر ہو تنہا چرائے آفتاب
 چشم میگوینے وہاں عکس چرائے آفتاب
 کیوں شفق گون ہو نہ دریا صبح آسمان
 یہ سمجھ کر ہو شعل صبح پر نازان فلک
 دل ہے آئینہ تو ہو یوہین شریک حال غیر
 شوق کی نظروں سے مستوں کی بچا اس کو فلک
 یاد آ یا جب شفق کی سیر میں دریا اونہین

خانہ زادوں ہی کو ناخانہ بارے آفتاب
 دہو پیل پی ہے کہ چہلکا ہے ایسے آفتاب
 ہین شعاعین انکی قرآن شہم ایسے آفتاب
 جام جبے گا کہ خالی ہو دماغ آفتاب
 دو چشم مست کا دور ایسے آفتاب
 اب کسی سے کیا ملے آنکھ بے ایسے آفتاب
 بچی نظیرن ہی تو دیکھیں سیرے آفتاب
 ہین فیتلے لاکھ اور اک ہے چرائے آفتاب
 جس طرح ہے سینہ دریا میں دماغ آفتاب
 آنکھوں آنکھوں میں بیجا بین ایسے آفتاب
 بنگے خط شعاعی نہر بارے آفتاب

خسرو آدمی ہوں، یہ ادنی سا وقار	سر پہ رہتا ہے مکر تاجِ ایامِ آفتاب
ساقیا بونستہ ہے تارکِ نظر و بینِ جان	کاسۂ سیرینِ جلادے اچیلِ آفتاب
میکشون تک صبح سوئے تو بینِ تاشعاع	سلسلہ پا کر نہ بیجا میں ایامِ آفتاب
کیون نہ چہ چائے نگاہِ خلق سوئے میکشو	شکوہِ منجنا نہ میں جلتا، چہ چراغِ آفتاب
تیرہ شبِ مئی حقیقت میں نہ گرا یامِ دہر	آسمان پر نہ کو جلتا کیون چہ چراغِ آفتاب
نہراؤ مکی نگہ پر کیون نہو سیرِ شفق	کچھ نہ کرن ہو لٹتی ہو حسنِ باغِ آفتاب
گو دیکھا لونج کہ نہ دنیا میں امیدِ شکست	ہی خطوطِ نور سے پر ہو ایامِ آفتاب
کیون فلک سپہی باندہ سیرِ عالم میں نہیں	شکوہِ چہ چائے جلے نہ کو چراغِ آفتاب
کس نگہ سے شرم و صبحِ شفق گون تک گئی	بن گیا اک گلِ سنگِ حسنِ باغِ آفتاب
اک تہین بایا جہان بھیر میں اس میں	جب ہوا جو یا فلک لیکر چہ چراغِ آفتاب
کیون بخار دل نکالی اشبِ نعت نہ چرخ	لکھ گیا ہر صورت وینا درِ آفتاب

صاحبانِ غمِ دینِ دینی بن غیرِ مکر و ہی غم
 انجیلِ چرخِ لینی آئی ہی فرقت کی شام
 ہی غرضِ اتنی شرابِ شین سی سا قیا
 فیضِ پاکِ کرکشی اوستاد اپنے نہ کر
 میری داغِ آتشین کسی نہ تو تاخِ فناک
 عزمِ رسوائی سی میری آسمان رسوا ہوا
 صفا ہی دل تو غیرِ سببِ حاصل ہو فروغ
 آج تک سرعتِ چلی آتی ہی ضربِ حقِ مین
 غمکہ ہوتا نہ گر عالم تو ای گرد و دون
 طبعِ نورانی مین جو یا غلبت کا نہو
 اتنی جلدی مست میکہ یمنِ صبحِ دم

جسطرحِ آئینہ مین ہو کس داغِ آفتاب
 دفنِ کہ دھی صحرے دینا داغِ آفتاب
 وہ چڑھی نشہ کہ جو سینکے داغِ آفتاب
 نورِ شش بہر ہی گل ہو کر چرخِ آفتاب
 تھر تھرا تا اس قدر کین چرخِ آفتاب
 اک لگا دہتا شفق کا ایک داغِ آفتاب
 ہی چراغِ مسکنِ دریا چراغِ آفتاب
 ابر نے اک دن چپایا تھا چرخِ آفتاب
 کوئی تو کتنا کہ ہنستا ہی چراغِ آفتاب
 تیرگی کیسی تہہ پائی چراغِ آفتاب
 تہا ہی ستہ ہی مین عکسِ آفتاب

ناز کی ازکی جو ہوتی تجھیں تار شعل
 حسن و نکا گر لگا دیتا نہ وہ ہا فلک
 گر بہار دہر کی کچھ اصل ہوتی فلک
 جب زرخیم بخل چرخ کو اتنے ملین
 شام فرقت کا اثر ہی ای فلک سیا غروب
 ہونین زند آسمان پونچھو نہ گرتی موج
 نام جبکا وہ کری دشمن بھائی و کو کون
 میری عالی مہی سی نیلک کیا ہے بعید
 کی نہ شرکت سوز دل میں ایک غیر شعل
 دل جلوئی کب نظر پڑتی ہی حسن بانج پر
 جسمین و ہبا لگا دیکھنا پھر چھپتی ہوئی

چوٹ پڑتا ہا تھسی سو بار باغ آفتاب
 جا کے شبنم باغ سی ہوتی نہ داغ آفتاب
 گلشن ہو تاکسیدن چرخ آفتاب
 شب کو خور کیون نہ دنیا داغ آفتاب
 تیرگی ملنی مہین دیتی سراغ آفتاب
 میری ہونٹوں نکا ہی تجا لہ باغ آفتاب
 روز دریا میں بھی جلتا ہی چراغ آفتاب
 نشہ گر چڑ بکر کری سیر داغ آفتاب
 رشتہ داروں ہی تھا کہ پھر داغ آفتاب
 دل میں لاکہ کھپا ہو لگ داغ آفتاب
 آسمان ہوا کری دریا میں داغ آفتاب

ساقیوں کا گلے کس کی ہونے کا نام سحر
 سوزِ دل کیون نہ گزیرے زندگی کی دن مر
 کیون جا مہ سہی ہر ہونہ نامی رشتہ
 شب کو زیرِ خاک جانا تا تو ہو مٹا خاک
 آنکھ اوٹھا کر بھی نہ کیا اک حسینے انگلیک
 حیف انسان ہو کر تو لوگوں کی کھول
 ہوز میں سب ہی تہی قسمت بادہ کشو
 کیون جلوں گرمی سی می کی نیشل و چرا
 ہر شمعِ عین بائیکا ہو نہیں چلی تہی صبح
 یہ ہم کو نرم میں باغ کو آنے دیکھے
 گو ضعیفی ہوئی نہ ملادین مگر امی آسمان

کر گیا جب چشم پوشی خود ابلاغِ آفتاب
 کھو لکر آنکھیں جو کیا تا تو داغِ آفتاب
 موجِ مخی دہی ہی ہر داغِ آفتاب
 اک اندھیری قبر میں جلتا چراغِ آفتاب
 کیا بنا تھا خاک سی میری ابلاغِ آفتاب
 اوڑھے دہن میں جہاں خاک داغِ آفتاب
 گر ملا نہیں تو غالی ابلاغِ آفتاب
 میں نہ ہوں ہول بے لب و لہجہ ابلاغِ آفتاب
 دستِ نازک کس کی ہی ابلاغِ آفتاب
 بوسہ لینے لگا آیا ہی ابلاغِ آفتاب
 دل بچی میرا تو مجھ جہاں چراغِ آفتاب

دفن بر فراغ هونی بی گلی گیسوی شب
 بیغمی بن بر فراغ پیمایستی اشو قمین
 آفرین ستونکی دم بھر نیکوای تار شعاع
 کیا کمون اوج کرد و رکودین ای باد کشو
 روز و شبی گردش نو کیو بند و آنکھ خون جا
 دیدی اینی دست نازک سی محبتی ای شعاع
 آنی فلک دفن شب بخت کا دیکھا کچھ اثر
 دیدنی پھر روز و شب تی مراد تی سرا
 میکشی کسی فلک و سچ تم میگوئی قسم
 در در انجم تک پنچوڑ اجذب سنی صبح
 چار آنکھ میں کہی بن میکش تو ہی لطف سحر

کے ہاتھوں کا کشتہ تھاجراغ آفتاب
 صبح ہو چھوٹا شفق جھلکی ایاغ آفتاب
 کچھ تو کھینچ آئی ہی صبا ہی ایاغ آفتاب
 گرد و غم بھی تو ہو دودا یاغ آفتاب
 دو چشم مست دور ایاغ آفتاب
 گر نہیں ہاتھوں سے تم سکتا ایاغ آفتاب
 زنگ لودہ ہوا دینار داغ آفتاب
 ساتھ آنکھوں کی اگر پھر تا ایاغ آفتاب
 آنکھ بھر کر بھیج دیکھا ہوا یاغ آفتاب
 خاک میکش سنی ہاں کیا ایاغ آفتاب
 چار گوشہ میں جہاں کی چار یاغ آفتاب

کچھ صدائی رجمہ مطلب ہی سمجھو کشتو	کان ہر تباہی فلک قہر ایغ آفتاب
کیون صد اعدائی پر پستون چوٹ	کیا بجا کر برق نی دکیا ایغ آفتاب
کیون شعاعوں کو نہ راہ لے کون اے میکشو	یہاں ملین ملکین ہاں چلکا ایغ آفتاب
دیکھہ انگشت شعاع ہی چرخ اشاری کو سمجھہ	ہون مین ہی مین حق ایغ آفتاب
ای شفق مجھ کو تری غمی ناحق کی قسم	دل مجھ ہون مین کیونکا چرخ آفتاب
دین ساغر کانیں سنی کی ہی شتاق مین	آنکھیں بھی پھوٹیں اگر دکیا ایغ آفتاب
کھدی دیم توڑتی مستون لے تار شعاع	بال بھر فرق پر اب ہی ایغ آفتاب
دھوپ تنوں کی طرح گھٹ بڑھتی ہے	آسمان پر کیا لچکنا ہی ایغ آفتاب

غزل ۲۱	با پڑین ماہر عجب کیا مست بہی شاع	شعر ۴
	ہاتھ بھر کی فاصلہ پر ہی ایغ آفتاب	
	روایت بای قاری	

جس بلند اپنا ہونا نام و نشان آپس آپ	بنگیا مثل جلابون کے مکان آپس آپ
کیون نہ ہو سکو ترپنے کا گمان آپس آپ	سنگیا ہے مری تربت کا نشان آپس آپ
برہمی کی نہ کوئی بات نہ باعث نہ سبب	بگڑی جاتی ہو کچھ ای جان آپس آپ

غزل ۳۲	نام لین پیاس کی کیا زخمی تیغ الفت	شعر
	مغصہ سے فواروں کی نکلی ہر زبان آپس آپ	

رویت تائی فوقانی

کون بڑھ سکتا قیامت ہا قد و بلجوی دست	ایڑیوں تک کے آخر گئے گیسوی دست
اسل واسے قتل ہوتا ہوں تہن زانوی دست	لیے جلتے ہیں بلائیں منھ کی خود گیسوی دست
ہی یہ حسرت قتل ہوں تو یوں تہن زانوی دست	لوٹی جاتی ہوں منھ پر فرج میں گیسوی دست
یوں جہ کا دوج میں ای سخت جانی رومی دست	حلق پر خنجر ہوا و خنجر پہ ہوں ابروی دست
اُن رکھڑ بول او تر آئی شیدہ روی دست	میری نظروں سے جو آئینہ نو دیکھا سوی دست

اُف رُجُزِ بِل مری خنگی ہر خمی دوست
 کیا خبر کل کی کہ ہوا انجام سر چڑھنی کا کیا
 مردم آبی پیسنے خود گردش گرداب میں
 انتہا ابے گئی امی سخت جانی رسم کر
 سخت جانی ہی فرا دیگی ہماری قتل میں
 دستِ قاتل کو کان بدیدی کہتا ہوں یہ خود
 ایک ہی گوش میں گزری صق خنجر کی ہار
 نام سے خط کی نظر آئیں لگی رخ پر نگاہ
 مجھ پہ تیار ہی تھی قتل کرنے کے لیے

وٹھوڑتا بہر تار ہوں اوس کو یوں بھگو بوی دوست
 آگے ہیں اڑیوں تک آج ہی گیسوی دوست
 بازوؤں کی پھیلان چہرے آئیں سوی دوست
 بڑگی خنجر میں ہی بل صورت ابروی دوست
 حسن بڑجائے گا جب بھی جائے بازوی دوست
 ایک گلاب ویراے قوت بازوی دوست
 جوم لیتا میرے جانب سے کوئی بازوی دوست
 اس قدر آنکھیں جا کر ہیں دیکھا سوی دوست
 حسن یہ ہی چھ گئے خود سے بازوی دوست

غزل ۳۳

حسن اور تابش ماحر خلاف عقل ہے
 شانہ کے کھینے سے کتنا چڑھ گئے بازوی دوست

شعر ۲۵

روایتِ حاء

گھریل سی گرانہ ہمارا کسی طرح	تن کو ضرر نہ اٹکنوسی پہونچا کسی طرح
افت کا تھا طلسم نہ ٹوٹا کسی طرح	صل روح کا ہوا نہ مٹا کسی طرح
دریاسی ہی جام نہ چھلکا کسی طرح	دل علم ہی بھرا نہ ہمارا کسی طرح
شیشہ یہ سنگ سے بچ نہ ٹوٹا کسی طرح	پہونچا بتوں سی دل کو نہ صدا کسی طرح
کھلتا بہار میں بھی غنچا کسی طرح	گرد گرفتگی مری پاتا کسی طرح
لنگری ہی رکا نہ سفینا کسی طرح	سن باز مصیبت پہ نہ ٹھرا کسی طرح
اولٹا کبھی ہیگیا نہ دریا کسی طرح	پسیاؤن آنسوؤ نکویہ امر حال ہی
دن کو بھی آفتاب نہ ٹکلا کسی طرح	ظاہر ہوانہ دغِ تنہاں و شیب بھی
بدستگیر پاؤن اوٹھا کسی طرح	مثل عصا تماکیا میں گنہ گاہ دہریں
اوتر کبھی نہ چڑھکے دیریا کسی طرح	چشم لیکن دل سی ما آبِ اشکِ غم

چاکلہ طرح کرین کہ پھٹی جسطرح غبار
 بوجھ سخت جان کو غم نے پنہور تمام عمر
 کیون فراطع صفت نہ زمین گیر مین ہوں
 ولین رہ سکیگا کہی آبِ شکِ غم
 کلم اٹک نیریون سے ہوگی تری چشم
 حیرت ہی آنسو لہنی ہوا سوز غم نہ کم
 ہندی مین آشنائے لکھنؤ پین ہوں
 اہی بخودی مزہ کی ہوتی جو مجھ کو یاد
 چنبر کی طرح سوز درون نی کیا گھوم
 بعد فنا ہی نظر و نمین صوٹ رہی مری
 گرم سخن قیاسے ہوتی وہ گر نہ وہاں

وحشی جو بائین امن صحرا کسی طرح
 پتھر کا تھا چویشن بگڑا کسی طرح
 اوٹھتا نہیں ہی نقش کھنٹ پا کسی طرح
 کوز مین بند ہو گئے دیا کسی طرح
 صرف جناب ہو گئے دیا کسی طرح
 آتش کو آب نے نہ بجھایا کسی طرح
 دریائے دامن موج سی نکلا کسی طرح
 کانٹا سا دلین پھر نہ کھٹکتا کسی طرح
 چہرہ پہ کوئی زنگٹ ٹھرا کسی طرح
 وہ نقش ہونجی نہ بگڑا کسی طرح
 بیان دل کا ابد نہ تکتا کسی طرح

ای صفت درد و سس میں کیا نیکیا بہن ابر	منہ برسا آنسو و کا جو اوٹھا کسی طرح
چین چین کو محو کردن کی طرح سی بین	مٹتا بھی ہی نصیب کا لکھا کسی طرح
اچھا ہوا کی جودل سی ملا نہ دل	بچنا نہ لڑکے شیشہ شیشہ کسی طرح

غسل ۳۳	رونی میں گر غم کو تو ماہر اعرج	شعر ۴۲
	ورنہ غبار منہ میں اوٹھا کسی طرح	

ہی تکرار کسی دل میں مجہد کی طرح	ہر نفس ہی بیان غبار آلودہ ہر طرح کی طرح
تیز دم کیو نکری ہی ہمیشہ خجہ کی طرح	جان سخت اپنی ہی تیغ غم کو چھری کی طرح
سوز غم سی ہی جگر بی دل ہی غلو کی طرح	سینہ ہی مجھ تو آہیں دود مجھ کی طرح
ضعف سے کسو بہا ہن لاغر کی طرح	چوٹ بجا بچھول سی گتی ہی تھری کی طرح
فرش خاکی پر ہی کیسے سبز کی طرح	فقر میں اپنی گذرتی ہی تو گر کی طرح
تیز تری تھری سی وکی میں لاغر کی طرح	زیر تیغ خامہ کیا خطا مسطر کی طرح

سوزش غمی سراپا ہوں چھو ابرو
 سبزہ عارض نہی دیکھیں حضور
 ہی خوش فصل گل کی محفل ہی باغ
 ابرو نیسان طبع ریاض غمیں اصم
 صاف میں ہو گیا قلب صفا کو کھسکا
 فرقت جان میں آئے نہ کو کیوں خرد مرا
 موج اشک غم میں نا اطل آہیں میں سلم
 ضبط گر میں ہی مجھ ضبط جو تر نظر
 شمع داغ ہجر کی سوزش آتش میں اگر
 ناتوانی میں تم ڈھاتی ہی ہ سرد اور
 تہادہ لاغر دیدی او کی جو کچھ پانی پھرا

ہی ہر اک موئی بدن ہی بکڑا شکر طبع
 آئینہ میں عکس خط رجائی جو ہر کی طرح
 شمع کا شعلہ شگفتہ ہی گل تر کی طرح
 دہن ہی شل نہ مضمون کو ہر کی طرح
 آئینہ گر ہی آئینہ کد کی طرح
 یا بگل گردالم میں ہے صنوبر کی طرح
 ہی غبار دل ہمارا گرد لشکر کی طرح
 موجزن میں اشک آنکھوں میں سمندر کی طرح
 پر سمندر کی حلین پر داکے کی طرح
 کرتی ہیں آنکھوں کی نسویم تھکے کی طرح
 تب ہوا میں تارا اشک دیدہ تر کی طرح

فکر میں باریکی مضمون کی چمکا ہے یہ
 دل گرفتہ کی بات ادا اٹھا کر چین
 رہنا سمجھتے مجھے بلا غرور کیوں اہل سواد
 میں وہ سالک مومن چلا ایسی دھڑل
 سختیوں کی کوفت نے مشکل توڑا دل مرا
 کون ہی بحر ہائے چین مراد شبنم نہیں
 صاحبِ غرت سجدہ دیکھا گردن آسمان
 زندگی سچی زخمِ مبین رکھو غزلش
 ہوں وہیل گرفتار عشق گل دم بھون
 سامنا بیا دیو کا ہی تھو کہ میر زار
 ہا تو انی فی سبکدہوت یہ میر کیا

کاسہ زانو ہی پر ہو کاسہ سر کی طرح
 کھل گیا دل بند اشک پیرہ کی طرح
 صفحہ عالم میں ہوں خطِ سطر کی طرح
 لیگے رہن مجھی منزل پہ ہر کی طرح
 یہ وہ شیشہ تھا جو ٹوٹا ہی تو پتھر کی طرح
 تھنہ خون موج دریا ہی سخن کی طرح
 آبر و غلطان کر گئی مجھ کو ہر کی طرح
 دلی پھوڑا گھوڑا گھٹان ہی نہی کی طرح
 خود کھینچ آئی بوستان بو گل تر کی طرح
 جبس تہ کو اوڑائی آہ صرصر کی طرح
 لیجلی بادِ صبا بوی گل تر کی طرح

دلو اپنی صاف کر تو کبھی شکل آسنہ
 خسر و ملک جنوں تاج زر سخی غرض
 اضطراب لگ گیا جب قتل قاتل فی کیا
 یاد بحر حسن میں دیا جو فرش خواب پر
 خود بخود پہنچ گیا اون تک میری بی کمال
 دوستوں نے بہرے آہ سر میری جان لی
 خانہ آباد کیے نظ کو ہم نے دلا
 کیون نہ اونکو بزم میں اک زبان کشتہ
 شورا گیزر دو عالم کیون نو میر کلام
 کونسی سبکیں کا ہی بڑا خیشکی میں تباہ
 معین مثل ہی بی آب ہیں ساری طہان

خلق میں شہرت ہو تیری ہی کھ کھ کی طرح
 داغ سودا میری زیب رہی فسر کی طرح
 رحمتیں خنجر نے دیں آنکھوں میں مگر کی طرح
 تر ہوا بستر مرا پانی کی چادر کی طرح
 خط شوق اڑ جا گیا میرا کبوتر کی طرح
 شمع کی پروا بھی دشمن تھی صرصر کی طرح
 ہیں مکین گویا معانی بیت گھر کی طرح
 ہیں بغیر شعلہ شمعیں جسم بیسیر کی طرح
 تر زبان ہو غلین زبان موج کوثر کی طرح
 جسکی غم سی ہی تلاطم بحر میں بر کی طرح
 ہر حجاب بجز ہی ہی دیدہ تر کی طرح

۹۸

کشتی طوفان رسیدہ فرط غم سی ہین گردھانا باغ بلبل کو کبھی جوش بہار	جوش زن سہ رکہ دریا بہین کس طرح غنیہ منتقار بھی کس لٹا گل تر کی طرح	
غزل ۳۳	بیچھے بیچھے لاشک ہین ہر جوش کار و بار آگے آگے نالہ دل بھی ہین ہر کی طرح	شعر ۲
آئے جائے دم تو ادس لیا شایل کی طرح خار ہائی دشت کے کندہ لکینگی کب خبر	دل دہل چھی تیرہ بالا ہو محل کی طرح آلبے بھی پیچھی تھی ہین ہری دل کی طرح	
غزل ۳۴	روایت الرا	شعر ۲۲
نشان اوہنین کے نظر آ رہی ہیں ہر پر یہ اونسی آنسو کتنا ہی جوش جو ہر پر ہول تل اور ہی جو سن قد دل پر عوض کا خوف طاری ہے دہر سنگر پر	تڑپ کے جان گونج جو دی تھی خنجر پر نگہ رہی ہی کہ جس نشانی ہون تھیر پر کہ فاختہ بھی ہی طرہ سر صنوبر پر ہو ہی ہین قطرہ خون ایک دل جو خنجر پر	

میں بھی عشق سی ٹال ہوں قد و لہر پر
 ہنسی کا نام نہیں پر بھی سبجا تہور پر
 اگر اسکا بوجھ ہو کچھ گردن سنگر پر
 وہاں ہی سنگین نظر آب پر نہ جو ہر پر
 سزا تو پاسیے تھی مجھ کو خط کے لکھنی کی
 میں اونکی بات کا وصلت میں کیا بر لیاؤں
 میں میں عیش کمون کیون نشہ می کو
 شب فراق ہی گھر سائیں سائیں کرتا ہے
 مضائقہ نہیں جھولی صبا کی بھی بھردو
 گواہ اسپہ بندی نالہ ہے شاہ
 کچھ آج اور ہی آرام خاص کی ہے ادا

نہ دلو کھوئی نہ قمری گری صنوبر پر
 بھم جو لپٹی ہوئی گل پڑی ہیں بستر پر
 سمت کے خون مر قطرہ ہی نہ خنجر پر
 میں نہیں ہا ہوں کہ خنجر کھنچی میں خنجر پر
 اوٹھوں نے پیری دلی و لٹی چھری کبوتر پر
 جو لوٹ لوٹ کے اتناک بھی ہیں بستر پر
 گرا بھی اٹھکے کوئی مست گرتو ساغر پر
 بغل میں منہ کو میں ڈالی پڑا ہوں بستر پر
 ملی دلی ہو کچھ گل پڑے ہیں بستر پر
 اوٹھا لیا تھا کبھی میں آسمان پر
 گلو نہیں دل ہی ہلا ہی مرا بستر پر

مین ہی شب قیامت ک فقط بیدم
 غش آئے کیوں انہیں کم سنی مین ذبح کج
 ہوا یہ رنگ ہستی بنے جو حسین
 اخیر شب کو بالکل نہ تاب حسن ہی
 جو باہیں ڈالنا گردن مین سے کیے تھی
 شراب چلتی ہی یہ میکڈ مین نگا ہوا
 ذرا سے مین تہجج کسکے کھنکھن مین
 سلاستی لڑیں ہی وراو سپہین سٹوین
 لبوں سے اونکے جو ملکر پھرا ہی محفل مین
 یہ جکاسن پھر خلی ہی طلب اونے
 ہوا ہی سر دین بام پر جو آئیے

شکن بھی صورت نیت پہر ہی بستر پر
 مرے ہو و نکالو دوڑتا ہی خنجر پر
 ہزار ہاتھ پر بڑھکے ایک ساغر پر
 سنبھل سنبھل گری و سس بستر پر
 پھول بھول سی لٹی پر پڑا ہی بستر پر
 وہ لڑکھڑاکے سب پر گرایہ سلو پر
 فلک پہ خیم مین جگتو مین اونکی بستر پر
 کہ اپنے فریق مین کہ پر بستر پر
 دھڑکے ہی پیار شمشیم بھی منہ کو ساغر پر
 جو پر سی پھیرا ہی چھری کبوتر پر
 بلایں لین مر دے لے گلوں نے بستر پر

جنوں کی جوشین کھلتی توہین مری فصدین
 ہوا بند ہی ہو یہ دھولت میں میر باتوں کی
 کہو یہ قمر لوں دل میں کھوئے بچھاؤ
 گلوں کی ہاتھ متکر جگر پہ آئے ہین
 بہا راتی ہوئی اہین کی ہے کہین
 گران ہی نہ رویو کو وہ ہی داہمی
 اوسے لڑی شر آج تک نکلتے ہین
 سوا بتوں کی نظر رنگ زرد کی ہوئی
 وہ بنکے آئے آیا ہے سامنے بکے
 اوٹھے نگاہ کہ ہم دیکھنے سی باز آئے
 نموجس سی ہو حال قدم کو دیکھو نہ چوٹ

لہو کی دہاں شتر پڑی گئے شتر پر
 وہ لوٹی جاتی ہین گل سنہیں ہی ہین شتر پر
 نہ سامنے مری کو کو گرین صنوبر پر
 وہ پیاری پانی ہی کی سیکی شتر پر
 کہ رہی ہین کیخچان گل کے شتر پر
 پھر ہے رو کے جو پانی ساجسم لاغور پر
 کبھی جو سن کی کالی گری تھی پتھر پر
 طلا کا کھلتا ہے کھوٹا کھرا تو پتھر پر
 جو پانی پڑ گیا تا تربت سکندر پر
 کھنچے جو دار پہ آئے دہا کی گھر پر
 بکھل کے ملتے ہین آنکھیں شتر ہی پتھر پر

سلامتی کی طلب ہے تو گھر بنائے رکھ	فلک کراہی شکستِ صدف سے گوہر پر
کو نسیم سے چھو لو نکو اک طرف کر دی	ستاری ٹوٹے لوٹنگے اونکے بستر پر
ستاری ہی سہمت ہیں ادنیٰ ہی حین	بچا رہے جاتے ہیں جہنمِ جہاں دلی بستر پر
نسیم چل ہی ہی بھر رہی ہیں تازہ	ملا رہے ہیں اشاریے پھول بستر پر

غزل ۳	نمود کی مٹانی ہیں سخت دل مآہر شعرِ نغم
	شمر کر ساتھ ہی ڈرتی ہو خاک تھپہ پر

	رویت اللام	
--	------------	--

دشمن کا دل جلا کے بڑھا اعتبار دل	جوہر بنا جو تیغ کا نکلا بخار دل
کب قید بند دل میں ہی میر بخار دل	پکڑی ہی آسمانِ زمین دیا ردل
وشمن سمجھ کی آئین پی کا زار دل	ہی ہر دم دو نیم مراد و الفکار دل
کیون سوز غم میں نہ ہو بر حال زار دل	سریچ شعلہ نفس تا بدار دل

تصویر رنگ آدہ ہون کیو قرار دل	رو کی ہی دوڑتی ہوئی کھو قرار دل
سب سے سب کے کچھ نہ کرو اعتبار دل	تم دلیں ہو ہی ہی ذرا سا قرار دل
نکلے دھوئیں کی لگی ہماری شرار دل	یوہن سہی نکل تو گیا کچھ نہ رخسار دل
ہر گام پر ہی چال سی اون کی فشار دل	ہیں نقش پائی راہ کہ میری مرار دل
ہیں صاحب میری زیب کنار دل	پردہ نہ اوٹھکی چھوڑ دینو کنار دل
کہتا ہوں نذر دیکھم حضور دل	لے اپنا دل دیا ہوا پرو کار دل
کیون دل کی حال نہی سمجھو نہیں اپنا وقت	ہر اہلہ ہی ساعت یک غبار دل
یہ کہے میں نے پسند کیا اون کی گود میں	دل ہی ہی لی جسکو میں اختیار دل
دل کچھ گیا ہی سینہ میں اک طرف	خون دوڑ دھو پھینکے کا بار دل
اسی خم قلب اتنی امید کو کیا کروں	ستون ہیں ایک ہی میرا مزار دل
مفلوک آبلو نکو جگہ دلیں کیون نہیں	سمجھے ہیں جام نقرہ کال عیار دل

منہ کھل گیا رگوں کا بھی فریاد کیلئے
 اوزکا تو ذکر کیا کہ مجھے بھی خبر نہیں
 دنیا کی حد کو چھو دین جتنی ہن اہل دل
 پیدا ہوا اسی سنی من کے طبق تمام
 کہتا ہوں تار دیکھ کے فرقت کی شکوین
 مثل نسیم آئے جو وہ ورسوز جان
 ہات اونکی آگیا ہی جنہیں درد چہ نہیں
 شبنم لہو تک آئے فلک کو مل پٹ گئی
 دیکھو مژہ پہ آگیا ہوشکستہ ال
 کیونکر نگاہ نازنہ اب سچ میں پڑے
 اسی بخودی نبی ہی مری بان پر یہ کیوں

تربت میں سیر کیا تہ ہوا یوں فشا دل
 کچھ یوں نکل ہی ہی مری جان دل
 تڑپو نگا میں ہی ساتھ کہ ہی احتضار دل
 بیٹھا ٹھہر ٹھہر کے جو میرا غبار دل
 اللہ تافلک گئی میری شرار دل
 تاروں کی چھاؤں بنگی میری شرار دل
 دل کی خبر لائے مری پرورگار دل
 یہ ضطر اب خاص ہی کیا قرار دل
 کانٹے کی سی کھٹک ہی دم احتضار دل
 افشان سی لڑ رہی ہیں مری شرار دل
 ہی تو نزع روح ہی اور احتضار دل

مٹی عجب بنیں دل مردہ کو اب ملے
 نکلی جو شل شیشہ ساعت تو خوش ہوں کیا
 ناقد ریون سی پیر ہئی تی تو خوب تھا
 یہ بھی خدا کی شان کہ جو چاہو تم کرو
 لے لے کے کروٹیں ہی کتنا ہوں بھرتیں
 جس رگ کو جانتی تھی رگ گل سی نرم ہم
 مالک نکل کھڑا ہوا بگڑی سب تنظیم
 اوس دل کے آبلے در غلطان تمام
 جس دل میں خج دہو کمزراکت سے پھیر دی
 رُک رُک کی اشک بتی ہیں ہی میخودی سر
 اشکوں میں ملائی انکھوں سی آخر نکل گیا

ایسا ہی کام ہی جو اٹھا ہی غبارِ دل
 دل سی نکل کی انگاد دل میں غبارِ دل
 کدہ کی کوئی آہی امید وار دل
 فخر جو ہوا و سکون اخیار دل
 دلو ہوا ہی کیا مری پروردگارِ دل
 کاٹا دی ہی ہی دم احتضارِ دل
 پوچھی سقرین کچھ جو ہاری شرارِ دل
 جس دل کو تھی مری خبر اتشارِ دل
 تمپر تمہارا بوجھ بھی ہی ناگوارِ دل
 کیا جانیں اضطراب یہ یا قرارِ دل
 یوں دوڑتا تھا خون تھا جیہا دل

دشمن تہی جنگی تم نہ رہیں جس تیر پہ اب
 فرما دو قیس شہسختی سچپی بچا کے جان
 نکلی دھوانِ دل ہی شب ہجر کس طرح
 احسن آفرینِ دل پر آبدست تھے
 باقی رہی نہ فصلِ مِلانِ سمان کا
 تنکا اوتار نیلے چوہان سی دے
 خاک و ڈر رہی ہی ہر مین پوشِ فلک
 پتلی مین آخر آگئی اوسکی شبیہ سی
 دشمن نے دکھ دیکھ جو دئی خود ہوا ہلاک
 پھٹ جائیں دفعۂ متق گرد کی طرح
 لو خوش ہو غم کا سر مین ہی ہو لگا گزر

دیکھو لٹا ہوا بچی کبھی تو دیا ردِ دل
 کھینچا جو مین نے دائرہ حالِ زارِ دل
 شیشہ کو توڑتا ہی ہمارا بخارِ دل
 اتنی دلوں مین اک کو نہیں انتشارِ دل
 بیٹھی گئی اتفاق سی میرا غبارِ دل
 وہ دل کس طرح سی کسی دل کا بارِ دل
 کیسا بقدر شیشہ دل تہا بخارِ دل
 اتنا تو تھک دیکے کیا انتظارِ دل
 دوزخِ ملگے تو ہوئی ذوقِ فقارِ دل
 شیشو مین بند ہو جو ہمارا بخارِ دل
 جاتی ہی آسمان پر زمینِ غبارِ دل

مٹھاؤں اپنی جا پہ کھونٹاں لکھیں پا
 مانند نقش پا تو زمین گیر کر دیا
 ملکِ قباہی چھوڑ دین اہلِ فناء تمام
 ہوتی اگر زبان تو یہ کہتا دمِ ازل
 اب کیا دکھائیگی تیغِ نفسِ بے شرم
 اس کہنی کو فقط گلِ بازی بنا وہاں
 کہتا ہوں موجِ شکی خدا سی دمِ ازل
 شعلے زبانِ بے گناہ فریاد کیلئے
 کس کو کس نے مین و بیچھائیں کیا کرین
 سو فارتیر آتی ہیں مہنتی و دہر پھر
 کس تشنِ جمال نے دیکھا تھا حسن کو

مابوت جب وٹھی کہ کسیکا ہوا دل
 لاشہ بھی وٹھنی دیگا ہمارا تو دل
 جائی عدم میں گرمِ راختہ غبارِ دل
 دل تو نہ لونگاہی مری پروردگارِ دل
 ڈری ترش ترش کبھی بہنِ غبارِ دل
 بیان ہی نہیں تو ہو گا کیا اقبالِ دل
 تڑپا لے دل ندی مری پروردگارِ دل
 دوزخ میں جاگری جو ہمارے شرارِ دل
 مجھ کو ادھر ہی شرع او دھر احتضارِ دل
 منہ کو کبھی لگا تھا جو خونِ شکارِ دل
 جو ہر نبی ہیں آئینہ کے خود شرارِ دل

میں تو بستر ہوں چین مجھی طرح نہ آئے
 مٹھی سے زر کو پھینک کے کہتی ہی ہر کلی
 ہوتا ہی عیب ہی کسی طبع میں جاکے حسن
 مرتے کے ساتھ کوئی ہی مڑتا ہی دھڑن
 جو ہر ہر آنہ کی پھر میں چونکی طرح
 شب نیم فلک سے حلق میں ٹپکا رہی ہی آب
 غلطان گم رہوں نہ کف دست پر
 اسی سجدی خیال تو آتا ہی یاس میں
 میں سہل تپان ہوں عروق و عکرا و دیر
 کافی تمام شر کے مجمع کو ہے وہی
 کہتا ہوں یہ تپک ہر اک آبل کی میں

شیشہ ہی سرد ہو جو کالے بنار دل
 دل ہی نہ منتشر ہو تو کیا انتشار دل
 جو ہر ہے آنہ کا یہی انتشار دل
 میں کیوں تڑپ رہا ہوں حقنا دل
 میری طرح اویسی ہی ہو کر انتشار دل
 اللہ ری تشنگی دم احتضار دل
 جو دل لون ہاتھ میں اویسی انتشار دل
 بستی تہی خوب نام تہا جکا دیا دل
 کس کی جان لیگا مرا احتضار دل
 خالی کرے جو گوشہ دل انتشار دل
 دل کتنی دیگا اسی مری پروردگار دل

جتناک ہی صبر شکر جو ہی تاکتے غم بھی شیر
 مجروح دست دشمن جان بھی ہو تو سہمی
 کیا حسرتوں کا دم تھا خدا مغفرت کری
 نکلی بزرگ و شنی شعلہ قیام سی
 بیدار و ہر جہت ہی باران کہیں اوس سی
 ہمت سی میں بھی شہ پر دین ہوں فلک
 پہلی نشان داغ پہ تھے اور ہی گمان
 پشتوں کی طرح اوڑنی لگین جو ہر حرام
 اب سبکدہ سی دوسرے عالم میں جانید
 مینائی نیکیوں فلک اوس کی نام
 اٹھوں بہشت کی ہو فضا مجتمع وہیں

منہ کھول دین رگین تو نہیں ولفقار دل
 شیشہ ہوں سیر سہل نہیں ہنسی دل
 کیسی چل پھل تھی میان یار دل
 شیشہ میں گر بھرون کبھی نگہ بار دل
 منہ نکلی آسمان سی چوٹکی بخار دل
 اک دل کے لاکھ ہوں تو نہ تشار دل
 اب رو رہا ہوں کیسے یہ تباہ قرار دل
 فولاد کو ہو گر مرض انتشار دل
 سینہ سے ہاتھ اوٹاؤ کہ جا بکار دل
 شیشہ جو لے اوڑا تھا ہمارا بخار دل
 جس جا جھٹکوں دن امن رنگ بہار دل

<p>ناخن سی برو و نکو خدا ہی جدا کری سیما بضرخ رزہ کن کیوں مجھ خوش نہوں</p>	<p>کھینچتے ہیں پاؤں و رہی دم حضار دل اکدل کی لاکھ دل پیچ شائستا دل</p>
<p>غزل ۳۸</p>	<p>ماہر نفس کے ساتھ نکلے ملی ہو اہ عمر جاتا ہی بالک وٹھا ہو شہسوار دل</p>
<p>پشیمانی عرق ہا کہہ آئے سیوئی دل لی اپنا نام دوست کہ ہو آبروی دل آبیٹھا ہے کوئی تو مری دل میں بازی پیداؤں آنکھوں آنکھوں کی طرح اونکھوں تر شاہ ہو جگر کا ہو کمر ایک لفظ حسرت نکال کر بی پر ریا مان نہ کیوں سینہ میں ہر جاگہ شورہ کہ کیوں کھٹک</p>	<p>کاش آبلو نہیں ڈوب کر آبروی دل جو آبلہ ہی حوض ہی بہر و صندوی دل خون کج دوڑ دوڑ کے آتا ہی سوئی دل مملو جی طرح می جان سی سوئی دل منہ سی جو آپ کے سین گنگوئی دل بکلی ہے دم کی ساتھ مری آرزوی دل پھر پھر کے ڈھونڈتی تھی زلفی دل</p>

کیا ساتھ اسکو لکی کسی شکوہ سوتے تھے
 او سوقت کیا عجب آنے حال ست
 بی صورت مال کھینکے نہ اہل درد
 اسی ضعف کیا پسے کہ ہمراہ بھگیا
 کیوں پسیدان ہجر کی راتوں میں ٹوٹ جانا
 سینہ بلند دیکھ کے کہتی ہی آرزو
 مایوسیوں کی عہد میں حسرت یہ ہی محبی
 یوں ہی تڑپ کے نہ نکلی کسی جان
 آئے تو واہ کب میں مڑا ہوں اسطر
 سینہ پانی پانی ہی ہا تو نکا پھیرنا

ہر عضو نازنین سی جاتی ہی بودل
 ہوا آب مینہ سی اگر شست و شویں
 منہ کو نفل میں ڈال کے گفتگو دل
 آتی ہی عضو عضو کیوں آج بودل
 پسکو بانگتی ہر تھاری ہی خودل
 اشد سجدہ ہی کہی ہو گارو سکول
 دم توڑ و خین ادھر تو او دہرا رڈول
 جسطح مر گئی ہی مری آرزو دل
 دم او سطر فکو توڑتی ہی آرزو دل
 دیکھو اسطر حصے بگڑتی ہی خودل

کیوں بادہ خوار سینہ میں پھر حسرت ہو

خود روح کے بھی منہ سی لگا ہی ہوئی دل

شعر ۲۸

روایت الیم

غزل ۱۳۵

شرم آئے تو پسینے میں بنائیں ہم تم
دل ملیش میں اگر شہسوار ہیں ہم تم
منہ بھی کھلوانیے دل کہ بتائیں ہم تم
باغ میں آگے کوئی گل تو کھلا میں ہم تم
آنسو میں تھی اک جا نظر آئیں ہم تم
آج سی غیر کی صحبت میں نکالیں ہم تم
اُور تھے دِل کو تو رو لائیں ہم تم
یا ادسی دِل کو کبھی منہ نہ لگائیں ہم تم
شمع کو ہاتھ اپنی نہ بجا لیں ہم تم

ایسی خلوت میں بھلا کس کو بلا لیں ہم تم
وصل کا لطف کہی ناپوئی ٹھائیں ہم تم
عکس آئینہ صفت راز چپائیں ہم تم
تم مہنسو چھو لوں کلیل کو میں ہر چہرو
بھاگ کے پہلو میں کیتا ہوں دم خود بینی
رنگ نہی بچھین تھی ہر نگاہ میں جاہل
ریج میں رنج ہی شاید سب کین ہو
یا کبھی سوئے تھے تھی عطر شیشہ کی طرح
شب ہجر آئے بلانیکے نہ دہو میں کین

آئینہ میں کوئی تم سے بھی بہتر شاید
 تم ہی تو اپنی داد و نکاح کا کچھ چکے ہو
 ہلکے ہی سلق خدا ایک تشریف سی دیکھی
 دیکھو بھولی ہی شوق و کشتِ سرخ ہی یہ
 ایک سے اسے چپ سی لگی رہتی ہے
 بوجھ اپنا کوئی اتنے کسی پڑالے
 یوں بھائیں کہ نہ پروانی کہی دیکھیں
 کششِ سرور دھلائی وہ کہتے ہیں
 لاش اک ایسی سیکس کی ہی آئی والی
 جان جانے لگے لوگوں کی جو نکلیں گھری
 اشک آنکھوں سے گلا اپنا چھڑکنے دوڑیں

کوئی ایسا ہونہ آنکھوں کو ٹرائیں ہم تم
 ناز کے نکلا کبھی ملکی اوٹھائیں ہم تم
 سر نہ گزر گس جادوین لگائیں ہم تم
 آگ میں لگ چلو اور لگائیں ہم تم
 بچھڑ کر آوز راو لگو ہنسائیں ہم تم
 ناز کے ناز کیوں ملکی اوٹھائیں ہم تم
 شمع کو آج نہی طرح جلاؤں ہم تم
 یوں کچھین سب تو آنکھوں میں ہم تم
 گھر سے کیونکر چھوڑ کر کھل آئیں ہم تم
 آئیں پل چپ کے تو اٹھائیں ہم تم
 غش میں اس طرح ہی لگو کہی پائیں ہم تم

ٹھوکر و نمین ہی دل را ہر دو کے آئے	باز سے گو دیو نمین جب کو کسلا میں ہم تم
شمع و پروانہ میں ہو بہن کرشمے کیا کیا	دیر سے دیکھ رہی ہیں جوادا میں ہم تم
لاش کا بوجھ بھلا کس اوٹھیکا میر جان	پھول رو رو کو سووم جنی اوٹھائیں ہم تم
در دین کے دروہنکی بھی حسرت نہ رہی	آؤ دکھی ہو دکھ تو دکھائیں ہم تم
دل بھی ہاتھوں گیا ہے یوہن یا لالا	دوڑ کر کیوں گل بازی اوٹھائیں ہم تم
جسطح آئینہ میں شکل ہی داخل غارج	آرزو ہی یوہن جا میں سٹائیں ہم تم
حق ہی ہم دونوں کی گردن پہ گرافضات	آؤ روٹھی ہوئی اب لکھو نمائیں ہم تم

دل ماہر تو یوہن راہ میں باپا رہی

گل بازی ہو تو آنکھوں کی سٹائیں ہم تم

غزل ۴ رویف النون شعر ۱۶

ناتوانی کتب ہی میری خیم زار میں ہی سخن تکیہ پہ تکیہ بات کو گفتار میں

پر تو رخ سی صفائی ہی یہ قصر یار میں
 خلد کیوں ہو نظر آئے نہ قصر یار میں
 رو رہا ہو غم خیال صبحِ رومی یار میں
 ذکرِ حق فی جبِ جگہ پائی دلِ کفار میں
 کفر دنیا میں ہر اک کا فر کی دم کے ساتھ ہے
 یہ لمپانی ہوا ایک دُنے سے مرا
 رکھی ہیں کچھ اور بکریہ نگاہیں سلق کی
 ناتوانی میں بزمِ نکلیں اور تاپہ میں
 ہوتی ہیں زردار باغِ دہر میں اکثرِ نخل
 ہوئیں آتشِ قدمِ آباپی کلا گشتِ جب
 پڑھ نہ لون باہر کیوں میں کتبِ ایوانِ یار

دیکھتے لیجئے آئینہ کی طرح منہ دیوار میں
 دور میں صاحبِ روزگار میں
 خطِ ہضی کا ہی پرتو آنسو کے تار میں
 بنگلی تسبیح کا دانہ گرہ زنا میں
 صوتِ تار نفسِ ہر کیوں نہ زنا میں
 خونِ دل یا ہے ملکر آنسو تار میں
 کتبِ تار عنایتِ اس روزِ دلوار میں
 ہے ہوئے برگِ گل آنہ ہی گلزار میں
 بند ہی غمِ خون کی کٹھی دیکھ لی گلزار میں
 شمعِ شعلہ ہر اک غمِ نچہ گلزار میں
 صوتِ عنایتِ جو روزِ دلوار میں

عکس کا زخمو کو چاندنی کیونکر نہو دینِ ستکھم ہوتی بت پرستی دہریں دشمتِ وحشت نے بچا یا درود میرا کبھی	بکھل لہکی ہی قاتل زری تلوار میں استدر خامی ہوتی ترستہ زنار میں آبلہ پاکے نے چھالے زبانِ غار میں
غزل	کسطح روئین کے کاہر میں دیکھو نئے یار آنسوؤں کے ماروئے مجھے ہیں نگہ کے تار میں
شعر	
سفر کے رنج کو سینہ فگار سمجھے ہیں عدم وجود کو عبرت شعار سمجھے ہیں جہان کو قبر تری خواستگار سمجھے ہیں چمن چنایا دلِ داغدار سمجھے ہیں خزینہ ہوں جسے عالمِ کدو تر میں وہ ناتوان چمنِ وزگار میں ہم ہیں	غبارِ راہ کو دل کا غبار سمجھے ہیں خطِ جبینِ خطِ لوحِ مزار سمجھے ہیں فراغتِ تکیہ یا نکی فشار سمجھے ہیں نفس کو موجِ نسیم بہار سمجھے ہیں غبارِ آئینہ روزگار سمجھے ہیں جوتن پہ سایہ اشجار بار سمجھے ہیں

ایشہ بیست کی آلام میں ہو کیا بھلو
 نگاہ جو ہر سوں بھی ہی سزدون کی
 عدم کسی ہیں چائینگے پھر عدم اکدن
 ریاض دہر میں جان جنین بزم سواد
 جو دیکھتے ہیں بل سی برگ تن کو
 مکان دوست دل حال ہی ہر پیمان
 ریاض دہر میں جو دل گرفتہ ہیں بل
 جہان قیام نہیں گھر سمجھتی ہیں سکو
 وطن ہی دور ہوں ہم محال ہو گردن
 کیا ہے مضحکہ باریک بین ہیں ایسا
 بڑھتی جاتی ہیں آگ یہ قافلی والے

ہر ایک کو دم کا شمار سمجھے ہیں
 جوانک گو گمراہ ابدار سمجھے ہیں
 اس تبار کو انجام کار سمجھے ہیں
 خزانہ کو فصل کتاب بہار سمجھے ہیں
 وہ راہ معرفت کو دکا سمجھے ہیں
 نہان جو ہی وہی آشکار سمجھے ہیں
 وہ ایک نگ خزان بہار سمجھے ہیں
 مکان صلح نادان مزار سمجھے ہیں
 کہ دودِ دل کو سواد دیا سمجھے ہیں
 کہ آبلو کو کف پا کا خار سمجھے ہیں
 تھکے ہوونکا بی کچھ حال سمجھے ہیں

<p>وسیع جنگی نگاہیں ہیں بحرِ عالم میں یہ بھول ہی کہیں دیکھی نہیں عدم والو بیان ہستی بنیادِ قصر تن کیا خاک نہاں و نظر و نسے سمجھے ہیں جو کہ بنیا ہیں وہ ناتوان ہوں کہ ٹوٹا نہ اٹک کا تار جہاں میں غور کیا تو نہیں قومی ہی لوگ</p>	<p>ہر اشک کو وہ ہم بیکینا سمجھے ہیں تمہاری سہو کو ہم یادگار سمجھے ہیں جباب سمجھی ہیں استوار سمجھے ہیں وہ کور ہیں تجھی آشکار سمجھے ہیں نظر جو کہتی ہیں حالِ زار سمجھے ہیں جو ایک تنکے کہ اس کا ٹوٹا سمجھے ہیں</p>
<p>غزل ۲۲</p>	<p>عنایتیں ہیں یہ احباب کی فقط ماحر شعر ۱۶</p>
<p>بنجودی سا بی کوی دہر میں ساز نہیں سوزِ دل کی پے جو فریاد کا و ساز نہیں گر دشمن چشم کی کہتی ہیں کہیں جاگے ہو</p>	<p>غم نہیں عیش نہیں سوز نہیں ساز نہیں شعلہ ہی وہ نہیں جس میں کچھ آواز نہیں سونیا لونکی تو آنکھوں کا یہ انداز نہیں</p>

دل کو برباد کیا آرزوؤں کو نئے گھر
 کیون نہ غنچوں کی چٹاق سی گلشن میں سنو
 کے چہونے فی محفل کی یہ کی ہویت
 ہاں اس طرح چل اوراہ کے چلنے والے
 دلیر دجانکے تو مجھ سے نہ پوچھو کوئی بات
 کان پر بات کھین لوگ کیوں نا لوں سے
 آپ کی حد خوشی کو کوئی کیوں نہ کر سمجھے
 چاک پردہ کی نہ کس طرح آئیں پھینچ جائیں
 عکس آئینہ یہ بھی طعن ہی ات کر دیر
 کوئی تو باغ میں یہی مرغی لونکا جوا
 باغ میں آکے اسیران س کیا بھلین

تم سہ عالم میں کوئی خانہ برانداز نہیں
 ٹوٹی قلب کی آواز تو آواز نہیں
 دم نہیں جگ میں طنہور میں آواز نہیں
 دل پر گراؤں نہیں چال میں انداز نہیں
 دل ہی سینہ میں نہیں تو کوئی از نہیں
 یہ صدائیں ہیں مری کی آواز نہیں
 مسکرائیں صدائیں سنسے میں آواز نہیں
 سب کو دیکھا ہی مگر تم سا نظر باز نہیں
 اسپر یہ بات کہ صورت پر نہیں از نہیں
 منہ میں کھلتی ہوئی کی آواز نہیں
 سب ہو ائیں ہیں ہو کر پر واز نہیں

یا نفس آج نہیں پیر پرواز نہیں

ہی ہی تازہ اسیری میں پھر کنا جو مرا

مرح اجباب جو کرتے ہیں عنایت ہی فقط

شعر

غزل ۴۳

نظم ماہر کی ہی جادو نہیں اعجاز نہیں

ہوں گلچین ہنگامات جیسی گلشن میں

چھینٹ بیٹل کے خونگی گل کو ہرچین

دیکھ قدر گو ہر زایا ب معدن میں

باغمان کا کام ہرگز میرے نہیں

کب لائی کا سمان دیر بہمن میں نہیں

برق نہی ہقان کچھ میرے نہیں

طوی مست کے خپ خپ تنگ کردن میں نہیں

ولفکاری کا الم گو ہر کو معدن میں نہیں

کب لائی غنائی غم مری تن میں نہیں

لوث صلیب بری ہن چنگ دامن پاک میں

اگر طلب ہے آبرو کی تو نکل سفیر

خود بخود آراستہ ہتا ہنی غول کا چین

ہی تعدد ہی تو نکا او کی قند کی دلیل

آہ سوز آن خطا میں نہی دل کے آبلے

قبل ہو نیکو اور دل جھتی میں شمیم

استلای رنج کا ابھی تارک وطن

کیون غم دنیا میں دگر ہی گنہ آلودہ تو	دیکھ اشکوں سحر تی کب تیری امن میں نہیں
کیون نہ صہل ہو رنگ گل مجھی نشو و نما	طاہر رنگ چمن ہی خون مرتن میں نہیں
صہج ہوتی کہنی کا دیکھن ہوں خوشین	چھاؤں بھی چہر کی تیرے روز روشن میں نہیں
قتل ہو کر تیری کشتہ کی برائی ہی مراد	ہاں گل مید خون کی داغ دامن میں نہیں
گرمی سوز درون دہم آلود مجھی سطح	موسیٰ آتش دیدہ تارِ نفیس تن میں نہیں

غزل	ہی عجب سرکشگی سی اپنی ماہر بعد مرگ	شعر ۲۲
	گردش سنگِ فلاخن لوحِ دفن میں نہیں	

شمع وحدت کا میں نہ ہم دہریں دانہ ہوں	ہی جنون عینِ خرم بکام میں دیوانہ ہوں
ہی مجھی پستی سی نفرت امج کا دیوانہ ہوں	خوشہ ہی عقدِ ثریا جسکام میں دانہ ہوں
شمع قدِ گل خانِ ہر کا دیوانہ ہوں	جسکو کہہ سکتے ہیں طبل بھی میں پروانہ ہوں
روح باعثِ سیکہ رمی کا میری ہرین	شمع ہی جس گھر میں ہی اندھیر میں خانہ ہوں

کیسی ہی اور کبھی مضامین جو سب بھائی ہیں صفت
 در ہو عین غم کی قلب بند کای فعل
 پیشک مژگان اشک لودہ پرورین سحر
 حریف تر کا ترسی جلوہ گرتن میں مرک
 قابض ارواح کیا آئین تن پر سوز رکھ
 سوز غم میں مر کے نکلا میں کسی روضہ حشر
 وہ مرا سینہ ہی العالم کتی میں جسے
 زایت کے دن پور کر کے نکلی میر تن بیج
 ناتوانی قوسی گشتگی پرین رما
 ہین ل سی میری گل میں جا شک آردان
 فقر میں بھی ل ہی دولت سے توکل کے غنی

زلف پیان سخن کیو آملی میں شمانہ ہوں
 گنج فی نہان کیا جسکو میں دیرانہ ہوں
 خاک بھی تجھ میں نہیں میں شہ پر دانہ ہوں
 ہوں ترا عاشق جو اپنا آپ دیوانہ ہوں
 پر فرشتی کے جہان میں جلتے میں خانہ ہوں
 بعد جلنے کے ہوا پیدا جو میں دانہ ہوں
 قفل اس قبض جی میں وہ کاشانہ ہوں
 جسکو بھرنے کیا خالی میں وہ پانہ ہوں
 آس یا کو پس ڈالا جستی وہ دانہ ہوں
 سیل جی کی بنا قائم ہی میں خانہ ہوں
 گنج ہوں باطن میں ہر میں میں دیرانہ ہوں

آبِ گوهرِ چینِ مملوئیِ مینِ وہ پیمانہ ہوں	افتِ دندانِ لبرِ سی پھر اہی نل مرا
شانِ کعبہ کی ہی پیدائشِ وہ تہ خانہ ہوں	سنگِ سودہ ہی سوید اول جگرِ اضماع
دستِ دلِ سیِ نہیرِ چھپتا مینِ وہ پیمانہ ہوں	داغِ عشقِ ساقی کوثر کا ایسا ہے یہی
جوستونِ آہِ پر پڑا ہی مینِ وہ خانہ ہوں	عشق ہی اکِ مرکبِ سی میرِ مکانِ تنگ
قدیمِ شیشیِ مفہومِ خطِ پیمانہ ہوں	صنعتِ یہ کیونکر نہ عشقِ ساقی کوثر پر
جانِ بدیِ حبشیِ مہانکو وہ صاحبِ خانہ ہوں	گھر سی میرِ قابضِ روح کیونکر خوشن

سنگیِ ماہِ تجوِ جاگِ وٹھتے ہیں اہلِ نرمِ شب
 جس سے نیند آئی ہوئی اوڑتی ہی وہ افسانہ ہوں

گردِ ہجرتی ہے ہم پاؤںِ جانِ کہتی ہیں	کب تنفرِ فقطِ انائیِ زمانِ کہتی ہیں
سختیِ راہِ عدمِ کایہ نشانِ کہتی ہیں	بی سببِ قبر پر کب سنگِ انِ کہتی ہیں
اشکِ زہی کے لیے دل کا دہوانِ کہتی ہیں	کیا کمیِ ویکہ جب سوزِ زمانِ کہتی ہیں

بسو ہی شستہ دُرفتمہ بجائی کتہی ہین	موج کی طرح جو پاکیزہ زبان کتہی ہین
بعد مردن ہی جس ہی کسمجھ جاتا ہوں	ہات و ریت پہ اگر ناتواں خون کتہی ہین
کام ہر ایک کا یہ غولی تقریر نہیں	ہر حسن بیان سینف زبان کتہی ہین
ہین جو محتاط وہ کتہی نین جان رو کو بخار	ڈریر رہتا ہے کہ وہ تو زبان کتہی ہین
کثرتِ صنعت میں کتنی ہر ایشاں کئے کام	بات کر نہیں ہی ہم بند زبان کتہی ہین
مرجِ آتش غم کیونچ کمین سینے کو	گرہِ نار کا ہم دل پہ گمان رکھتی ہین
چپ ہین جتیک کہ نہیں اہل سخن کو کچھ کہ	بات کہے تو کب بند زبان کتہی ہین
نقدِ دل کی محبی ملتی ہین داغِ حسرت	پھول کسی ہین قیمت جو گراں کتہی ہین

غزل ۴۶	نظم اشعار میں بھی سن بیان ہی مآھر	شعر ۱۳
	جس کو کتہی ہین زبان ہم وہ زبان کتہی ہین	

اگر ہی نہ صحت پر گرم ہین روانی میں	چلی ہین سائیلی ہم چال ناتوانی میں
------------------------------------	-----------------------------------

ضعیف و زار ہیں یہ ہم جہاں فانی میں
 پھنسے ہیں نہ صحت زندانِ ارفانی میں
 وہاں یار کی ہستی کے جو ہو قائل
 یہ عرقِ شرم ہوں سکی وہاں دندان سے
 خزانِ نوحہ جی ایسی کوئی بہار نہیں
 شفق نہیں ہی نمایاں نظر میں تنوکی
 بجھنی آتشِ گلِ قطرہ ہا سحرِ شبنم سی
 ہے جسطرح ہے زیورِ عروس کی بخت
 ضعیف ہو لقمین ہی خیالِ نثر سی
 سفرِ ضروری چاہیچہ قدر اہل صفا
 وہ ناتوان تھی اگر ساتھ قافلے کے چلے

بنی ہیں تارِ نظرِ چشم ناتوانی میں
 عدم بھی جانیں سکتی ہیں ناتوانی میں
 کمال تھا اونہیں لوگوں کو غیبِ دانی میں
 نہاں ہی دُر تو صد میں صد ہی پانہیں
 لکھا ہے ہر ورقِ برگِ بوستانی میں
 شرابِ سرخ ہی مینا آسمانی میں
 خدا کی شان ہی روشن ہی گیانی میں
 بیانِ حسنِ یوں حسن ہی معانی میں
 اوجھیں پائی تصور بھی ناتوانی میں
 ہزاروں درہن کی بی آبرو ہی پانہیں
 تودب کے رنگے ہم گردِ کاروانی میں

غزل ۴۴	نہ دل لگایو ماہر بیان کسی گل سی وفا کی پونہیں باغِ جانِ فانی میں	شعر ۹
<p>مرنے پہ ہے جو دل تو ہو کچھ مزا نہیں جو آئینہ ہی وہ ترا صورتِ ناہنیں فصل ہمارا آئی ہی صیادِ رحم کر ہٹ مٹھی آپ کیوں مگر پلو سی کیا ہوا نافونکی بُودماغ میں آتی ہی زلف سے پیری میں کیوں فلک نے دیکھو داغ دل صیادِ تنی قفس مرا رکھا ہی باغ میں غالب کیوں ضعیف ہو زما نہیں ہوسر پہ</p>	<p>پایا تو کب تجھی کہ جب پنا پتا نہیں یکتا وہ تو ہی جس کا کہیں دوسرا نہیں قیدی کو قفس میں ہماری سوا نہیں سینے سے سال کی نہیں بل ہا نہیں اب ہنسی کہن میں مشکِ میری نہیں گھر میں چراغ دیکھو کیسے جلانہیں وہ عندِ لبیبِ حق چمن میں ہا نہیں پیری سی کو نہا ہی جوان جو جبکا نہیں</p>	
	ماہر ہزار کچھ ہو کر دل ہی تو کی پاس	

غزل	فرقت میں بھی میں سستا اپنی جہانیں	شعر
مری صفائی باطل کی ہی جواب کہیں فریگاہ چمان کا بھی ہی جواب کہیں ٹھاکے شلوخی گھر ہو ترا خراب کہیں یقین ہی جوش تحیر سی سنگ ہو وہ ہی پس فنا ہی بہن وون پر یہ ڈر ہی دل شکستہ کونا با کیون میں سمجھون مقابل آگے تو ہوتا ہے دیدہ تر سے	خبر مجھی ہو جو لوٹے دل جواب کہیں کسی جگہ پر یہ دریا اور سدا کہیں روان ہوئی توڑ کی ہی ہی آل کہیں جو دیکھنے دل نازک مرا جواب کہیں برس ٹپنی مری خاک پر سحاب کہیں کسینے دیکھا ہی ٹاہو اوجاب کہیں گناہ سے بہو تر دامن سحاب کہیں	
غزل	یہ لہر و نیکی کتنی ہی دلیلیں ی ماہر ترپ ہی تہی ی غم میں موج آب کہیں	شعر
کمی وقتِ بوشن کا چاہتے ہیں	نگاہوں سے آنسو گرا چاہتے ہیں	

مرہ سی کیہ روشن کیا چاہتے ہیں	اب بشگون کے عقد کھلا جاتے ہیں
نہیں بھونچتے ہیں مگر مومن کی	جو بوسے تھے کانٹے اوگیا چاہتے ہیں
اُس آئینہ میں میری آنکھوں میں آنسو	جبا بون ہی دریا بہا چاہتے ہیں
ڈبل آئے ہیں آنکھوں سے نرگانہ آنسو	جہازوں کے لنگر پڑا چاہتے ہیں
نظر شمع پر ہے دم فکر میری	مضامین روشن دے ملا چاہتے ہیں

غزل ۵۰	سمندر میں طوفان ہے آہونسے ماہر
	شعر ۳۱
	جہازوں کے پردے گرا چاہتے ہیں

آہ کی مضمون سراسر ہیں مری تحریر میں	کنسے باندھی ہی سوا سیر ہو انجیر میں
حال میرے صنف کا اوس دم مضور پر ملا	عکس بھی گرے کے پتوں کا غزل تو میں
تجکودینے کو دیا تھا ورنہ تو کیا مال تھا	غیر کی قسمت تھی او منعم تری یہ میں
ہی زمین کی سبکی جو بی اختیارانہ رجوع	سُرتہ تسخیر کیا خاک ہی تاشیر میں

کس کو عالم میں تلاش منزل مقصد نہیں
 دستِ گلچین میں اثر پر دہن ایک ایک
 شغلِ تالہ جکوب ہے دیرانے میں آباد ہیں
 اہل غفلت کا گزر کہ وہ شیار و نہیں ہوا
 ہیں جو آہنِ دل اور صحبتِ او نہیں کرتی نہیں
 قید میں بھی فیض بخشی کی ہی پابند ہم
 سرکشی کا عیب اصلوں ہی میں جو نہیں
 رہتہا می سجنوں سے طر ہوئی ہوش کی لڑائی
 ہی اسیری کے بردارانِ عالم کی محال
 قبر میں پہنچی تھی میت کے جو زرد کفن
 گنبدِ افلاک سے گزرتی تھی آہِ دل

گردِ اوڑتی ہی پہو آد میں بکیر میں
 شمعِ گلِ جگرِ فسرده ہو گلگیر میں
 بنی مکین تباہی غل پر خانہ زنجیر میں
 نمین آئے کسندی کی دیہِ تقو میں
 آگنی کس دن گداز می شمع کی گلگیر میں
 نیل بانو کا ہی سرمہ دیدہ زنجیر میں
 کنبہ کی اوڑتی دیکھے داویٰ یتر میں
 ہتی ہزاروں بیچ ورنہ کو چرخِ جبر میں
 موجِ دریا کب بھنسی دی ام ہا ہی گم میں
 گھر پہنچی پر تالہ لنا قسمتِ بکیر میں
 کس ستم کا توڑ تھا بارِ بھائی تیر میں

ناتوانی میں ہوئی ہیں اپنی آنکھیں پر آب
 کشتِ دلِ آمل پری ہوتی ہوئی سے سر
 ہیں جو شہر تہی قسمت نیکوئیوں میں
 روشنی شمع ہی محفل میں یاز نگاہ
 شب میں ہوتا زانسان کو جوانی کا جو غم
 سخت ہے راہِ جنوں کی دلیل اس پر یہ
 ضعف میرا ترقی پر جو دنیا تو دے
 وہ زمانہ اور تھا قبضہ میں بے ملک وال
 خاکساروں کے روابط کا نہیں ہے اعتبار
 بی سار غیر کے جلتی نہیں ہیں خاکسار
 راہ چلو کو نہ ساتھ جانو اپنا دلا

ڈبڈبا کے ہیں آنسویدہ تصویر میں
 ابر باران کھینچ کم اشک ہی تاثیر میں
 ہی سوا گردش کے کیا گردا کی تقدیر میں
 پھول تنہا رنیل میں گل گلگیر میں
 آہ کی صورت نہوتی پھر عصا پر میں
 نقش پا ہوتی نہیں ہیں کو پھر زنجیر میں
 تباہِ رنگ ہی ثانی ابی تصویر میں
 اب ہی خرد و گرز میں کیا ملک عالمگیر میں
 گرد کب جگر ہی ہی امنِ رہبر میں
 خود بخود کب ہی دانی سایہ رہبر میں
 راہزن تھے ہیں اکثر پردہ رہبر میں

بی سکون سی جہاں غم خاک ہوا مید فیض	پسین پایا کنسی تھک سایہ رہ گہر میں
خاکسار و نکال سواک عجاز سی غالی نہیں	بی چلی جادہ رہا ہر اسی رہ گہر میں
جان ڈالے القالب بھی نہیں گر قدرت جو	رنگ و ڈری خون بکھر پیکر تصویر میں
شکل کنچو اگر ہوا شکل نادم قدم	روغن تازہ پسینہ بن گیا تصویر میں

غزل ۱۵	فیض رحمت نی کیا ماحر عذاب و نہ حرام	شعر ۱۹
	تھی جو دخل مجھ مان واجب التقریر میں	

مرد غیر و نکی لپی دل کو جلا دیتے ہیں	صاف پسند آتے تشنچ صدا دیتے ہیں
واغ دل نزع میں کونین میر ضیائے ہیں	نیند کی وقت تو شمعوں کو بجھا دیتے ہیں
مائی آواز کب شکو نہیں سنا دیتے ہیں	قافلہ جا تا ہی چاؤش صدا دیتے ہیں
قبر پر واغ دال وارہ دکھا دیتے ہیں	غول صحرا بھی منزل کا پتا دیتے ہیں
نالے کنجا جی انی سی جگا دیتے ہیں	شب اتنی ہی نگہبان صدا دیتے ہیں

پردہ رکھلی ہو بہن ستار گنہ کا اسکے
 قافہ خیر سے پہونچ گیا گنہ گار و نکا
 راہ لیتی ہیں ہی راہر و ملک عدم
 ساتھ آہونکے ملے کیون مجھ غ سوز
 کب عبت دیتی ہیں ادا گدا کو چون میں
 ہاں چلی آؤ ہو بہن منی وہ منزل ہی
 قلب سوز جگر میں نکل وں کیوں آہیں
 دوست و رنج کی سب کچھ نہ مجھے پوچھو
 قطع ہو گا یہ ہیں اک روز کفن ہی میرا
 ہچکیان ترع میں آتی ہیں تصور ہی ترا
 سر کشی چھوڑ سمجھ کر ہی تو پیری میں

چادر اس واسطی تیت کو اٹھادیتے ہیں
 رنگ اشکو کی بھی صاف صدا دیتے ہیں
 چار ملکر اونہیں جس راہ لگا دیتے ہیں
 آندھی آتی تو ہی آتش کو بجھا دیتے ہیں
 خیر جس گھر میں ہی دس گھر کو دعا دیتے ہیں
 پاشک تو نکو ہی رنگ صدا دیتے ہیں
 بجنہی لگتی ہی آتش تو ہوا دیتے ہیں
 زخم دل دامنِ محشر کا پتا دیتے ہیں
 چاک ہو نہیں ہی خست صدا دیتے ہیں
 تو سنے یا نہ سنے ہمتو صدا دیتے ہیں
 صاحبِ جہنم و خطا سر کو جھکا دیتے ہیں

<p>زنگ کی طرح ہی تیا نہیں آواز کوئی فاتحہ خوانوں سی کیا قبر میں نالائمن</p>	<p>لاکھ ہم قافلہ والوں کو صد ادیتی ہیں نیز جب آتی ہی یہ لوگ جگادیتی ہیں</p>
<p>غزل ۵۲</p>	<p>نظر دوستی ہی حفظ کر اپنا ماہر کبھی ہوائے شمع کو کھیا دیتے ہیں</p>
<p>شعر</p>	<p>جو رزمین ہی گریستہ آسمان نہیں ہمارا کیش ہے اور کوئی بسان نہیں بانگ جرس ہی نالہ برگ خزان نہیں</p>
<p>غزل ۵۳</p>	<p>اک رنگ کی سخن پہ نہ ماہر کو کیوں ہنوار یہاں غنچہ سان زبان کے شہے زبان نہیں</p>
<p>شعر</p>	<p>ہنستی ہیں کھل کی موئی حاسن حصاب میں اونکا بھی دل جو آئے کسی انقلاب میں</p>
<p>ہوتی ہیں خجش ضعیف جو فرضی شباتیں ہو قد رما فقون کی جہاں خرابتیں</p>	<p>ہنستی ہیں کھل کی موئی حاسن حصاب میں اونکا بھی دل جو آئے کسی انقلاب میں</p>

گردشِ نہیںِ حجابِ مئی لعلِ تابِ مین
 انسانِ کا اُف کے قربِ بقیِ شبابِ مین
 دو اشکِ ملگنی مری جبِ مضطربِ مین
 بندشِ نہیںِ ہی شیشِ پُفصلِ خضائیں
 حیرانِ ہوں جاؤں پھر آیا شبابِ مین
 تپکے جو دل کے آبلے کبِ شرابِ مین
 کبِ محوِ دل کے داغِ ہیں کبِ شرابِ مین
 بدلائے رنگِ حسنِ کسی انقلابِ مین
 کبِ سُرخِ می ہی ساغرِ آئینہ تابِ مین
 آخرِ کورِ شیشِ کھلگنی فصلِ خضابِ مین
 جاگی ہیں رات بھر اسی مضطربِ مین

بھرتی ہیں آسمانِ بھمی و شرابِ مین
 تھمتا نہیںِ ہی شیشِ پہ لگا اضطرابِ مین
 بیٹھے ہوئے جہازِ او بھرتے آبِ مین
 پیری چھپی ہی ظلمِ مشرسی حجابِ مین
 نکلی ہوئی شمیمِ در آئی گلابِ مین
 انگورِ پک گئی طیشِ آفتابِ مین
 تارے غروبِ ہو رہی ہیں آفتابِ مین
 موجدینِ ہی صورتِ رگِ گلِ ہیں گلابِ مین
 روشنِ ہی آگِ جادوِ ساقی آبِ مین
 گھل ملکی بھی شیبِ گی گذری شیبِ مین
 وہ دیکھنا نومری صورتِ کو خوابِ مین

سچ ہے کہ افکارِ غصہ تھے شباب میں

شیشے کا عکس صاف ہے پیدائش میں

پیر و زکیاں کھل گئی ہیں جب خضاب میں

ساتی بھلا ہو ڈال دے انگور آب میں

کلب کہ کھلی ہیں جو محاسن خضاب میں

یہ فکر کے طلسمِ جانِ خراب میں

پریش سی بگیاہ پر ہیں عذاب میں

رہتی ہیں کیوں حسینو عشاق منتظر

اپنوں کی یوں رجوع ہی نوسو کم شش

مضمون تپے کے دیکھے قاصد یہ کہا

کیوں آئیں جو شمس سے شیشو کو بچایا

مٹی ہوئی ملا جو نمک کچھ شراب میں

شانِ خدا فلک سے عیان آفتاب میں

بجلی ٹپٹے کے ہنس سے سحاب میں

شیشو نہیں ہو شراب تو شیشی شراب میں

سرگوشیاں سفر کی ہیں شیشاب میں

باقی رہا نہ مغرب بھی فرقِ جاب میں

کیا جانی کیا کہا ترحمہ کے باب میں

کم ہیں عنایتیں کہ یہ آتی ہر خجاب میں

کھنچنی سنی پھر آتی ہی حبیبی کلاب میں

کہنا ہم آتے ہیں خط کے جواب میں

بٹھے ہیں دیر سے یادِ شراب میں

کیا ہوگا آگے پاک جو کر دینگی محتسب
 قاصد کے انتظار میں آخر ہوا یہ تنگ
 پہ پہر آپ سونگے گھر ہاؤنٹین اپنی بو
 تری تہیج سوال کہ ہون ہون ہو حکمین
 بے کس گناہی یارب بن اسقدر
 کھائے کمر نہ جھونک جو کہی توری و کون
 تشریف آوری کی بس اس سے تو ہے امید
 قاصد بچپنا ہے یہ ہی بات کا نباہ
 مستون کی بزم گرم ہوئی میکیدین جب
 پورا ملا ہی سہم کسی باغ دہرین
 وہ دن خدا دکھائی قاصد نے خبر

کچھ فرق پڑ گیا ہے مغانے حساب میں
 لکھنے لکامیر آخٹ اپنی جواب میں
 باز وہ پھر کھلی جوتی تھی خواب میں
 او کہن سہی طبعیت حاضر جواب میں
 رحمت دیکھنا ہون ارضی نظر اب میں
 بل کھارہی زلف سپیچ و تاب میں
 کچھ آج کل فسیق سنا خطر اب میں
 ہنرہ کھانہ دل کا سارے جواب میں
 شیشے ترق ترق گئی خوشی اب میں
 بوتلک منقسم ہے دماغ و کلاب میں
 لیجیے وہ آپتے ہیں خط کی جواب میں

جب کچھ کھلانے والے طلبہ ہات دھر کا
 مضمون تپ کے لٹھ کے مجھے خوب بن پڑی
 غش کے بہانے نے مجھے بار بار وصل میں
 رکھے رہیں ہات وہ چہرہ کی طرح
 دنیا میں منقلب کی قایل ہوں کی طرح
 مسکندے دل کو سینہ میں کیونکر نہو تکان
 کستی میں میری لاش ہی بچپن تو دیکھئے
 آنکھیں بھینچیں بجزیرہ صابان عشق
 تاحشر اہل قبر نے منہ ہی نہ بات کی
 ابھی تک میں مری منکر نویں
 بیخود سیلے میں چلا ہوں جھجھج

موصیٰ کلید نیکین قنصل جواب میں
 غصہ نکالنی وہ خود آجواب میں
 جی جاؤں گرزبان دین جواب میں
 عادت ہی پیار کی کسی نہ خراب میں
 سید ہا ہوا فلک نہ کسی انقلاب میں
 طاقت نہ پیشی ملگشی جوش شراب میں
 کیا ہو گا گرزبان بلگی جواب میں
 اشکوئی لڑ لگا کسی چشم پر آب میں
 اتنا مرا ملا تھا سوال جواب میں
 میں ایک ہوں وہ دو ہیں ان جواب میں
 رحمت بڑی سیگی عذاب میں

بیدرد اونی کون ہی بڑ بکر جو کہیں
 اندری شرم آئی جو تصویر ہی مری
 کشتہ ہوئی ہوئی تو مہی ہی آرزو
 بوسہ سنی چھپکی لیا جب تو یہ کسا
 شاخین ملتی ہیں جھک جھک کے باز
 کیونچو سنبھل سنبھل کے نہ گویا ہوں قبر میں
 برہم تو میری دیکھیں ات رچکپنا
 اوٹھی وہ یوں کہ مرے ہی کھانا میری
 رورو کو فرط شرم سی آنکھیں جانی ہیں
 خانہ نشینوں کی منافی نہیں ہی یہ
 دیوانہ وار پھرتی مرغی اص کھر میں

بلبل کے خون کی چھپٹ نہیں ہی گلاب میں
 آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دئی فرط حجاب میں
 آنسو ٹپتی آتی ہیں چشم پر آب میں
 عادت کی یہ فقط اوسی خانہ خراب میں
 عالم ہے کسکی نیند کا سیر کے خواب میں
 ہوتا ہے کسا ذکر سوال جواب میں
 آنکھوں پہ اپنی ہاتھ رکھی ہیں حجاب میں
 کیا جانے میں نے کمد یا کیا اضطراب میں
 اک بد نظر نے دیکھ لیا بھی خواب میں
 عزت گرین نکلی ہی بوسہ گلاب میں
 کشتی حسد کی مٹیہ گئی ہی جو آب میں

سوتی میں ہی خیال جو رہتا ہے آپکا
 ترپوں میں قبتِ نزع نکیوں کی ہچکیان
 رضی عنہ لکھ میرا ترپا جسم میں
 صبحِ شام وصلِ ڈھبھی میں طرح
 قاصدِ بچپنا ہی یہ ہے کہ یہ عندِ وصل
 رحمتِ کرنے کو تعلق ہو و غلو
 بخشے گئی جو لوگ تو بولا میں پرگناہ
 مٹی چلو کیو اگر دی تو کیا ہوا
 قاصدِ ٹالنے کا اونہیں بسکہ ہی خیال
 عالمِ مین کوئی دردِ غالی نہیں کہیں
 دے قصدِ گھوم جاتے ہیں اندرِ نازکی

آنکھیں مری کھلی ہوئی تہیِ حجاب میں
 گھٹ گھٹ کے روئے مجھے حجاب میں
 رحمتِ تری چہ دیکھ سکے اضطراب میں
 نیچی نگہ ہے فرق جہاں ہی حجاب میں
 سب حرفِ مفردات لکھی ہیں حجاب میں
 بارشِ بنی لفظِ شرابِ انقلاب میں
 پروردگارِ حکم ہے کیا میری تاب میں
 تم بھی شریک ہو گئے کا اِثواب میں
 خطِ لکھ رکھ دے ہیں یہ سب جواب میں
 ہی منتشر جو دردِ مرا اضطراب میں
 بل کارِ ہی لفتِ جواکِ بچ و تاب میں

لکھتی مجھ کو سخت نموتی نمود خط
 رحمت کو مضطرب ہی نا لان میں اہل شر
 شیشی ہی کیوں شام پاب قہقی کریں
 مستون کے یاد کر نیسے جیبا میں ہچکیاں
 کیوں گشتِ جاہلین ہوں مست مضطر
 جبے پیوں تو کیوں هنوز خم جگر فرو
 مستوں نے میکہ میں جو پھینکی کلاہ سر
 کہتے ہیں بھر کے دانہ تسبیح وقتِ ذکر
 دعویٰ میں سرتی رگیا شرمائیکے حضور
 قطع امید عفو نہ اب ہو گی ای کریم
 عارض کے پاس لائے جو وہ بھگتی کو بو

بھیجا خدائی خطا مرے برے جواب میں
 یوں سر کو خم کئی میں کھڑا ہوں ججا میں
 رہتی نہیں ہی پنیہا نی جواب میں
 شیشے او بل او بل گئی خوش شراب میں
 شیشی ہوئی التی میں انقلاب میں
 سوزن ہی میرے زخم کا کاٹنا شربت میں
 شیشوں کی ڈنٹا ڈر گئی خوش شراب میں
 کچھ ہونے نکلے ہاتھ سیال انقلاب میں
 کچھ پونچھے نہ مجھنے دیکھا خوشی میں
 مجرم جو کچھ کون تری حرمتِ بابت میں
 ساری حین کی بوٹا آئی کلمات میں

غزل ۵۴	مجمع ہی اک خدائی کا ماہر کے دفن میں تم بھی ملو شریک ہو کارِ ثواب میں	شعر ۵
<p>پر تو حسن ہو عاشق میں بھی دو نہیں بصر آنکھوں میں نہیں نورِ سرِ طورِ نہیں کیون مضمون کی طلب ہے جو وہ مغزِ نورِ نہیں عذرِ بیکار کے ہیں بس تو کچھ دُورِ نہیں جلوہ اوتکا سا ہستی بندگیِ نورِ نہیں جذبِ دلِ وانشِ موثر ہو یہ مقدورِ نہیں قطعِ رہن میں دمِ ضعف ہی معذورِ نہیں می پری کب گرا فشرودہ انگورِ نہیں کسا دل سوزِ غمِ دوستِ رنجورِ نہیں</p>	<p>رومی پروانہ پہ کس شمع کا کچھ نورِ نہیں کون شی ہو مریجان پاس نہیں دُورِ نہیں آپ اپنی ہی کنج جائیں تو کچھ دُورِ نہیں لاش اوٹھانا ہی مریجانِ تمنا نہیں آپ اپنے پہ گرے برق کچھ دُورِ نہیں ناز کی تھی مری قبرِ بربی دُورِ نہیں گر کے رہ جا کہیں سایہ کا دستِ نورِ نہیں اتنی آنکھیں سیلی ہوں تو پھر حورِ نہیں شمعِ حلتی ہی تو ٹھنڈا دلِ کافورِ نہیں</p>	

اسی جا میں کی مٹی مجھی منظور نہیں
 وصل کی صبح کا قیل ہو تو دور نہیں
 سچ ہی گم کر کے مری لکھنویوں غافل
 لاکھ کوئی کھی تپلی کی ادائیں ہیں گواہ
 چلتی تلوار و نہیں چار ابروؤں کی تہمتا ہے
 کیا وہ نادان ہیں حیا کے صفت اک کو
 جو گرد و نغمہ دہر گوارا یہ سب
 سرگین اشک نے ڈالا ہی غضب کا لنگر
 محتسب کو نگرین مست عیب ہی بنام
 دیکھیے کو سمجھ بوجھ کے دیے کا فشار
 درد خود اوٹھائی اوٹھا تا مری میت کو

خون لونا کا ہے یہ فشر دہ انگور نہیں
 باتوں باتوں میں اور جاؤں تو کا قور نہیں
 کھو نامعلوم تھا اور ڈھونڈنا دشوار نہیں
 نشہ آنکھوں میں جوانی کا ہی مخمور نہیں
 مرد میدان کو آئینہ کو گر سور نہیں
 آنکھیں اولیٰ ہوئی نہی پہ تو مسرور نہیں
 ناز یاروں کے اوٹھانا مجھی منظور نہیں
 پنچ آنکھیں اب ایلی ہوئی دور نہیں
 کونسا شیشہ ہے نشہ میں جو خود چور نہیں
 دل پر آبلہ ہے خوشہ انگور نہیں
 بار ارجاب جو ہونا مجھے منظور نہیں

مندی پاؤں کی نہ چھٹ جائیگی جلدی دھوم
 دیکھ کر ساقین کا نخل یہ میں کتنا ہوں
 گرتے پڑتے صفتِ عکس اپنی و کبھی
 اپنے ہی سی لپٹوں میں نکیو کر شبِ ہجر
 کوئی ہی دین مر آگ لگانے والا
 ناز کی نے وہی کی اک حرکت گر پڑ کے
 جس سے دن و دل کا بنجاسی مہرِ کبشب
 کیا فوا کہ میں مراد رکی لذتِ نہیں گن
 دیکھ کر سدا گھر کیونہ تو سکین مج کو
 نامراد و نکی مراد آئی تو کیونکر وصل
 پتلیاں گشتِ بقصد کہتی ہیں

آپ بھی پاس بہن ہی مری و دہن
 شیشہ می ہی یہ کچھ داندہ انگور نہیں
 قبر ہی کا غر تصویق کچھ دور نہیں
 آنکھ سی دور ہول سی تو مر دور نہیں
 آپ سی پ جلی شمع یہ دستور نہیں
 عکس سچا اب آئینہ میں تو دور نہیں
 سحر وہ نر گن جا دو کو ہی منظور نہیں
 کیا وہ انگو کر کہ جو زخم کے انگور نہیں
 کونسا قلب جس قلب میں با سور نہیں
 غش بھی نزدیک ہی و زیند ہی دور
 آنکھ میں جن سے بھر گیا جو مخمور نہیں

بادہ نوشی سی بھرون زخم جگر میں کیونکر
 لاش مفلس سی کہتی ہی ہوا عالم
 درد کتاب ہے کہ رُپا کے تین چوڑو کا
 کوئی خود دار مصور سی کنیا بیٹھا ہے
 اوکلی تصویر کو یہ چھیر کے کتا ہی سلم
 پاؤں مار دجو زمین پر کل آکے پانی
 گر خطا ہو گئی ہوئی تو بخشو اس کو
 لڑائی ہی ہی کچھ دیکھنے والو نکلی
 چکی چکی بھی جلا عود تو یہ بو بھوٹی
 یو تو کچھ نام کو سینے میں لیکر لیجی
 رحم دل کتنی مفلس کو اٹھائیگی ضرور

خود ہی ناسور سی خالی دل انگور نہیں
 بومی کا نور تو موجود ہی کا نور نہیں
 میں یہ کتا ہوں کہ کر ڈوبی تو منظور نہیں
 ابنے کاغذ پر گری عکس تو کچھ دوزخ نہیں
 بیٹھنا چین بنی چین کا دست و نہیں
 ہم تو ہیں قبر میں اور قبر بھی کچھ دور نہیں
 ناز پروردہ غم ہے دل رنجور نہیں
 ارنی گو نہیں جب طور نہیں نور نہیں
 دل ہوا خاک یہ سطح کہ مشہور نہیں
 کھوئی بیٹھا ہوں جسے وہ دل رنجور نہیں
 لاش بجلی ہی کہ اٹھنا مجھے منظور نہیں

او کی تصویر کا کیوں رنگ نہ رہا اور
 استخوانوں کو مری پھینک کے کتنی ہی
 ہم نہ کہتے تھے کہ دل لیسے کرے جو گستاخ
 برق بنی ہی مریض میں بس تو ہینش
 ہر جگہ ڈھونڈ چکا دلوں میں اب تم تو اٹھ
 ضعف کے ہوں بہترین دور تصویر میں
 ناز بردار یوں کا جو جودہ کھا رہا کیا
 کثرت جرم نظر نہیں ہی صورت میری
 مج کو تصویر جو بھیجی تو یہ میں پہلی ڈرا
 جنکی تصویر مرا پس نہ کہد ادا سے
 زخم میں کہیں کتنی سوئی تھی دیکھی

پہلے پھینکے کہیں بھیچیں یہ دستور نہیں
 ایسے نا اہل کل رکھنا مجھے منظور نہیں
 کھو دیا یوں کہ نشان دل رنجو نہیں
 ورنہ دشمن کو بھی گز نامر منظور نہیں
 زیر زانو ہی محل آئے تو کچھ دوسرے
 رنگ کے ساتھ خیر اور جاؤں کچھ دوسرے
 یہ کہ ولاشل وٹھانا ممتدین منظور نہیں
 منہ کفن سی بھی چھپا ہوں تو مستور نہیں
 وصل تو شاق تھا اب سحر بھی منظور نہیں
 آپ ہی اپنی سی تم دور ہو ہم دور نہیں
 میں پکارا کہ مری قلب میں تاسو نہیں

دیکھیں اب گل بازی ہو یہ دل یا کیا ہو	پھیر لیا مجھے رکنا اور نہیں منظور نہیں
لوگ غیر فکری ہیں بے توجہ خوش ہوں اور	اپنی ہی حال میں روؤں تو منظور نہیں
عام یہ ہے ہی غیر خلق میں جو مرتابے	مر گیا دل مرا کہ طرح کہ مشور نہیں

غصہ شہر	لیکے خاک میں قارون کو فلوں ہا ہی
	یہ بھی مضمون ہو جو ماہر کا تو کچھ دور

نظر کی بسکہ جبکہ خم یا پشت اتریں	تماشا کس غصہ کا تھا طلسم چشم جادو میں
یہ تڑپی میں جب کہ بین و روشنی کی قابو میں	کہ سہم بھٹ بھٹ ہیں بل پر شاخ میں
تھا اتنا سلیقہ مرد کو ظلم کی خو میں	شکر کوئی تھا ہی طلسم چشم جادو میں
اشارہ نکلا اثر پہنچا پھوؤں کی جیب میں	چلی نیچو کی اک جنبش شمشیر ابرو میں
سمجھ کر کچھ نشانہ زرا زلف سیو میں	دکھادل بھی کوئی دل بجا ہوا موہی میں
کوئی تو سر چھادل تر زلف سیو میں	کہ شانہ خندہ دندان کر تاپے گیسو میں

بسایا تها جسی سست اوکی بوی کسین
 خوشی پیشی سچ تو فلک کس بجای کسین
 دل جانا ز کو کیونکر نه اشقی شاد و
 متهاری مردک کی گردشون صاف پیدا
 نکالین کین کجاست نه ده سر کا دنباله
 نهین سر واک کی جی آهینه سین سین
 دہی نکلی این نگر اشکهای سر آلوده
 ہر اک زخم نہان دہن نہ پر لکلی رو تاج
 تری مژگان کچھ دہکالی شک آلوده
 سنالہ سنے بیچکر دیکھنے کسیرین
 نگاہ مردک تمل فکی جانا دیکھ کر ایل

وہی تکیہ ہی سینہ پر وہی تکیہ ہی پلوین
 اوہرل مچھتا در اوہر اوٹھنا پلوین
 نہین ہن بلیان تخمین کسچی این پہلوین
 پر کی کی ٹلنتی ہی طلسم چشم جادوین
 نیاک پیلہ کیونکر نہ شمشیر بروین
 وہ خود جانیٹھین ہی طلسم چشم جادوین
 بھرتی کھی کو مکر موتی جادو کی چشم جادوین
 پڑی ہی شین یون سیر جگر کی دلی پہلوین
 لگا یا قفل طبعی طلسم چشم جادوین
 تماشای تلیو نکا ہی طلسم چشم جادوین
 ظفر تکیہ ہی کی چشم جادوین

<p>خدا ہی اس کی طرح اس کی طرح یہاں مقصد اور حکم اور میرے آقا ہے معاذ اللہ اب میں کس طرح افسوس چھوڑاؤں ذرا دیکھو کوئی اس کو دیکھ کی صفائی کو</p>	<p>اور جتنا ہی بیان دل وہاں ہر پرتی گشتین وہاں ملنے میں رکتا ہے جوشانہ اونکی گشتین بلا میں شانہ لیتا ہے تو بل چرخ میں گشتین لگتا ہوں جیسے یہاں دیتی ہیں گشتین</p>	
<p>غزل ۵۶</p>	<p>خدا بخشے کہا اور دل کا اپنے خاتمہ مجھا لو سا کہ نظر آیا جو ماہر مجھ کو آتشین</p>	<p>شعر</p>
<p>کی نظر باز تو سب صلت کی راہیں ملگئیں تیری نظارہ میں عالم کی نگاہیں ملگئیں</p>	<p>ملگئے دل نہی جو دم بھر کو نگاہیں ملگئیں یوں الگ تھیں کہ سب لپہ راہیں ملگئیں</p>	
<p>غزل</p>	<p>ولہ</p>	<p>شعر</p>
<p>جبش شمع رشک سے مرش آلہ میں بیکل ہے جان دل جو ہی راہ گناہ میں</p>	<p>سیج ہی بڑا اثر ہی میتیوں کی آہ میں مضطر ہی خدا بھی جہاز تباہ میں</p>	

کیونکر پھر اوں آنکھ محبت کی راہ میں
 آتا ہے محو ناز کو بھی سیر گاہ میں
 اُت رسی تباہیان مری الفتیں چاہ
 کہ نہ مسافر دن نہ آئے کوئی ادھر
 کافی ہی مجبوظعف ہی قطع طریق کو
 ہی کجیٰ مجھ غریب کی لے آگے جو خبر
 دیکھو گاہ خلق طیر صحرایہ نوید و
 کیون جان بھی بھونکھلتی نہ حسن سے
 پلکین بلبائیں لیتی ہیں کس چاہ پیار سے
 سیراب بلوں سے کہ سطح میں کروں
 آئینہ دیکھنی ہی ہو خود بھی سبز رنگ

برچھی گئی ہی وہی نظر کی نگاہ میں
 آنکھیں بچا پین نقش قدم کیوں راہ میں
 صورت جو دکلی تھی وہی ہی دُورِ آہ میں
 رہن بھی لٹ چکی ہیں محبت کی راہ میں
 اوٹھتے ہیں پاؤں گدے اوٹھنے سے راہ میں
 پھیلا پاؤں سے سوہن جا دی بھی راہ میں
 دنیا اولٹ ہی جا یگی ترچھی نگاہ میں
 پامال میں ہوا تاحسینو کی راہ میں
 صورت وہ پھر رہی ہی جو میری نگاہ میں
 جادے زبان خشک دکھاتی ہیں راہ میں
 زہر اسقدر بھرا تا بتوں کی نگاہ میں

یوسف کو ایک رات بھی گنہگار نہ پاہن	گر حُسنِ جو تو آئینِ خردِ اِغیب سے
او کو کبھی کبھی عذرِ جوہر کا دکھاہن	ہر روز سرِ فراز تو کرنا محال ہے
آتی ہی بود یار کی گنجی کو راہن	تھکتے ہیں قبیہِ یمن جا کے ناپوان

ماہِ سحرِ تیرہ بختِ نینِ غنِ شِشِ غیبِ ہی	غمنزل
سُزِ نظرِ سیجی ہی چشمِ سیاہ میں	

دلی مرنے کا یہی طلوعِ سحرِ نین	تا شیرِ درِ ہجر ہے پچھلا پہرِ نین
بگڑی ہوئی گھڑی ہی فلک کی مرن	کتنی شبِ فراق کٹی ہی بسترِ نین
کیا ہوشِ مینِ آئین کی اذنِ مرن	وہ ناز کی نین کہ جو غفلت اثرِ نین
کسکی زبانِ قصہ درِ جب گہ نین	جو ہر کا وصفِ حسینِ نینِ شترِ نین
کچھ رنگِ شبِ کیا ہے بیاضِ سحرِ نین	تا اثرِ اشکِ شور ہے پچھلا پہرِ نین
فرقِ مینِ نگاہِ ڈرا ہی طلوعِ سحرِ نین	بیدارِ کھین کھول کے کھین تو کچھ کھلے

<p>شب کا بھی رنگ وڑا ہے طلوع سحر نہیں کیا جھک کے زلف دکھتی ہی گم نہیں آئی ہی شام ہجر کی پیری سحر نہیں ٹکراؤن کیونکر مری گھر میں نہیں جس سے تھی یہ جھونک ہمازک نہیں گردش ہی چشم مست کی شام سحر نہیں مسدود ہی نہیں ہی اگر باز نہیں کیا بھیگتی بھی رات پسینہ میں نہیں</p>	<p>اگر سیاہ خانہ میں میرے ڈرائے کون معشوق میں کسی شے کی محال ہے اُتری درازیاں کہ جوانی گزار کے ہوں مثل مرغ قبلہ نا قیدی جہان زلفیں لٹاکے دوں سوچ کیونکر نہیں دنیا طلسم حسن سیناں دہری ہی گھر مرا اک آئینہ کے کانہیں گذر نادوم وہ گر نہیں شہم ہجر برنوں</p>
---	---

<p>رہ رہ دلیں دھٹی ہی ماہر کے کیونچک بجلی تڑپنے میں دل مضطر اگر نہیں</p>	<p>غزل ۵۹</p>
---	---------------

<p>اگر چاندنی ہی طلوع سحر نہیں</p>	<p>بھی غول راہ دہر سحر بھی قمر نہیں</p>
------------------------------------	---

بچپن کی ہی جم چال رد اپر نظر نہیں
 سمجھا نکوئی دھرمین برق و شمر نہیں
 پھیلا پاؤں سونگہیں تکیہ پس نہیں
 سفینہ کھلا ہوا ہے رد اپر نظر نہیں
 سانس اولٹا پاؤں پھرتی تاب نظر نہیں
 وہاں اپنی اپنی کام میں کی نظر نہیں
 اپنی تو ہی یہ راسخی تمہاری خبر نہیں
 آنکھوں میں پھر رہا ہو جو دل میں گذر نہیں
 مڑگانہ اشک چشم بھی ہیں نخت دل بھی ہیں
 تصویر کو بھی اہل دل دیکھتے نہیں
 کہتے ہیں رُوندھے ہو دل شام حجر کے

کسی خبر اونچین ہو جب اپنی خبر نہیں
 سچ ہے تڑپتے دل کی سیکو خبر نہیں
 کیا کر رہی ہی کسی نظر کچھ خبر نہیں
 کیا جانے دل یہ کسی ہیں خلی خبر نہیں
 کیا ہے جو غیر حالت قلب و جگر نہیں
 وہ سو رہی ہیں یوں کہ کچھ اپنی خبر نہیں
 انگڑائیوں میں جو نہ کنجی وہ جگر نہیں
 کس سمت ہو کمان ہو کہ ہر ہو کہ نہیں
 اک لی نصیب ہم ہیں کہ زانو پہ نہیں
 کتنا کھنچے ہیں سلیقہ سی اتنی خبر نہیں
 میلی سی چاندنی ہی ضیائی قمر نہیں

مرگ کا نکی صفت میں دل ہی لٹائی ہی جس سے
 جلتا ہے خود اگر کا بھی دل میرا حال پر
 ہاگے ہوؤں کی چشم کا ہی عکس جرج پر
 پلکوں کی بھی باک وہ آتی نہیں کبھی
 تصویر کھینچ رہی ہی نزاکت میں ہیں
 کیوں نیند نیند کر نہیں کرتی ہی لہتام
 کرتا ہوں صحن پاکے جو آنکھوں کو بند ہیں
 کیوں نہ کرڑ پڑے کے نہ رہاؤں سحر میں
 کی ونسی ہی نہ آکے عیاد مری کبھی
 کا نہ جا بلتی آتی ہیں آنسو ہی سو چشم
 مثلِ نابینا چشم کی تیرے دھڑکن

افسر ملا ہوا ہے امیڈس سر نہیں
 کھوٹے بال قبر پر کوئی چنور نہیں
 آنکھیں چھپک ہی ہیں نجوم سحر نہیں
 جس نیند کا حضور کی آنکھوں میں نہیں
 کھنکیر چلے کمانسے کمان کچے خبر نہیں
 وہ چشم نیم باز اگر بابشہ نہیں
 کہتی ہے موت اب تو وہ دردِ جگر نہیں
 جس کو میں ڈھونڈتا ہوں وہ دردِ جگر نہیں
 کیا نیند کو بھی پیر مرض کی خبر نہیں
 جاتی ہی لاش قبر میں تختِ جگر نہیں
 آنسو جگر ہو میں مگر چشم تر نہیں

حرفوں میں بھی نشان نہ کیوں گانے کا
 کیوں بچپن نہ بچکے دو نوٹ کے روپوں
 عکس سا آئینہ کیوں سبز رنگ ہی
 معدوئی دھن کی تو خیر کیا بات تھی
 ہی آج بھلی دھند بترگان سامنا
 کیا کس سی اچھون ایک ستر دم دم کو
 لب بند کیوں کی ہو گلم کیوں نہیں مجھے
 دل چکی چکی جان جوتا ہے ہجر میں
 کچھ حال نہ چسپائی تو ہیں اپنے زعم میں
 کیوں ہی تن میں ہی نکل ہی میں سر
 کیوں باغ چڑھتی ہی عرق آہ ہے کسلی

زخم زبان کلاکت زخم جگر سین
 دولاشین دونوں سمت قلب جگر نہیں
 گرز ہر کا تھاری نگہ میں اثر نہیں
 کسپر کھڑی ہیں بات گھر کمر نہیں
 انجام کیا ہو دیکھئے دل بھلی دھن میں
 سب سے ہیں کیو کیسی خبر نہیں
 کچھ میٹھے میٹھے درویش لڑکے نہیں
 یوں نکل رہا ہی مجھ کو بھڑ نہیں
 پنچی نگہ جو تھی ہے اس کی خبر نہیں
 ٹوٹی ہوئی گونہیں اگر شہر شہر نہیں
 بھاری جورات آگے بیاہ پر نہیں

جزل بھی چھو تو میں کھنکیر ٹر پڑاؤں
 آئی ہی ٹھونڈ جی ہوئی اڑی ایک انکسلف
 صیا جھپٹی جھپٹی چھینگی وہا دین
 وہ محو خوابنا زہین نکلا ہی آفتاب
 اچھا نہ آئے تھے تو سمجھتے ہی میری قدر
 نازک گیر ٹپ ہی ہیں برق کی طرح
 سچ ہی کہ سب ہیں صافانہ کہ دم تک
 کچھ ایسا پڑ گیا ہے محبت میں تفرقہ
 کچھ حسن اتفاق کیون لگ گئی ہی آنکھ
 شکر صد ادا کی نرک ہاتھ کان پر
 زلفیں بیاہی ہیں کیون اتنی دور

اونکی امانتیں ہیں یہ زخم جگر نہیں
 سچ کہتی ہیں کہ جسم میں اونکی کمزوریاں
 کے دن ابھی ہو کہ مر بال و نہیں
 دکھارہا ہے آئینہ گرد و سحر نہیں
 کیا آپ میں ہی نیکو اذن کمزوریاں
 تعویذ کا تو آپ کے بازو سپر نہیں
 گردن نہیں جان نہیں ہی جگر نہیں
 دلی تہن تو دلو ہمارے خبر نہیں
 آئینہ منہ پہ منہ کو رکھے ہے خبر نہیں
 سودر کھلے ہیں بازار اگر ایک دین
 اگر دشمنوں کو آپ کے درد کمزوریاں

سوز و گدازِ شمعِ مینِ کرکچ بھی ہر اثر
 تہمتی نہیں نظرِ دلِ مضطرب کیوں حضور
 وہ اور کیسی سامنی سرِ شرم سی جہکائیں
 اینٹھی مین ہاتھ پاؤں تشبیح کا مال ہی
 کیوں نیم باز رہی ہیں خوابِ زمین
 آئینہ لیکے ماتھ مین گرتے ہیں کی سہل
 آنکھیں لنگٹی ہیں جوانی کے نشہ مین
 اعضا چلے جو کھنکھتے تو بولامین تر مین
 کیوں جھپٹتیں ٹپرتی ہیں دوپٹے مین آپکے
 دوڑی ہی تھوڑا دیر ہر چل ہی رہی
 کیوں اسکی روشنی مین نکلی بدنِ دم

کافور کا بھی خلق مین ٹھنڈا جگر نہیں
 پارہ نہیں ہے برق نہیں ہی شرمین
 ہیکل کا ہے یہ بوجھ کہ اونچی نظر نہیں
 تعویذ کا جو آپ کے بازو پہ نہیں
 آنکھوں مین میری نیند کا بھی گز نہیں
 اس ناز مین پی خچہ داؤ کی نظر نہیں
 اسی شرم سیب ہے کینچی نظر نہیں
 باتے ہو تم کہاں ابھی میرا نہیں
 مل دل کیلے دستِ نگہ کی اگر نہیں
 سچ ہے کہ دلکشی آہ مین کیونکر اثر نہیں
 اتنی ہی گرچک نہیں دردِ جگر نہیں

معشوقِ عجب کو اڑا تہی بہت
 بیدار یوں سچے پتہ کی تہی ہو کیون او تار کے
 شکنیں مٹی ہوئی ہیں ڈھونڈنے میں کیون دہا
 اک آنسو میں عکس ہے اک چشمِ صاف میں
 اپنی جھڑک کو دل کی غریبی کو دیکھیے
 اٹری کی نچی لاتی ہیں جلنی میں کس لہری
 تربت پہ بھی سکوتِ بڑھل یا دہے
 آئینہ لبیکے ہاتھ میں غیر و زبطِ حسن ہے
 نازک جو تھے قلم کے اشار میں کھنچ گئے
 لڑکھڑکے کس سی سوہن سے بگاڑ ہی
 مجھ بگڑے دل کی ہوسم چرچہ ہیں نام ہے

یہ شمع کے ہیں اوٹ پتنگوں کے پر نہیں
 ہیکل کی تختیاں ہیں یختِ جگر نہیں
 کھنکھتی ہوئی رگوں میں مری گراثر نہیں
 حیران بیٹھی ہیں کہہ کر ہر کہ ہر نہیں
 دعوہ پھر اوس پہ کیہ میں بیداو گر نہیں
 گر ہو غنیمت آنچلوں کی جو لختِ جگر نہیں
 اب تم پکارتے ہو ہمیں کچھ خبر نہیں
 خود گر پڑی جو حسن پہ او کی خبر نہیں
 تصویر کا تو نام ہے اپنی خبر نہیں
 کون اوں کی لے رہا ہے بلا میں خبر نہیں
 بن کے لیٹنے کی کسی کو خبر نہیں

دل کے جھوٹ موت کا ٹوٹو جو سوتے ہیں	یوں سُکرا رہے ہیں کہ جیسے خبر نہیں
ایسے بھی ابنیں کہ نہیں ترع اور آئین	کچھ دل پکارنا ہے کہ اونکو خبر نہیں

غزل	کناشب فراق کا ماہر محال ہے	۲۵ شعر
	کچھ کھیت چاندنی نے کیا ہی تھر نہیں	

غضب ہے سبزہ رخ کمالی ایش کو مٹاتے ہیں	نگاہوں کی جو پرنیکے نشان کچھ پاتے ہیں
کوئی انسی کی جو ساتھ بھر دفن جاتے ہیں	بہارک ہنوز میں شوق ہوئی کماشتی کا ہیں
عبث کیوں ست دو مجھ کو بار احسان دیتے ہیں	جو خود اٹھ جی جان ہی اوسکا لاشہ کیوں بٹھاتے ہیں
ہزاروں حسن آپ کی جلے میں سجاتے ہیں	اوسی بالیدگی اسی آئینہ میں بال آتے ہیں
نہیں حاجت اُنہیں کچھ شمع کی چول جلا تے ہیں	خود اپنی روشنی میں تا عدم پروا جاتے ہیں
نزاکت اُن تو بنگی کیا مصوّر آزماتے ہیں	قلم کے اک شار میں جو کاغذ تک کھینچ آتے ہیں
بشریت کو تہی دست سر اپنی ستاتے ہیں	بگڑ جاتی ہی صبرِ تپ آئینہ دکھاتے ہیں

وفار انونکی دیکھو بٹ کب لپٹی جاتے ہیں
 دہن میں زبان تہی ہی یہ پاس آتے ہیں
 قیامت سے غضب سے بیٹھے نکل سٹاتے ہیں
 رہ رہی باد و شادان حم چھو نہ کھاتے ہیں
 نہیں معلوم جلنی میں فاکیس دیکھاتے ہیں
 جلائی والے تو تھیر ہی ذکر اد نکا جانید
 نزاکت انکی کام آتی ہی سیر مثل آئینہ
 لگا ہو چو بچا کر شمع بھی لیتی ہی بوسہ
 ہماری اضطراب الکی بیالت یہ پوچھی تو
 رگین کیونکر نہ مثل ہو آئینہ مرعی و بھیرن
 مثال عکس آئینہ ہمارا ساتھ ہم بھی ہیں

سیاہی صبح دالی شمع کمنہ کی چڑھاتے ہیں
 بچانے کیا تینگے شمع سی باتیں بجا ہیں
 نشان آئینہ میں کی نفس کے پائے جاتے ہیں
 وہی ٹنڈا بھی کر دتی ہیں ضرور جلاتے ہیں
 زبان شمع پر کچھ نام پر وانو کی آتے ہیں
 دل انکی موم کب میں شمع روشن سمجھا ہیں
 ذرا ہی کب شمش ہو تی ہو دلدین آتے ہیں
 تینگے جلنے میں کچھ نہ بون کو ملاتے ہیں
 نہیں جمتی ہزار اپنی قدم آسو جاتے ہیں
 کہ جو ہر بکڑوں ٹوٹے ہوئے نشتر دکھاتے ہیں
 جلا تم جاتے ہو تو گھر سے ہم بھی نکلی جاتے ہیں

<p>ہماری ناقوانی کام آتی تھی منزل میں بزمِ بگو غنچہ کیوں نقلت میں بوش اور تے ذرا آنسو سے بچتے ہیں کچھ سکین بھونکی قیامت کے جب آنہیں نظر آتی ہی دیر انکو گلہ ہو سکی بیری کا تسخیر میں کیونکر ہاکیے صد آؤ ہیں شمع کا فوری</p>	<p>غبارِ رشتہ اٹھاؤ مکر قدم پئی اوٹھا پٹین نسیم کی جھونکے مری دکھو ملاتے ہیں تر کر چرب چٹنگے کے دکھو ملاتے ہیں زمیں سے چلنے میں کھینچا ہو میں ملاتے ہیں ہماری ہاتھ پاؤں جب ہمیں اچھو نہیں جلیں دل افکے جو ٹھنڈا کچھ کو جلاتے ہیں</p>
--	---

<p>غزل</p>	<p>سیاقہ مثلِ مایہ ربات کرینا نہیں جیکو مثالِ عکسِ آئینہ و مثالِ لب ہلاتے ہیں</p>	<p>شعر</p>
------------	--	------------

<p>یہ حجاب آکے سر آب خیر دیتے ہیں سچ ہے سختی سے غنی خلق میں زرخیز ہیں شمع کتنی ہی پروانوں کا احسان کیا ہے</p>	<p>دم جو لیتی ہیں زبانیں وہ دیتے ہیں چوٹ جب کھاتی ہیں تنگ سر رہیں جان لیتے ہیں تو ہم خود بھی تو سر دیتے ہیں</p>
---	---

<p>ات پر رکھتے تمہیں مزہ جو سر دیتے ہیں لٹکڑے دل ہو ہیں مٹھ بھی دیتے ہیں ہم خوشی آپ کی ہر طرح سے کر دیتے ہیں دفن جو بکھو مری خاک میں کر دیتے ہیں لوگ لکھ لیتی ہیں جو قوت یہ ستر دیتے ہیں</p>	<p>او کو کٹھمائی سپر جانکی منظور کرو بہنیں سلاں جہان بھی کوئی غنچہ شاید زخم کھیل کر کبھی نہیں کے کبھی رو دہو کر وہ سلامت رہیں یا رب اگر کیصوت کوئی تو نکتہ ہے جاننا زیونہا غامونکی</p>
--	--

<p>شور شکوہ میں کیونکر سنوں اکامہر کچھ خبر دل کی مجھے دیں تے دتے ہیں</p>	<p>غزل ۶۲ شعر ۲۸</p>
---	-----------------------------------

<p>ہو ائی ترم سی جوئٹھ کولال کرتے ہیں وہ تر تین ہی ہو پتی مال کرتے ہیں یعنی قریح کے ہیں لون جلال کرتے ہیں ہٹا ہٹا کے جو زلفین جلال کرتے ہیں</p>	<p>ہم اون گلوں کا قفس میں خال کرتے ہیں قدم کے نقش کیوں اپنا مال کرتے ہیں چھری کو روک کے بیجا مال کرتے ہیں اونہیں کے عشق میں ہم انتقال کرتے ہیں</p>
--	---

نہ خوش ہوں نہ کہ جو دیدِ لال کرتے ہیں
 ہر اک سی رنج ہر اک سی لال کرتے ہیں
 عدم نہ منہ کو کہو تو لال کرتے ہیں
 لباسِ نکلی چھٹیوں سی لال کرتے ہیں
 کسی یقین کسی بی یمن ہوں وہ مشہور
 اب آفتاب بھی فی یمن بن ڈوب کر
 بلائیں لیتی ہیں بارز لعل چہرے کی
 کو ہی ڈر ہوئی لوگوں کی مدینے کے قوت
 قفس کی خیر نما مثل غنچہ اے صیاد
 کیسی لوگ ہیں یارِ فربشت گالچہ
 زبانِ نکلی نہاروں دُعائیں دیتا ہے

فلک کیو چھری سے حلال کرتے ہیں
 وہ اپنی شان کا کچھ بھی خیال کرتے ہیں
 کمانکی بات کمان کا خیال کرتے ہیں
 حلال کر نہیں آتا حلال کرتے ہیں
 زبانِ پان ہی کھا کھا کے لال کرتے ہیں
 وہ آج آئندہ میں دیکھ بھال کرتے ہیں
 کچھ اس داؤدہ مجھ کو حلال کرتے ہیں
 یہی چھپکتے تو چھپ کیوں حلال کرتے ہیں
 اسی صبحِ چمن کا خیال کرتے ہیں
 کہ جانکر ہمیں بچان سوال کرتے ہیں
 کچھ اس داؤدہ اپنا مال کرتے ہیں

ہمارے فریج میں منہ کا بھی پھیرتا ضرور
 فرشتگانِ لوحِ چھپرے سے کیا حاصل
 کشیدہ کون ہو تیرا فگنانِ عالم سی
 خیالِ خاطرِ نازکِ تہا عفو ہو قصیر
 مژدگی ہاتھ ہی کہتی ہیں اوٹھکے اوسکی طرف
 وہ لوگ ہی ہیں جو ہیں دورِ چشم کے کشتہ
 کسے نہ تم نظر آئے پناہ موسیٰ سے
 جو شامِ آتی ہی بھولوں کی اذکی ہاتھنوں
 عوضِ جواب کے دیتے ہی تج کو بتا ہے
 ہوئی ہی باغ کی پھولوں سے کچھ شک
 نہ با صدِ افقیر ان آسپا خو پر

جہان میں یوں ہی کسی کو حلال کرتے ہیں
 جوابدہ ہیں ہم بھی سوال کرتے ہیں
 کچھنی کھانکی یہ گوشتِ مال کرتے ہیں
 جگر کو تھام پی اب عرضِ حال کرتے ہیں
 فقیر اوسکے اسی سوال کرتے ہیں
 چہری ہی ہکو تو دورِ حلال کرتے ہیں
 کہ دیکھ کر ارنی کا سوال کرتے ہیں
 وہی ہمارے کلیجے کا حال کرتے ہیں
 ترے فقیرِ غضب کا سوال کرتے ہیں
 وہ جاگ جاگ کی آنکھوں کو لال کرتے ہیں
 یہ جتنا سیر ہوں اتنا سوال کرتے ہیں

جناب عیسمان پناہ دیکے
ہی کی دید کا حضرت سوال کرتے ہیں

غزل ۶۳
اونہیں کے عشق میں ہر کی جا جاتی ہر
بچے ہوئے جو لہو سی حلال کرتے ہیں

شعر ۶۴

جراح در زخم سے روؤں خمین
دل میں ہے بجز تار و فونین
اب کیوں کر گدا کا سفر مثل بوہن
حسرت میں مراد میں آرزوہن
اب کیا کون کسی سی کوئی آرزوہن
حسرت ٹپکے ہی ہی جگر کا لہوہن
ناقد در در و غم کے نوئے شادہن
میں یہ ٹرپ رہا ہوں کہ دل کیوں لہوہن
یون میں دم کی قہنس میں ہیر باغ
شاخ و پھول اک نین بھو لوہن
پر و انوکھ جلا کے دکھا شمع کا نہ دل
اب بھی کو سفید جان کا لہوہن
سینہ پہ ہاتھ رکھ لی کہی پڑھ دو فاختہ
میت یہ بھی ایک مری آرزوہن
دہتال گایا آپ میں اس احتیاط پر
اتنا ہی ہونہ شوخ تو دل کا لہوہن

آرام پاکے کہتے ہیں دل ہی مری وہ
 مستون بغیرِ نرمین کیا دل لگی مرا
 روٹھی جو دل مرا تو کوئی دہی یہ کہے
 کہتے ہیں رنگا وڑا کے خنائی کیسی تھ
 ذرہ ہے میری خال کا دامن چاڑھی
 شاید کہ مر گیا دل ٹالان مرا کہ سین
 مجھ تک تو عادتیں تھیں جگائیں کی رات بھر
 پر تو پڑا ہے دل کی چاک مرے ضرور
 کہ سن رہی نہ چال میں لہجہ میں تو کیا کریں
 اب کس امید پر مجھے ناوک لگائیں وہ
 کہتی ہیں دل میں ڈال کے روزن مراد

ناحق گلہ تھا آئینِ بُری کوئی خونین
 شیشہ نہیں ہی جامِ نہیں ہی سونین
 پھر کیوں خفا کرو جو منائیں خونین
 جو چلوں نہ روز گھٹے وہ لہو نہیں
 ای دوست میری اور کوئی آرزو نہیں
 چپ چپ سی شہر میں ہے وہ فل کو بگونہ نہیں
 سو نہ دی و نہیں سیر دل کی خونین
 بجلی میں سببِ تڑپنے کی خونین
 گریں کی عادتیں ہیں سنبھلنی کی خونین
 رنگت پکارتی ہی کہ دل میں لہو نہیں
 اس دس کی جو فقیر نہیں آرزو نہیں

دہار و نکاز و ردیکہ کے ناوک لگائی
 کہتا ہوں تیر دیکھ کے حسرت زد و نکوین
 دم ہو غمنا تو ہجر میں دل بھی تنگ ہو
 کیوں مست خونِ دل کو پیچیں شرابِ سُرخ
 کتنا ہے دل جلا کے مرے درد کا مزا
 دل بی بساط ہو تو ڈرو اور ظلم سے
 مستوں کو کیوں درد ٹوہیں ایسے دل
 خنجر کا منہ بھی تنگ کے پردہ میں نہان
 دل میں ہی سمجھ کے وہ رہتے دین اپنے تیر
 پیکانیں تنگ پائے مگر نہ اتنے ہو
 وہ تیر پر لگا ہے مہن تیرا سیلے

اولیٰ پھر رخ تیر تو دل کا لہو نہیں
 سُن رہیں کہ مجھ کو مئی آرزو نہیں
 معشوق کہ جس میں بگڑ نیکی خونیں
 می کی نہ چھینٹ ہو تو لہو ہی لہو نہیں
 وہ دل نہیں کباب کی کچھ جسمیں لہو نہیں
 پٹھکی سا ہو جو خون وہ لہو کیا لہو نہیں
 ہی کو جس میں شرکِ خن سبوت نہیں
 دیکھو سمجھ کے تم بھی تاشا لہو نہیں
 غیرونی آرزو ہی مری آرزو نہیں
 جو خشک ہو گیا وہ لہو کیا لہو نہیں
 کتنا ہے جوشِ خون کہ ابھی دل لہو نہیں

دنیا میں اتنی عمر پر ہی اسی شوق یہ حال
 گرد و زخمِ دل کا سنو گے تو ہو گا کیسا
 ظلم ہوا گلونہ پہ بنی کیل اسیر ہے
 تولیدِ خون کی مردہ دلی میں عبت سے فکر
 ایسے غریب لکونہ چھانی سی کیوں لگاؤں
 جلا دروینکے دل زخمی کے حال پر
 زخمی دل سے ہو لب کی صدائیں
 جلا در جلتے خون کا ادنیٰ یہ حال ہی
 برعکس یوں سے عکس کے اٹی ہیں کیا ب
 تفریحِ اوس سچو یہ رولا جہان کو
 رنگت تو کہہ رہی ہی مراطور ہی بُرا

میں بھی تو ایک ہوں کج مراد لہو نہیں
 چھوٹی سی منہ کی بات بُری گفتگو نہیں
 کیا ہو رہا ہے اب خبرِ زنگ بُو نہیں
 جو دل کی جان تھا وہ لہو اب لہو نہیں
 خصلتِ نہیں ضد و نکلی مچلنی کی خونیں
 باتن شکست بخینہ تارِ ر فونہیں
 ٹانگوں کا ٹوٹنا ہے مری گفتگو نہیں
 بجلی زمین پہ لوٹ رہی ہے لہو نہیں
 آئینہ اونکے آگے ہے پھر رو بہ نہیں
 غنچے کے دلیں ہی مری حشر کی بو نہیں
 ہمت پکا رتی ہی ابھی لہو نہیں

اتنا تو کھوئے دل کا نشان بکھو یا دی	غش کی سہی عادتیں ہر پڑ پڑ کی خونیں
یہ کیا کہ میرے پاس تھمیرے دلین جسر تین	ابا و نکلی پاس سے تو کوئی آرزو نہیں

غزل ۶۴	گل کی کیون خوش ہو ماہر شمع بزم چھن جائے منہ کی بات تو کچھ گفتگو نہیں
--------	---

مجھے اس شرط سی سی ہی جگہ گردن نے گلشن میں
گرے بجلی تڑپ کر گرے تینکانشین میں
رگ جان عین سوزِ غم نہ کہو شکر ہو مرے تن میں
گل آتش ہو وہ بھی خس جو ہو شعلہ کے دامن میں
منیب طبع کی تاثیر لون ہے شعر کے فن میں
عوض شیر و نکلے جیسے بوسے شیر و نکلے مسکن میں
قدم ڈالے نکیون دل ہر طریق صاحب فن میں

اسد جاتے ہیں بیشیہ کی طرح غیر دن کے مسکن میں

کوئی دم در ہی ہے تیغ دست ترک پر فن میں

رگون کو اپنی کچھ بھڑکا ہوا پاتا ہوں گردن میں

کوئی تو پوچھ دے یہ باغبان سے مجھ کو گلشن میں

وہ کھٹکے آنکھ میں کیونکر جو تنکے تھے نشیمن میں

معاذ اللہ کیسی مفتین بانکی لڑکپن میں

غضب ہو جائے نچا سر ہو بین طوق گردن میں

پھر آدغم کی ہے دلیں الہی خیر امید و نکی

اسد یا یوس ہو کر صید سے آتا ہے مسکن میں

بند ہیں باند ہی کی سی اہل وحشت غیر ممکن ہے

ہوا کیا گر پڑی زنجیر رشتہ پائے سوزن میں

ترس کھا ہمصغیر دن پر سہی جو ساتھ آئے ہیں

میں جس ٹٹھی میں ہوں گلچین چھپالے او سکودا میں

ہوا کے دم سے اتنا بھی اگر ہے تو غنیمت ہے

مرے بدلے مرے پر آتے جاتے ہیں نشمین

اگر ہے طالبِ قطعِ سفر ہر کے بیچھے آ

ادھکھر رہ گیا رشتہ بڑا جب راہِ سوزن میں

کیا کار از افشا کر نہ اپنی بھجابی سے

کہ عریانی پہ عادت پردہ پوشی کی ہے سوزن میں

خبر ادا کو نہیں باتوں میں یوں بیٹھے ہیں تربت پر

بلا میں سے پاتا کھلے رہا ہے کوئی مدفن میں

یہی تو ہیں ادا میں قتل کرتے ہیں جو محفل کو

کہ خود بیٹھے ہیں اور تصویر پوشیدہ ہے دامن میں

زبان سے کام کم لے کر بقائے دم کا خواہان ہے

کہ عمر رشتہ گھٹی جاتی ہے رفتار سوزن میں

سمجھ کر مال اپنا لیگنیں اشکو نکو نہی طسیر میں

وہ رزق برق تھا دانہ جو کچھ تھا میرے خرمن میں

کبھی اونکی لحد کی سمت بھی ہو کر نکلیجاؤ

نگاہیں تنکی جالا بنگئی ہیں چشمِ روزن میں

کبھی گرتے ہیں جب دشمن تو میں سنکر یہ کہتا ہوں

انہلی چال چلتے ہیں اونچے جاتے ہیں دامن میں

مری اک قید نے حالت یہ کی ہے مصفیر دن کی

بھر ہے خانہ صیاد سناٹا ہے گلشن میں

تعجب کیا جو چھلے کی طرح دل بھی نکل آئے

لئے بیٹھے ہیں وہ مٹھی چھپائے ہیں جو دامن میں

نظر میں کمون نہ اون کی نشہ آتا اون کی آنکھوں کا

کسے مستوں کے ہاتھوں میں ہی گر پڑتی ہی دامن میں

عجب کیا اس بلانے سے چلا آئے اگر قاتل

اشاروں کی ہے صورت جنبش رکھائے گردن میں

بدی غیروں کے آگے ہو رہی ہے کب سے تربتیر

ہمیں دیکھو کہ ہم چپکے پڑے سنتے ہیں مدفن میں

رہے قطرہ نہ باقی ہاں دم شوق شہادت ہاں

بدن بھر کا لٹو کھپتا چلا آتا ہے گردن میں

دوبارہ ہوں تکیو نکر قتل یہ لکھ جو وہ روئیں

بدن پر سر نہیں ہم ہاتھ ڈالیں کسکی گردن میں

جدائی انہیں ہی کیا تیغ سے ہونے کو ہے قاتل

گلے ملتی ہیں آپس میں رگین جتنی ہیں گردن میں

اب اس بڑھ کے کیا شوق شہادت ہو گا ای قاتل

رگین کہنچتی ہوئی ساری سمٹ آئی ہیں گردن میں

فلک کے دور میں انسان رہے ثابت قدم کیونکر

دم گردش تو پچھڑ بھی نہیں تمنا فلاخن میں

خبر پائی ہے شاید قتل کی لے بخودی کوئی

بدن سے خون جود وڑا ہوا آتا ہے گردن میں

اوتر کر زلف نے اوکلی جگہ روکی ہے شانہ پر

کبھی میں نے جو باہیں ڈال دی تھیں اونکی گردن میں

محبت میں بھی اونکے قتل کا ہے اک نہ اک مطلب

جہاں کر سردیا میں نے تو ڈالا ہاتھ گردن میں

کوئی اس سن کو تو دیکھے عوض میں کچھ چڑھانیکے

لحد کے پھول بھی خنجر لیے جاتے ہیں اس میں

بشر ہو کر فلک کی گردشیں پاہر ہے کیونکر

شعر ۱۷

کہ چکر آتا ہے پتھر بھی جب آتا ہے فلاخن میں

غزل ۷۵

کہ صفت اضطراب میں ہوں جہاں ہوں اک انقلاب ہوں

میان خشکی بھی آب میں ہوں میں آبرو سے عذاب میں ہوں

نکیوں میں ساکت حساب میں ہوں تری ہی دابہ اب میں ہوں

نموش بس اس حجاب میں ہوں میں اور گویا جواب میں ہوں

سدا وٹھکر عذاب میں ہوں محاسب کہ خطاب میں ہوں

کہ ہونے میں ہوں جہاں ہوں انقلاب میں ہوں جہاں ہوں اک انقلاب میں ہوں
میان خشکی بھی آب میں ہوں میں آبرو سے عذاب میں ہوں
نکیوں میں ساکت حساب میں ہوں تری ہی دابہ اب میں ہوں
نموش بس اس حجاب میں ہوں میں اور گویا جواب میں ہوں
سدا وٹھکر عذاب میں ہوں محاسب کہ خطاب میں ہوں

میں خاک گویا جواب میں ہوں کہ اونکے سب کے حساب میں ہوں

مگر میں بڑھ خطاب میں ہوں کہ رہزدونکے عذاب میں ہوں

کون تو کیا کس حساب میں ہوں مانہ روکھ میں خج اب میں ہوں

لے عجب اضطراب میں ہوں صد آونکی عذاب میں ہوں

میں اپنی فکر عقاب میں ہوں وہ جانتی ہیں کہ خواب میں ہوں

گناہ پر بھی ثواب میں ہوں خموش رحمت کے باب میں ہوں

کفن کے اس پیچ و تاب میں ہوں میں سچا اور حجاب میں ہوں

ہمیشہ آباد ساقیاتو نہ کیوں ہو مینا کی طسح اچھو

اودھر ہوں تا حلق اپنی مملو اودھر گلے تک شراب میں ہوں

برنگ بُوئے چمن جو کھو یا میں بیٹھ کر دلو خوب رویا

ہو اس تن میں کو گویا یکے رخ یا گلاب میں ہوں

نکیون لگی آگ جسم و جان میں سیوز کتنا ہے استخوان میں

کبھی ہو نہیں نص عاشقان میں کبھی میں سنج کباب میں ہوں

نہ ڈونے مجھ سا ہی کوئی بیکل کس سار دریا میں اک ہی بلبل

او بھر رہی ہے زمین سے ریتل غضب کے میں اضطراب میں ہوں

بیان ہو کیا حال قلب مضطرب رہا ہے اوٹھا اوٹھا کر

جہان میں بھیلے نہ درد کیونکر شب فراق اضطراب میں ہوں

سقر میں کیا جی یوہن میں ہارا کیا تھا شعلوں نے کچھ اٹا را

میں شکر و نکو دیں پکارا چلو چلو میں عذاب میں ہوں

لحہ کے دکھ تو فلک نے ڈالے نہ منہ سے پر یہ سخن نکالے

چلین نہ اس طرح چلنے والے قدم کے نیچے میں خواب میں ہوں

اثر دکھائے جو قلب مضطرب تو سر پہری صورتِ مقدر

نکیوں ہوں غلطان مثال گو کہ غرق خود اپنے آب میں ہوں

سُنادے حکم ای حساب والے سقر میں جائیں عذاب والے

جواب دینگے جواب والے کریم میں کس حساب میں ہوں

۶۹ شعر	نہ خوش ہوں مہرستا کے دشمن جو ہوں میں گزشتہ سہشت آہن زمانہ بھی تو بنے فلاخن جو دم کو میں انقلاب میں ہوں	غزل ۶۶
-----------	---	--------

<p>تکیہ وہ کونسا ہے جو مستشنہ نین</p> <p>سینہ میں بھی دل جو کم از دُور میں نین</p> <p>اکسیر ہے وہ خاک جو ان نشین نین</p> <p>مجنون تو ہن بھی لیلیٰ محل نشین نین</p> <p>تکیہ سی بھی یہ کم ہن جو سندنشین نین</p> <p>دبلا سہرے کا بھی کوئی دُور میں نین</p>	<p>صاحبِ ساط قد رسی خالی کہیں نین</p> <p>ہی دُور کون دست جو میر ترین نین</p> <p>احسان نہ تو مثل ترا بھی کہیں نین</p> <p>کس پہی نام عشق کوئی ناز میں نین</p> <p>ای چرخ کا لون کی جگہ کیوں کہیں نین</p> <p>کیا آنکھ مڑ کے دیکھتی ہے کیا کہیں نین</p>
---	--

مٹا ہی شکلِ خزن تو جانو خزنِ نہیں
 عاشق تو نکلی مثل تو خود ناز میں نہیں
 پیئے میں تج سے کہ یہ کیوں ہی نہیں نہیں
 کیونکر مکان بھی باعثِ زبِ مکین نہیں
 نہ رونے کیوں نہ روؤں گے مجھ سا خزنِ نہیں
 سچ ہے پناہ سبزِ ظہون سے کہیں نہیں
 کیا اہلِ نامِ صہب سے اپنے گھر میں نہیں
 ہوا مکان تو اہلِ فنا سے کرو نہ ناز
 جامِ میں مار کے ہو جو زہرِ جنون میں
 گر ہو یہ صوفیات تو شہر سے کیا حصول
 جو کہ ہیں نشان پر کیوں نازِ نینِ فنا

تقدیر کا لکھا ہی ہے چہ چہ حسین نہیں
 عکس کا جسکے رخ میں نہیں وہ نہیں نہیں
 شیشوں کا ہی خمیرِ مئی آتش میں نہیں
 بحسن ہر حرف جو کر نشی نہیں نہیں
 آنکھوں پہ آستین ہے چین چین نہیں نہیں
 یاب زیرِ کاہ بن حسن حسین نہیں
 جبکے شاز میں سے نکلتے نہیں نہیں
 گر تم کہیں نہیں ہو تو یہ بھی کہیں نہیں
 افقی کے تن کا پوست یہ ہے آستین نہیں
 اک نام ہے چراغِ مکانِ نگین نہیں
 شاید لیا ہو خواب میں مجھ کو نہیں نہیں

نامی جہان میں گرہے تو کسبِ حیا کی
 میں اک فشارِ قبر کا شکوہ کرو تو کیا
 زورِ خونین قیدِ جانی نہ ہو غنیمت کیا
 ہے صاحبِ وقار تو کر ترکِ بانگین
 کتبکاتِ جھگڑے ہو گے دکھا ہی چکے جمال
 کر صاحبِ وقار بہ پتہ نہ طفر کی
 طبعِ نفیس اُل مالِ جہان ہو کیا
 اسی چرخِ خانہ زاد و نکی و راتنی آبرو
 تکرارِ نفیِ صل میں اتنا ہے خیال
 پر تو دیکھا دیا تو سراپا دکھا چکے
 کھو جاتی ہو تم آنکھوں ہی آنکھوں کی سطح

گرا آنکھ ہی میں آئینہ تو نگین نہیں
 دنیا میں کی خون کی پیاسی زمین نہیں
 ہاتھوں کی ہتکڑی شکنِ آستین نہیں
 گرج کچ کلاہیان ہوں تو حسنِ نگین نہیں
 کیا خوب تو سامنے اک تہین نہیں
 چشمک زنی پہیل مزاجِ نگین نہیں
 فاسدِ غذا صدف کی ہی دُرِ شین نہیں
 قابلِ صد کے گوش کے دُرِ شین نہیں
 اقرار ہو بجائے تمہاری نہیں نہیں
 اب تم مری نگاہ میں پر نشین نہیں
 آنسو نہیں ہو سرمہ چشمِ حسین نہیں

جلتی زمین پہ کیا مرے واد کی آئینہ
 ہوں آتشیں لباس گل شمع کی طرح
 ہوں عکس آئینہ تو نہ کھلو اوٹھ مرا
 ہے غرقِ مالدار کا باجہا نہیں مال
 اولیٰ نہ باتیں ہوں جو زائیکہ کی طرح سب
 ایسا برا ہو نہیں کہ ہے چہرین کا عکس
 کتنی ہی ہر کلی کی قبا چاک کر کے بو
 پروانی پونچھتی ہیں اشار و نمونہ کچھ جو بات
 نامی ہی انتظار اہلِ مین مین کیوں
 اسی ضعفِ دردِ جبرینِ روئے کام ہی
 ڈھونڈہ آیا ہر طرف دلِ بنیاب ہی مرا

ہیں موسمِ خامِ شمعِ غزالانِ چینِ نہیں
 شعلہ نہیں اگر تو مری آستینِ نہیں
 گر مینِ حسینِ ہوں تو تم ہی حسینِ نہیں
 کشتیِ صدف کی کون سے جوتہ نہیں
 بان سی بھلی لگے نہ تمہاری نہیں نہیں
 صورتِ نامر ہے نہیں تو خود حسینِ نہیں
 جسمینِ نہ دستِ غیب ہو آستینِ نہیں
 کتنی ہے شمعِ سر کو ہلا کر نہیں نہیں
 پتھرائی جسکی آنکھ نہیں وہ گیس نہیں
 ابرو تو آنکھ پر ہی اگر آستینِ نہیں
 اسی دھویرے درد کا در مان کہیں نہیں

پروانو کو قرین نظر آتا ہی کہیں صدم
 یوں گزرتے دیکھے رانوں ہی کو آؤ
 لاکھوں ہی حسرتیں ہیں تنائیں سیکڑوں
 دیکھو خرام ناز سے دہتا ہی دل مرا
 رسوا خلق ہی ہو منہ پر بھی آئی بات
 کھوی ہی خلق آپنا کس طرح ملے
 نامی جہان کی دور میں محتاج کیوں ہوں
 پر تو سے شکل دیکھتی والوں نے دیکھ لی
 بیہوش لوگ دل کی نگہ سی ہوں کیا نہان
 ظاہر کے خاکسار زمین ہیں بھی ضرور
 آنسو پونچھنے کے کا ہشان شبی و فراق

شعلہ جوشع کا صفت دور میں نہیں
 یہ کیا یہ سب تو دلیں سب ہی تہیں نہیں
 بستی جو میر دلیں سب ہی کہیں نہیں
 پھر یہ کہو گے ہسا کوئی ناز نہیں نہیں
 وصلت میں اور یہی مجھ ہی نہیں نہیں
 گر تم کہیں نہیں ہو تو کوئی کہیں نہیں
 دیکھے ہر اک کا ہاتھ نہ جو وہ نگہیں نہیں
 سمجھے تھے تم کہ یہاں کوئی باریک بین نہیں
 یوں چھپ کے آج بیٹھے ہیں چھپ کی کہیں نہیں
 پانی مرے نہ جبین وہ کوئی زمین نہیں
 عریان تنوں کی آنکھ بہ کر استین نہیں

سایہ بھی ہو نہ پاس تو کسا کروں گلہ
 جو چاہو اپنی منہ سی کو میں نہ مانو نگا
 آوارگی کے لطف کو سوزن پونچھے
 پھر پھر کے میری نیند کو ڈھونڈیں ٹپلیاں
 جلو سے یہ بھی دیکھنے والے سمجھ گئے
 اولیٰ ہوئی آنکھ ہو سچی تو کیا کریں
 کی تھی لیسے کے قدر تو یہ کیا ضرورتا
 کہتے ہیں جاگے آنکھ کے پردے پر سے
 اول تو نقاب منہ سی دکھا ہی ہو جو حال
 آنکھوں کی آگے لاؤ تو دیکھو جہان کا حال
 تیار ہے آنکھوں کو منہ میری ہو لوگ

میں اپنا آپ ہجر کی شب ہم نشین نہیں
 ہر جا ہو میر جان تو کیونکر کہیں نہیں
 لاکھوں بنا گھر گراک میں کہیں نہیں
 گرا آنکھ میں نہیں تو جہان میں کہیں نہیں
 ظاہر کے سحاب بہن پر نشین نہیں
 بیکار کی ہی بات کہ وہ شرمگین نہیں
 یوں کھو دیا کہ دل کا ٹھکانا کہیں نہیں
 یہ آنکھ وہ اسپہ ہی جو شرمگین نہیں
 ایسا نہ کہ لوگ کہیں جم حسین نہیں
 دنیا لہ شرم کا ہی کم از دور ہیں نہیں
 اسی نیند تیری طرح سے وہ بھی کہیں نہیں

تو بہیدین کہیں چہنی ٹیٹی ہو میری جان	یہ بہی کہیں ہوا کہ ہوا اور کہیں نہیں
کر خاک نفس کو تو ہو عاشق تری ہی خلق	جس پر مرنے سب کی ایسی زمین نہیں
صاحب ہنر ہو نغین تو قدم لگا ہی نام	حسن خرام کلک سے نقش نگین نہیں
کیا چلتے پھرتے لوگوں کا شکوہ ہو ذرا	بیٹھا ہوا جودل تھا وہی بخشین نہیں
اسی بخود کرانے کا آج کیا سب	سینے میں دیکھو درد تو میرے کہیں نہیں
اسی کھوئے دل یہ سینے میں کیا ہو رہا ہے	کیا چیز کسکو ڈھونڈتی ہے یہی کیا کہیں نہیں
بیمار پڑ کے لوگ تو اوٹھ ہی کھڑی ہو	اشد میری درد کا درمان کہیں نہیں

غزل	بیٹھو گے لاکھ بہتے جو ماہری ہو گا کیا	شعر
	مرگان پہ اسکی اشک کم از دور میں نہیں	

روایت الواو

رُلوادیا ملائک عرشِ آلہ کو	کیا دل دو کھانچیں یہ طولاہی آہ کو
----------------------------	-----------------------------------

<p> ہے قمر قرب کوہ جہازِ تباہ کو تھا بنا ہے لنگر دن نے جہازِ تباہ کو دکھیں ملک ہی آج مری دستگاہ کو کیونکر کو نمین تیر ہو ائی اب آہ کو لنگر سے روکتے ہیں جہازِ تباہ کو ہر رگ دکھائے معرفتِ حق راہ کو چلنے میں چھوڑ دیتے ہیں شاہراہ کو لنگر سے کام کیا ہے جہازِ تباہ کو ہے بادبان قبر جہازِ تباہ کو </p>	<p> عمر روان سی دور رکھ ائی دل گناہ کو اشکون سی کچھ سکون چھوڑ گناہ کو کشتی چھیو کی آہ یہ عرشِ آلہ کو دیکھا فلک کو توڑ کے عرشِ آلہ کو کیون اشک ہوں ضرور چھوڑ گناہ کو دیکھیں بشر جو چشمِ بصیرت اکٹھا تو روش طبع جو ہیں گناہ دہر میں ای آہ دلو پھینک تیجے سکون تی کیون دِلِ ستم ندل مضطرب ہو </p>
--	--

سوز غم آهون سی میرا تیز تر کیونکر نو
 اشک بی نیب مژده نخت جگر کیونکر نو
 داغ غم پیری مین میرا جامه در کیونکر نو
 سخت جانی مین محبی سوز جگر کیونکر نو
 شیب مین نور هر داغ جگر کیونکر نو
 داغ دل وقت جوانی جلوه گر کیونکر نو
 دل سی پایا بچل نه مین گرتو اسکا کتاب
 ہی شکیب تاه صلت مین گنشته کا بیان
 عکس داغ سینہ کپی نه کیونکر دل مرا
 اول و آخر عدم بنو واحد ہو مین
 تن کی تاریکی ہی گہرا تی ہی روح فطر غم

آتش سوزان هواسی شعله در کیونکر نو
 آب دین حسن نخل کو وہ بارور کیونکر نو
 چاک دست سحر حجب سحر کیونکر نو
 سنگ خلقت چون تو باطن مین شر کیونکر نو
 گل چراغ ماه هنگام سحر کیونکر نو
 صنوفشان هنگام شب فخر کیونکر نو
 جو شجر اک سر و هو وہ بی ثمر کیونکر نو
 ذکر طول شام فرقت مختصر کیونکر نو
 تابش خورشید سی بختہ ثمر کیونکر نو
 مبتدا جو وہی میری خبر کیونکر نو
 داغ قندیل در زخم جگر کیونکر نو

پڑھ چکا ہو جو کتاب قصہ زلف دراز
 مجھے تنہا تک ہی تھیں ہجر کی راتیں فلک
 جب کمالِ اوج سوزِ آتشِ فرقت ہو
 ختم کر دی عشق جب مجھ پر نکی انقلاب
 جب قیامت کا پہیلا و امر غم کو حصول
 وارِ سپہیم جہلین گردن کی مجھ پر لیتین
 خانمان برباد ہو کر مجھ کو مرناسی فلک
 داغِ فرقت جاہلین دلچسپے سو مجھ
 بسمل شمشیرِ طولِ شامِ فرقت ہوں فلک
 جزوِ آفاتِ سماوی نہ بدن گل کیوں
 فتحِ یابِ شوقِ صحرا مجھ پہ کب سے جنوں

پھر مطلقاں و سکی آگے مختصر کیونکر نو
 گرم پہلو کر نیکو داغِ جگر کیونکر نو
 شعلہ سرکش نگاہوں میں سر کیونکر نو
 دوستِ لسا دشمن بیدار کیونکر نو
 دشتِ محشرِ دامنِ زخمِ جگر کیونکر نو
 پھر مری تیغِ اجلِ خرس کیونکر نو
 میترِ جانبِ زمین کے دھن گھر کیونکر نو
 یادِ لطفِ وصل کا آخر اثر کیونکر نو
 میری نظر و نہیں شفقِ خونِ سحر کیونکر نو
 شاق تر مجھ کو یہ دردِ نیم سر کیونکر نو
 آہنی دیوارِ زندان ہو تو دور کیونکر نو

غزل ۶۹	یاد میں آہوئی چشم یار کی نکلا ہے دم مرگ ماہر کی خبر وحشت اثر کیونکر نہو	شعر ۱۹
<p>کمان تاب کسافت صا طبع مصفا کو کیا ہی یاد کن مستوں کی ساقی آج صہبا کو لگا اتنی تو آگ و آتش فرقت سراپا کو پلا دون کو یونہی آبِ بادیہ حشت میں صحر کو ملا خلقت سخن کی لطف و قلب مصفا کو بھیت سے کبھی دیکھی جو مجنون کو صحر کو یہی حسرت کی دستِ جنون مجھ پر دشتِ ہمایا کو طمانچہ مومن کا آخر پڑا موند پر حبابوں کے سوئی گون نظر پڑتی جو میر نشہ زمین</p>	<p>کہ دستِ صیانت سی ہی قاتی ہی مہنیا کو کہ بنکر شور و فقل چکیاں اتنی ہیں مہنیا کو سپند آسا اور ادون مجر دل سے سویدا کو زبانِ خشک سمجھا ہونہن نقشِ کتب کو مئی گلنگ سے حاصل ہو کیفیت جو مہنیا کو نہ سمجھے خمیہ کیسے سی کم و اع سویدا کو مثال گر دھڑکتے دیکھ لوں دامان صحر کو گرہ میں اور بانہ میں مہنیا آب دریا کو سمجھنا خوشہ انگور میں عقدِ ثریا کو</p>	

فلک سکی میں شمع زبرم الفک ہون پڑا
 کمی گری و غم کی آنسو نہاں کیوں ہو قلقت
 اگر اکھا بھی تو طیران چاک صورتِ مرغ
 پیادہ چلتی الویلی تو رتبہ اور بڑھ جاتا
 یہ سن سکیں وقتِ آہ ہر گز چنی
 نکیو کر نہ بجا بہ دامنِ بسف پکڑ لیتی
 ترقی خواہ تو جس اتنی ہی ہوں عاشق
 تری بیمار کو دم توڑتی گردیکہ لیتی وہ
 تڑپ کر بھر کی راتیں کسین جیت یونین

کیا ہے میر فرشتا رخصتِ جنسی کوہِ صحر کو
 کہ ساحل کا تو گھٹجنا نا بڑھا دیتا دریا کو
 پر پرواز پر گاہ ہوں ہر کوہِ صحر کو
 سمجھتا سجود کہ مجھ کو نفس کھنکھاتا کو
 جا بٹھے ہیں سرسری آبِ دیا کو
 گریبان اپنا اکدن چاک کرنا تازہ لیا کو
 اندھیرے تکچہ کم تھی تجلی چشمِ موسیٰ کو
 مثالِ نبضِ تڑپن بھر تہی مسیحا کو
 ہنسی آئی ہی کیا کیا اپنی رو پر لیا کو

کیسے ناخن نازک جو یاد آہیں ماہر

گرہ ہر شک کی کل کھل کرتی ہی دریا کو

غزل

شعر ۱۳

اچھایو مین سہی شبِ فرقت بسر تو ہو
 مانندِ شمعِ خلوں مین سودا سر تو ہو
 کم بڑھکے آبرو ہو تو خیر اس قدر تو ہو
 اسی شیم اونکی عکس کا پتلی مین گھر تو ہو
 اشکون سی کچنہ اور ہو حفظِ نظر تو ہو
 اسی عشقِ دل مین آنِ زوون کا گزر تو ہو
 مرعائی دل جو سینہ مین نالان جگر تو ہو
 وحشت کا عکسِ قیس مین پیدا اثر تو ہو
 گردون نے سیمجھکے دیئے مجھ کو اشکِ حشم
 کام آئے دل نہ جنبشِ ابرو مین کس طرح
 مین سخت جانِ قیسا آسیاسی کیا

یون رنگ ہو سفید طالعِ سحر تو ہو
 سرسبز پر رکا نہ ہے تاجِ زر تو ہو
 دریا سی شہ گشتی تو بقدرِ گھر تو ہو
 پھر دیکھیں باہر آنکھ کی تلِ نظر تو ہو
 جب گھر لٹی صدا کا گھر قتلِ رتو ہو
 سچ ہے کس طرح مرا آباد گھر تو ہو
 جب لاشِ گھر مین ہو تو کوئی نہ گرتو ہو
 پھر دیکھیں مینس کی بندیاں در تو ہو
 لنگرِ سفینہٴ صدفی کا گھر تو ہو
 تلوارِ حبِ چلے کوئی سینہ سپر تو ہو
 کوئی مرض نہیں ہی تو دورانِ سحر تو ہو

آگاہ دردِ دل سی ہاری جگر تو ہو	گر ہنشین کوئی نہیں واقف نہیں سی
سب کچھ سہی تو نیکی خدا یا کر تو ہو	گو یا اگر نہیں تو نہون یہ ہی اک ہئی ت
بھسا کوئی سکندر آئینہ کر تو ہو	دل کی جلا دیکھاتی ہی ہر جمال دست

شع

ولہ

غزل

چھوٹا بھئی داغ ہو تو بقدر سپر تو ہو	تیغِ جہاںِ چرخ کا کوئی اثر تو ہو
اونکی کیسی طرح سے ادھر کو نظر تو ہو	آئینہ لیکے جاؤں نہ کیونکر میں سامنے
وہ دن تھے اور آج سی ترچھی نظر تو ہو	اب دین گڑ گئی ہی مثالِ سنانِ تیر
ہوں داغِ دل میں یا نہون مٹھی میں تو ہو	باغِ جہان میں اہل ہوس ہیں گنگل
شیشہ جو بھیس کھائے تو دل کو خبر تو ہو	بے نیب کے عشق میں اتنا تو ہوا اثر
بلبلِ فغان کیسے تو گلون کو خبر تو ہو	بوی اثر تو کچھ ہو محبت کے رنگ میں
اتنا فلک گھٹے کہ کل نیلو فر تو ہو	اکتا ہی پھیل پھیل کے یہ دودِ دل مرا

صیاد ہوش بختی اورین تو گیب
 بلبل کو اس قدر تو ہو صیاد عشق گل
 تنش آگیا کلیم کو یاد کیجیہ ہی لیا
 کشتی نہیں جو یون برفرت مری فلک
 رنگین خیالیاں نکلون کیون قید میں
 سب چل بسین گل سی بڑھائیں حسرتیں
 عشاق کو ہو صحبت معراج کیا پسند
 سچ ہی بدلیں بزم میں ہلو وہ کس طرح
 جاگا ہوا تھا ہجر کا آتا ہو تھم ذرا
 یہ بات اور ہی ہے قبول نہ بزم میں
 بھاتی سی دسکو بھی میں اس طرح سی لگاؤں

مجھ سار یا ضہر میں بال و پرتو ہو
 چٹکی کلی چمن میں تو دل کو خبر تو ہو
 کھل جائیگا وہ نور کمین جلوہ گر تو ہو
 کافور زخم اوڑ کے طلوع سحر تو ہو
 آخر کسی طرح سی نفس میں بسر تو ہو
 نکلیگا قافلہ ہی سراسی سحر تو ہو
 پردی کی گرا دھر نہیں کوئی اودھر تو ہو
 دنیا کسی طرح سی دھر کی ودھر تو ہو
 اسی حشر قبر میں مری سید ہی مگر تو ہو
 کچھ دل کے کھوئے جانسیہ تم باخبر تو ہو
 دلکی طرح کوئی مرا سینہ سپر تو ہو

اور وہ عرض حال کا تو متنازع ہے | ای دوست میرے درد کی تجکو خبر تو ہو

غزل ۷۲

ماہر امیدِ عفو گنہ عشق میں کمان

شعر ۱۳

ترداسن اور ہو گا ذرا چشم تر تو ہو

مسکن یکا مثلِ حبابِ دُانِ نہو

نکلے بدنِ سانس تو گھر کا نشان نہو

یون کُنہ گھر کی کامیاںِ جانِ نہو

لوشمع کی ہلے تو ہمارا مکان نہو

طے کر کے راہِ سخت قدم کیوں دُانِ نہو

تلوار کیا ہو تیرے جو سنگِ فسان نہو

محسنا خیف و زار کوئی نا تو ان نہو

میں ہی نہ ہل سکوں کوئی رگِ پلان نہو

وہ نا تو ان ہوں سیدہ سنیہ کنہ آسکی

لیکر عصا آہ جو نالہ رواں نہو

یابس مزاجِ نشی تو اضع کی رکھ امید

جان او سکونِ خشکِ جے جہک کر گمان نہو

محر جہا نہیں ہو نہیں ہوا تہِ حباب

گر دینِ نون تو گھر کا بھی میرا نشان نہو

کس طرح اشکِ سنیہ آنکھوں میں آئیں

پستی سے سوا وج جو پانی رواں نہو

<p>خُدت سے باغ دہر میں شہر کی ہی بہار کنتا ہی سر کو کھینچ کے میرا غبارِ دل دی ہی فلک نے غمِ نین بجو جگہ تو یوں کینہ تھی سم ہونے تک جو دل ہی بات</p>	<p>صحرا ہی پھر چمن بھلی گر باغبانِ نو یا مینِ نمونِ مین پہ یا آسمانِ نو تنکا بھی گرے تومر آشیانِ نو سب عیبِ نِ بشر مین مانتوانِ نو</p>
<p>غزل ۲۳</p>	<p>چلتے ہوئے جو قافلے رکتے ہیں راہِ مین ماہرِ پاشا ستہ پس کلِ روانِ نو</p>
<p>شعر ۱۳</p>	<p>تیر خالی جو گیا دُور کرو جانیدو اک کلی دل ہی ہی مرجھا تو مرجھا جانیدو خیر آنکھوں سے ہی دوا شک نکلیا جانیدو دلورے دِلکے جو نکلیں تو نکلیا جانیدو ٹوٹے تار و نگو کسی گھر کی طرف جانیدو</p>

نزع میں بھر وہی باتیں ہی چھوٹے وعدے	دل کو تم آج تو جی کھل کے گھبرا نید و
ہو یہ خلوت تو بھلا کونسا انصاف ہی	غش کو میں اپنے بدوش شرم کو تم آ نید و
نزع میں روتے ہو کیوں یاد کرو ہجر دن کے	دل مرا آج ہی گہرائے تو گھبرا نید و
تھامنے والو قسم نزع کی اُلجھن کی محبی	تا لحد جاؤں تڑپتا یوہن گر جا نید و
مجھ پہ طعن تھی آیا ہے اب آئندہ کیوں	دل جو تنہائی میں گہرائے تو گھبرا نید و
سچ عشاق کی قسمت کو بڑھینگی ابھی اور	کچھ دنوں کیسوں کو اور بھی بلکا نید و
چاند سی منہ کو نہ دیکھو نگا ابھی عین میں	روح کو جسم سے آنکھوں میں سمٹا نید و

غزل ۷۴	نرگست میں باہر ہن کیا شکشا دی	شعر ۲۵
	نظر آتے ہیں چپکلتے ہوئی پمانی دو	

انسان کا دل بھی دست کی دھکی خربین ہو	ضربتِ بلم جو باعثِ زخمِ نگین ہو
روٹھسی ہو سکون تو کیوں دلِ خربین ہو	آنسو پھپھن تو چشم پہ کیوں آستین ہو

گزیر علی دل پہ زمانہ خرین نہو
 صاحب وقار بھی کہیں گلنگین نہو
 غلطان زمین پہ گر کھن کھن کیون مثال ہل نہو
 روکے ہوں اپنی منڈ بھوی انسا کیلئے
 چہرے پہ لپٹے تو کہیے نہ منھ سے کچھ
 اک تھی ہوا کی جیسی ہوں دلیں رگہیں
 کھائی ہیں چھو کرین مراد سی کی سالہا
 داس سی پوختی ہیں جوتی ہیں کوششیں
 کیون دل کا حال کہنی میں ٹٹن میری بات
 دل کا حجاب حال ہی باطن کا جانی کون
 اتنی میں لامکانیاں جاتی رہینگے کیا

چشمِ فلک پہ کاشان آستین نہو
 رکھ دی یہ جس جگہ قدم اتنی زمین نہو
 رشتہ جو گوہر وں کا دم واپس نہو
 بچپن کی روئی آنکھ کشیں رگہیں نہو
 یہ عاشقوں کی آہ کی شوخی کہیں نہو
 مین خاک و ڈراؤن گرتو جہان میں نہو
 کیونکر دو نیم ستم غزالان چپن نہو
 وہ چشم و دودل ہی مری ستر گہن نہو
 منظور ہے شکایتِ قلبِ خرین نہو
 سب ہو کسی سی آنکھ مگر ستر گہن نہو
 دلیں تو ہو مکیں مریجان گر کہیں نہو

مٹی ہی پھر کے لاش مری دلی دوش سے
 آنکھوں کو بند کر کے جو لیٹو تو سب سنو
 گر ہوں بادشاہِ لوا الغرم ملکِ نظم
 یہ کیا کہ پھر فقیر سے بدتر ہوں بادشاہ
 بند آنکھیں لوگ کرتی ہیں تہ کی سیلے
 کدینہ یا میون سی گری جب میں عکس
 نہ تم ادا سکھاؤ نہ قاتل بنی کوئی
 گر دفن اہلِ درد ہوں گرم دشت میں
 گوہر کو پاکے آب میں مٹی بنی ناتوان
 پاتا ہوں کچھ فرار کی صورتِ سموم میں
 روکے ہون میں تر پتے ہو و دلو اسلئے

معشوق بیوفا ہو مگر نازنین نہو
 دل کے کر اپنے کچھ میرے یقین نہو
 قرطاس کی زمینِ مرزیرنگین نہو
 قبضہ میں گر ذرا سی زمینِ نگین نہو
 حسرت بھری نگاہ مری شرمگین نہو
 سب صفت ہوں نگین کے ظرفِ نگین نہو
 تلوار او گلی کیوں جو چڑھی آستین نہو
 تکیہ موسمِ غزالانِ صین نہو
 یہ کوئی ڈوبتا ہوا دل تو کس میں نہو
 پیچھے مرا کہ میں نفسِ آستین نہو
 وہ ہاتھ آئے گر تو کہ میں کا کہ میں نہو

ماہر مرے سے درد کی تہمت بڑی بڑی ہے
ہر عضو تن جو دل ہو تو مجھ کو نہیں ہنو

غزل رویت الہاء شعر

<p>محب پر ہے نالہ آتش نشان کے ساتھ دیکھا غبار دلوں نہ اٹک رواں کے ساتھ تھم کر چل ہی سیم چین ناتوان ہنوں اللہ آج خیر کرے عن سلیب کی ساتی تھی ہی جام تائب کہی تہا میں ہی ستقل مزاج کو تحریک جھٹول و اما نندہ وہ ہو راہ میں ایک ایک گام پر گلشن کے بند و بست سے نالان عن سلیب</p>	<p>پھنکنا تصور بھی مری شو فتنائے ساتھ کیا دخل گر دہو جو مری کار و ساتھ اوڑ جاؤ گنا شمیم گل بستان کے ساتھ صیاد ہی چلا کہیں باغبان کے ساتھ لہرائی ابو موج می ارغوان کے ساتھ آب گہر ہی گئی آب رواں کے ساتھ تھمتا ہے قافلہ مری یا گنا ساتھ اور تھمتا ہے چوین بنی گل بستان کے ساتھ</p>
--	---

تا شیر جذبِ شوق شہادت کو دیکھنا	ہر تیرا پی تن میں ہاں استخوانی ساتھ
اوجھل جو تو نگاہِ نسی و ماہِ حسن ہو	یوسف تری تلاش کر کار و اساتھ
ساک ہوں و سطرین آہِ عشق کا	رہن ہی لٹ چکی ہیں جہاں کا نیکے تھ
اتنا خیالِ قاف و الو ضرور تھا	کوئی شکستہ پاہی اس کار و اساتھ
تحریرِ خطِ شوق میں طاری ہے ضعف	چلتا ہا تھا خدیشِ نبض و انکے ساتھ
وہ سخت اہِ عشق ہی پہنچی مدد تک	رہی رہی خاک اوڑھے رہے کار و اساتھ
زخمی تھے جو پیاس میں دریا نہ لگائیں	کنج آئے دُر کی آبِ ہی بے وا ساتھ
و اعظا کے ہوش اور گمیِ محشر میں غل	مستونِ غول آئے جو پر مٹا ساتھ
تکلیفِ قید میں صیاد کیا ضرور	ان چھو کا لطف گیا بوسٹا ساتھ

غزل	ہے ظالمونے دہریں ہر کجیات	شعر
	ہر ناخمن میں غارِ گلستان کے ساتھ	

رویف الیاء

یہ کسکو زخم میں نازِ معشوقانہ آتا ہے	کہ جان اپنی تہلی پر لیے پیمانہ آتا ہے
پھیریں ہمراہ چشم مست کیوں نظیرین محفل کی	ہزاروں ہاتھ بڑھتی ہیں جد ہر چاہنے والا ہے
بگاڑی چال کتنی ہی تم منہ سی کوہ پی	ممتیں طرزِ خرام نازِ معشوقانہ آتا ہے
مرزہ کو ملی گئے کیونکہ نہ کرشوں ان کی آنکھوں کی	کہ ہاتھوں ہاتھ محفل میں ہیں پیمانہ آتا ہے
جو ہو محتاج اپنا دس تو کھینچا قیامت سے	کہ شیشہ بھی تو جھک جاتا ہے مجھ پر پیمانہ آتا ہے

غزل	صفیل اولٹیں نہ کیونکہ مثلِ مرغانِ زبر میں ہاں	شعر
	ادھر پھرتی ہی چشم مست اودھ پر پیمانہ آتا ہے	

حد کے نازک ہو سہارا تو ہو چلنی کیلئے	دل مرا تھام لو اپنے ہی پہنچنی کیلئے
اوڑتی مندی کا اشارہ ہی گئی سمجھو	آگ دو ہاتھ سی اپنی مری چلنی کیلئے
نذر میں پک جگراؤ سی سہنی نے کہا	پنکھیا لیجئے یہ ہاتھ میں چلنی کیلئے

منع ہی مری ہیں لگی مرادین دل میں	بھیر چھٹی ہی سردم کی کٹکٹی کے لیے
خدمت صاحب ہرین ہرین اعلیٰ دینی	ہاتھی پاؤں میں تلو آڑہنی کے لیے
ابرینوں کی بیٹھو گری کہتی ہے	کوئی چین ہی پردہ سی کے لیے

غزل	کہتی ہے ہاتھ میں اون کی یہ خا اے ماہر	شعر
	مندی ملتے ہیں کلچہ مراٹے کے لیے	

ملگے ہیں آج بی قابو جو وہ تقدیر سے	زنگ کیا کیا کر رہا شوخیان تصویر سے
تم وہی ہیں کچھ چین ہر صورت سے	نچلے بیٹھے گر کہی تو زنگ ٹا تصویر سے

غزل	طبع نازک کیون نہ کر داور ہی کا حال	شعر
	زنگ کچھ اوڑنے لگا ہی پکی تصویر سے	

فتار کیا کہ جو سرمہ ہر استخوان نگری	زمین نے ظلم کیا وہ جو آسمان نگری
وہ کون ہی کہ بیٹھیں اور فغان نگری	مری تو درد کو کوئی کہیں بیان نگری

<p>مزا تھانا لون کا بھی باغ ہی جہکھتا د نہ آب خشک زمین پہ بھی خاک میں پایا کہاں وہ چال کہاں خستگان خاک کے دل</p>	<p>تفصیل کوئی ہو تو پھر فغان نکری خدا کی مری طرح بی نشان نکری خدا کی تمہاری طرح جوان نکری</p>
<p>غزل</p>	<p>سافران عدم یاد آتے ہیں ماہر او تر پڑے تو کبھی کوچ کاروان نکری شعر</p>
<p>آلودہ ہوں کیا اہل صفا کرد سفری ظاہر ہو پس مرگ کہ تھی حسرت دیدار کیوں نہ صفت سے ہم پر رشتہ عشق بنال میخانہ میں بھی جائی تو مسکد طیر سے گل سیکڑوں کھائی ہیں تلون پہ پتلا برباد ہوئی بادیہ گردبین مری عمر</p>	<p>ہم صورت آئینہ نکلتی نہیں گھڑی سلو آئین کفن دست مرانا نظری ہنقش قدم خاک اٹھیں راہ گذری دنیا میں گئے عیب کوئی تو نہ سری نسبت تن داغی کو ہی طاؤس پر سی کیا حق بنایا تانا مجھے گرد سفری</p>

<p>دیکھی لب و دندان جو ترنگی دولت کیا دیدی دانتوں کی ہو سوزِ جگری کم نریت کے سبب ہوئے ہیں سب ابارت بل سیکڑوں کیونکہ وہ رنگین ہیں</p>	<p>دامانِ نظر بھر گیا یا قوت و کمر سی بجھتی ہے کہیں آگ بجلا آبِ کمر سی بی روپ وہ نگ جو گرا خانہ زری اوچھی ہیں مری تاز نظر موی کمر سی</p>
<p>عزل^{۸۱}</p>	<p>کس طرح ہوں ماہر تراش عارِ نگین سینچا ہوا یہ باغ ہی خوشتابِ جگر سے شعبہ</p>
<p>جو شوقِ قتل میں دم تیغِ یارسی نکلے کبھی جو کو پہ کیسوئی یارسی نکلے وہ دل جلا ہوں جو پیشِ قبر بعد فنا کھلے کسی پہ مرا تانہ راز سوزِ درون جلایہ خاک فی دمی ہی صراطِ یون کی</p>	<p>تو مرجا کی صدا خون کی دھارسی نکلے تو پھپھیرم نہو کرتا رسی نکلے وہوانِ غبار کی بد مزارسی نکلے کبھی شواہِ سنگِ مزارسی نکلے کہ بنے آئینی تختی مزارسی نکلے</p>

اثر ہی جسم کا باقی نہیں وہ لاغر ہوں	یقین ہے خاک نہ میری مزار سی نکلی
عجب نہیں جو گلِ رُویار کی تعریف	زبانِ طائرِ رنگِ بہار سی نکلی
صفائے طبع کی تاکید ہی پس مرن	ذرا ہی دُود نہ شمعِ مزار سی نکلی
ہمارے وادی پر پول سی ڈرایا	قدم نہ آہو و نہ کی بھتہ رسی نکلی
وہ محوِ رخ ہوں کیا تھاک کچلے	تق جو نور کا میر مزار سی نکلی

عزل ۸۲	کسی پہ بار نہ صد شکر تم ہوئے ماہر بسانِ بوجھن روزگار سے نکلی
--------	---

جہان سی حسرتِ نلٹِ عذار کے چلے	مزار میں ہی لیلِ نہا لیکے چلے
پسِ قلابی ہو لکھو ریحِ صبح کی یاد	یہ صبح ہم کو شامِ مزار لیکے چلے
خزانِ بونہ ندیکھا ترا رخ رنگین	چمن کے پھول دلو نہیں تیغِ خار لیکے چلے
وہ صید گیر ہے تو گر چمن سی ہو نکلی	شکارِ طائرِ رنگِ بہار لیکے چلے

وہ ناتوان ہیں گرسے لڑکھڑکے لاکھ لکھ	صبا جو دوقدم اپنا غبار لیکے چلے
ہزاروں بلبلیں ہوں سیکڑوں ہوں ^{ہزاروں}	چراغ حسن جو وہ گل غدار لیکے چلے
شکستِ رنگ سے گل دیتے ہیں صبا	خزان نصیب چمن ہم بہار لیکے چلے
وہ زار تھا میں کہ آئے قابض ارواح	سمجھ کے روح مرا جسم زار لیکے چلے
جو قصدِ باغ کرشی بکو وہ انصرام	چراغِ لالہ چمن سے بہار لیکے چلے
بہلا ہی دیکھ کے کیا جو خ تفرقہ پرداز	کہ جی ہاتھ میں ہم دیار لیکے چلے
اوتار کر جو وہ گل بھول کان کے پھینکے	صبا وہ بہرِ عروس بہار لیکے چلے
لطیف مثل ہوا ہمو لاغری نی کیا	گرانہ سایہ جدِ چہر زار لیکے چلے
وہ عندلیب میں تاج کی دم سی چمن	چلی جاوڑ تو رنگ بہار لیکے چلے

غزل ۸۳	جاغین آگے تھے ماہر تو تھے سبکہ دہی	شعر ۲۷
	چلی تو سر پہ گنا ہونکا بار لیکے چلے	

آج مینا نہ میں یہ جوش صہبائی ہی
 کسکو تقدیر پی عیش بیان لائی ہی
 دل تو پہلو میں نہیں شب تنہائی ہی
 کم یہ کچھ شوخی چشم بت ہر جانی ہی
 ابھی ساقی فی می تازہ جو بھڑائی ہی
 مزع من آمد عیسیٰ کی خب پائی ہی
 سیر حجب او بھین صحر اکی طرف لائی ہی
 میری تیغ نظر قمر سی یہ ہی ٹکڑے
 انکھیں کیسے میں کیوں بانگوں ترافضل حب
 صبح مستون کو نکیوں یاد صبوحی دلوں
 دشمن زار کو کم زور نہ غافل مجھ میں

می کلگون شفق گبت مینائی ہی
 صبح بھی خون شفق تھوکنی کو آئی ہی
 ورنہ ہر غم چشم تما شائی ہی
 سرمہ تک گردِ دم آہوی صحرائی ہی
 مثل پنبہ سر شیشہ کف صہبائی ہی
 دُور بالین سی ہو کیا توی تو آئی ہی
 میل سرمہ مجھی ہر جادہ صحرائی ہی
 دُود پر موج سوادِ شب تنائی ہی
 خود مری گرد نگہ سرمہ مینائی ہی
 صاف خورشیدِ فلک پینہ مینائی ہی
 خار کا ٹٹا ہے مگر تن میں تو انائی ہی

جو ہن تن پرور و مسرت منی مشہور
 آنکھ کیا واقعی لڑتی مژدہ قاتل سی
 کیوں رہا حسین پھر یاد تباں عالم
 ہر جگہ جلوہ حسینو نکاح کچھ ہو نظر
 کیوں نہ مجرم کی طرح دل سی فراری ہو خوشی
 منتظر کہ ہوئی ہن مری آنکھیں وہ سفید
 جب تک انسان نظر کردہ خلاق حکیم
 ہاتھ ہمتے نہیں چہر سی خیال نہ مین
 کیوں نہ چھاتی سی لگا رہو داغ دم
 تیری بیاہ بھی ہن شک مسیحا شاید
 کیا دیکھا نیکی مجھے بنی نگہ لطف کریم

نیکنامی کی عجب خلق میں سوائی ہی
 نظر شوق ہی مرد صفت ہیجانی ہی
 واعظ و شکل ہر اک دلی کلیسائی ہی
 محل چشم میں ہی سیلی بنیائی ہی
 خانہ تن پہ مرا شکو کی دوڑائی ہی
 چشم ہر روزن دجسکی تماشائی ہی
 پردہ چشم ہی خود عینک بنائی ہی
 آنکھ یہ وزن در مجھے دکھلائی ہی
 خلق میں سبکو غریز آتش سرائی ہی
 جابر کی کے لئے اذیتا جھجھائی ہی
 کو چشم آپ ہر اک عینک بنائی ہی

ربط دیرینہ خلقت نے کشن جب کی ہی	خاک دم بھر کو مری قبر پہ پیٹھ آئی ہی
خاک وڑ نیکی سوا کیا ہو مری تربت	گردِ بخواسِ ستہ چاؤنی وہا چھا ہی
پیش رو راہ عدم میں جہانوں سے سن	بیانِ ضعیفیِ حسی کتہی ہن تہا نائی ہی
پتلیوں نے مری بھر کچھیر پڑھونڈا تجھی	کہ نظر آنکھوں میں طالع کی طرح چھائی ہی

غزل	روح کو کٹین نہ کیوں سوزِ الم ہو ماہر	شعر
	شمع ہر نرم میں جلنی کی لئی آئی ہی	

ذات انسان جہان ثانی ہے	روز و شب پیری و جوانی ہے
گرم اشکو کی گر روانی ہے	سب کہیں گے کہ آگ پانی ہے
فصل پیری میں کیوں نہ ہو دھڑکن	دل میں یہ باتم جوانی ہے
اب زمین پر قدم وہ کیا کہیں	بزمین پوشاک آسمانی ہے
زور باہون جو میں نجالت سے	اشک ہر ایک پانی پانی ہے

سوز دل کا سبب جو ہر گردون	رنگ وودِ دل آسمانی ہے
سنتے ہو اے کلیمِ او کی صدا	جنکو دعوائے لن ترانی ہے
جائے کس طرح طنطنہِ اونکا	ابھی او ٹہتی ہوئی جوانی ہے
تن میں قوت بھی آہنیں سکتی	کس قدر زورِ ناتوانی ہے
جوشِ حیرت پہ کیوں نہ حیران نہن	آبِ آئینہ میں روانی ہے

غزل	کسی دریا میں بھی نہیں ماہر
	جو تری طبع میں روانی ہے
	شعر ۳۶

مجھ سا بھی کوئی زارِ جانکی چمن میں ہے	یہ رنگِ جسم کا ہی کہ بو پہرین میں ہے
مجھ سا ہی نہ کش کوئی دارِ محن میں ہے	دلِ تنہ کو آگیا ہے بانِ دہن میں ہے
عالم میں روشنی ہی وہ تن پرین میں ہے	فانوس میں شمعِ ضیا انجمن میں ہے
سوزشِ فراقِ دقیرِ زسی یہ تن میں ہے	اشکِ کباب ہے جو پسینہ بدن میں ہے

کب مجھ سانا تو ان کوئی دامن میں ہے
 غم دوست اس قدر کوئی دامن میں ہے
 یہاں فقر میں بھی رخت تکلف بد نہیں ہے
 اس طرح یاد زلف دل پر محسن میں ہے
 امید واضح ہے کہ بن نہر کا ہون
 کیون فکر رخت تن نہ انسان کو دہر میں
 دستِ جہوں سے کسے مڑوڑا ہی دشمن
 میں اب ہا ہوں چشم تصور میں بھی جہاں
 شبنم کے ساتھ گرتے ہیں یار و بام در
 سوزِ الم کا کہ نہیں سکتا بیان جو میں
 اخلاقی عشق سی فغانِ انہی بی صدا

ریشہ عروق کی حرکت سے بدن میں ہے
 تنویدِ دل ہی غواہ اپنی بدن میں ہے
 اٹوسی کم نہیں جو شکن پریر میں ہے
 بوجِ طر حسی نافہ مشکِ ختن میں ہے
 کیا کم یہ بات ہی تکلف سخن میں ہے
 ملی جسم کے روح لباس بدن میں ہے
 پنج آج تک جو شاخِ غزال ختن میں ہے
 اندازِ مرد کا سوادِ وطن میں ہے
 بوسیدگی وہ انہی مکان کہن میں ہے
 شاید زبانِ شمع کا کام اس سخن میں ہے
 سینہ در ہی کہ نالہ پر خونِ مہن میں ہے

خشکی میں شل قطرہ آب ان میں ہم
 کتنا نخل گہ کو کرینگے تمارے انت
 ہی شمع اشک زیر تو شعلہ ہی بقیار
 ہی استمام پردہ لیلی جو قیس کو
 شبہم کے بھی عرق نکال آتا ہے جسم میں
 کو چون سے نابلدہین وہ خانہ نشین ہیں
 کیونکر نہ وقت نالہ کشی دل ہو بقیار
 اچھی کمی خیلعت آخر میں کی خاک
 جانامرا محال ہی مالوت ہو کمال
 محفل کے انتظام کا کثرت میں کہ نہ دیہان
 غربت ہمارے ہی صفت جادہ طریق

غربت میں ہی قیام سفر سیان وطن میں
 جاری ہی یہ پسینہ کہ دریا بدن میں ہے
 کیا میسر سوز غم کا بیان انجمن میں ہے
 ہاتھ آہو و نکلی آنکھ دہشت ختن میں ہے
 گرمی وہ ہوا مری میت الحزن میں ہے
 درکار راہبر ہمیں اپنی وطن میں ہے
 جنبش دم کلام زبان کو دہن میں ہے
 ہاتھ آستین کی جا مرا بند کفن میں ہے
 زنجیر پاؤں کی چو کو چہ وطن میں ہے
 حلقہ نجوم چرخ کی کبابخمن میں ہے
 صحرا میں جا کے بھی قدم اپنا وطن میں ہے

یہ حولناک ہی مری وادی کی سمت بھی
 جوش بہار ابکی یہ ہی باغ دہریں
 دندان یارستی ہوئی ہیں عرق عرق
 ناستہ نائے خلق جہان میں ہوں فلک
 دیو سفید روزی کمد و سمجھکی آئے
 میں تو کروں نہ درد دل پناہ کبھی نہ
 بنتی ہی آگ آگے وہاں صورتِ غال
 باندھا ہے دوستوں نے کیس ہر ایک بند
 اسی یا تجھ ہی بزم ہو خالی محال ہے

منہ پھیر کے ہے اودھر ہر جنِ سخن میں
 پھولوں کا رنگ خونِ جہندہ چمن میں
 اک قطرہ آبِ اکا ہی گم جو عدن میں
 رنجِ سفسفِ مجھ بھی بستِ وطن میں ہے
 کالی بلا ہی رات جو بیتِ الخزن میں ہے
 ہر آہ کو مگر یدِ طولاً سخن میں ہے
 گرمی کے ساتھ جس وہ بیتِ الخزن میں ہے
 ایذا فشارِ قبر کی بجائے کھن میں ہے
 اگر تو نہیں تو ذکرِ ترا انجمن میں ہے

تصویر گھر میں چھوڑ کے نکلا ہے شہر سی

شعر

ماہر سفر میں یوں ہی کہ گویا وطن میں ہے

غزل

کیون نہ توصیف لب لعل و ہن سے نکالے
 دل بھلا کیا تری کیسے کٹکٹن سے نکالے
 شکریہ گریز گریزوں کھن سے نکالے
 کیون نہ وقدر سخن کی جود ہن سے نکالے
 باغ عالم سی محل دور خزانہ اوٹھا
 تو عطا نطق کری کر تو غدا دل کیا مین
 پانی پانی ہوئی ہم ضبط کجاسی کیا کیا
 باغ عالم مین ہے ذلک کا تکیب وطن
 صورت داند تسیج رہی دش مین
 غیر پھر غیر مین اپنی جو مین کھچڑ مین
 آبرو تو جوڑا تھا تو بھلا مین کیا ہوں

بات کوئی تو بھلا اپنی سخن سے نکالے
 مشک نافہ کی خطا ہی جھٹن سے نکالے
 جی گہی مر کے حباس دار مین سے نکالے
 آبرو پا گھر بھی جو عدن سے نکالے
 موسم گل مین بہی کانی نہ چمن سے نکالے
 بات ہر رنگ کی غنچو کی دہن سے نکالے
 اشک جب بنی عزیز بدن سے نکالے
 گل رس بستہ ہو چیکہ چمن سے نکالے
 گو سفر ہے کیا پر نہ وطن سے نکالے
 سایہ یہی ساتھ ہوا ہم جو وطن سے نکالے
 سیل آب دُر نایاب بن سے نکالے

جان آجائی اگر روح بدن سے نکلے	تہا گشتِ نیستِ امی موتِ سیحانی کر
لوئے گل و نکی جو لینے کو چمن سے نکلے	چارنا چارِ حلین کیون پئی سیر وہ اب
چاک ہو نکت کا فورجن سے نکلے	مین فی وہ کمنہ کفنِ نجب کے ہاتھوں پایا
وہ وطن ہی نہ رہا ہم جو وطن سے نکلے	تھا قیام اپنا بہا چنپست تانکی طرح
ساتھ ٹیلِ ننوی گل جو چمن سے نکلے	ہی غیسے رب تہ بلا عاشقِ چمن

غزل	وصفِ خالِ رخِ جانانِ جہانِ مہاجر
	ایک نکتہ ہو وہ جو بات دہن سے نکلے
	شعر "

غبارِ قلب کا شکوہ نہیں کیوں نشان نہ ملے	یہ بحر وہ نہیں مل جہانِ دوان نہ ملے
حیاتِ مین نہیں ممکن ملین عدم والے	نشان اونکا ملے گرمِ ارشان نہ ملے
اسی کے جو رو سگم جلا تھا دل میرا	فلک سے رنگ کیوں آہ وہ ہوا نہ ملے
کھلی جو آنکھ تو تنہا تھے بند مرقد مین	عدم مین ہی نہیں یارانِ فتنہ کا نہ ملے

فروغِ دون جو بیاں کو میں زبیر عالم میں	سوائے شمع کوئی میرا ہنر بان نہ ملے
میں انقلابِ جہان کا ہوں دوست و گشتہ	تہہ زمین ہی کہیں مجھ کو آسمان نہ ملے
نہو جو چرخِ خمیدہ تو جا بے شوقِ آہ	یہ تیرا در کرے پلہ گر کمان نہ ملے
کلامِ سخت سے رکھ نہ تابشِ کچھ کام	یہ بات تھی کہ زبیاں کو جو آخوان نہ ملے
تلاش ہی پس مردن ہی ایک بے بسف کی	میری غبار کیوں گردِ کاروان نہ ملے
گری ہیں چاہِ وطنِ مریٰ ہزاروں دل	یہ چاہ وہ نہیں یوہو کاروان نہ ملے

غزل ۸۸	فلاک سے کوئی یہ کدی ٹٹا دے اس کو بھی	شعر ۲۳
	کہیں مزارِ ماہر کا نشان نہ ملے	

جبکہ قطعِ منزل مقصدِ مین رہ گئی	ہر قدم پر نقشِ پا کی طرح طاقت رہ گئی
گل ہوئی تہِ پردہ بسکِ فاکِ تربت رہ گئی	ہو گیا گلشنِ خضران حیران ہوں رہ گئی
سُن ہی لینا گر دیوہاں ہوئی شہرت رہ گئی	نیر کے پرتا پُرتا اگر قیامت رہ گئی

خود صبا کو لا غری پر میری جبر رکھی
 دکھ لینا سر آہوں کی جو عادت رکھی
 کچھ ہوا حال نہ مانگے سی نہ دست رکھی
 غنیمت ہم سی ہو آراستہ داغ الم
 مثل شعل سوز غم سی استخوان جلنی لگی
 داغ غم مر جھاگنی جب ہی پکا جاتا نہیں
 تب میں سمجھا سمی ٹکلی بیشک کل رزق
 منعہوں کی گھر بنانے کا نتیجہ یہ ہوا
 جسکو ہنگام دعا شعل نظر بازی رہا
 فاش پایا جیکہ راز عسرت را بقر
 سوز غم نے ایک شب میں بڑا یوں کٹ گیا

یوں اوڑا صبح کلستان کے نکست رکھی
 استخوان سخت بنکر شمع تربت رکھی
 مطلب گدوں بر آیا میری حاجت رکھی
 اس حنین میں باغبان بنکر یا رکھی
 جب ہوا سی بجھ کے اپنی شمع تربت رکھی
 کیا یا آتش تہی کنٹھنے پر جھتی رکھی
 گردۂ ان کی جب گردش کی صورت رکھی
 آپ سونے کیج مرقد میں عمارت رکھی
 چشم بنکر قفل درہائی اجابت رکھی
 پرزدہ رکھ لیں کو دنیا میں قیامت رکھی
 صبح کو جطر گھل کر شمع تربت رکھی

گھری ہم نکلیں کہی توی ہی اک امر محال
 ناتوان وہ ہوں جب فاقہ پڑے نہی خود
 دن چہن قربت بڑی ہوئی کلیم اند ہو
 بخبر پاکر ہمیں گھری نکالا بیقصور
 ناتوان وہ دن جب یافل سی چہر نکال
 جب مزاحمتا تو انکی صحبت نکا پڑ گیا
 جب ہوا قائم مزاجی پر بھی نہی سرور
 ہو وہ دن ناتوان نکلی نکلی کی شکل

یہ بھی وجہ ضعف ہے دلین جو سر رہی
 تھوڑے سی دم اوٹھکے میرا خاک تربت رہی
 بن پڑین باتین بان میں جبکہ گنت رہی
 یہ عزیزوں سی ہمیں کر شکایت رہی
 چہن پیشانی پیشل خط قسمت رہی
 اوٹھکے سو سو بار میرا خاک تربت رہی
 رنگ بکر میری چہر پر پٹا رہی
 آئنے میں بان نکر میری صورت رہی

۸۹ غزل

کونسا ماہر گلہ مر کر عزیزوں سی رہا
 خاکین بیشک ٹانگی شکایت رہی

۳۰ شعر

بھسا عین لیب کم اس بن ستا عین

تنکے کی طرح جسم نزار اشیاں میں

بیجا نہیں سکتا جو سوزِ نمان میں ہے
 گرم سفر پہ کو نسا رہو۔ جہاں میں ہے
 غمِ دوہونِ خوشی ہی کی نیند جہاں میں ہے
 تاثیر کے صنف کی پکار و ان میں ہے
 راہِ درازِ ملکِ عدم ملی کرینگے ہم
 سینے سی کیوں نہ قافلہ لختِ دل چلے
 ہستقل مزاج سے کامل نہوگا تو
 سوزِ اکم کون گھلا ہے مری طرح
 سینے میں دلی ساتھ ہیں داغِ اکم مر
 جاتا ہی باغِ دہر کیا کاروانِ گل
 سوزِ اہم بات تو اولیٰ نہیں ہی شکر

چالاہر ایک مہرِ خوشی زبان میں ہے
 صورتِ دھوین کی گردِ رواں میں ہے
 دل کیا گرہ کی شکل بہ اشکِ رواں میں ہے
 بانگِ شکستِ نگِ جرس کی فغان میں ہے
 مر کر بھی اتنی جان تن نہا تو ان میں ہے
 اشکون کا کاروان بھی کایا رواں میں ہے
 ناقص ہی نقشِ پاچھی جریگا رواں میں ہے
 بیانِ افکِ شمع کی شکلِ استخوان میں ہے
 یوسف کنوئیں میں سہی تو کاروان میں ہے
 آوازِ کوسِ نالہ برگِ خزان میں ہے
 زخمِ زبان سے جو دہن بیان زبان میں ہے

با ساز و بر گیسون بنون قایم چندین جهان
 کیون ہوں دل پسند خم ابروانِ یار
 اپنا ثبات مجھ سے نہیں بن جان تو
 مجھ ناتوان کی منہ سی نکلتی ہی اس سی بات
 یہ سوز عشق چشمِ تباہ میں زار ہوں
 بحرِ جہان پار او تر نیکی کیا ہونکر
 معجز بیان نکيون ہن تنگ یار ہو
 سمجھو یگانہ کس کو میں باغِ جہان میں
 کیونکر ٹپڑی آنکھ ہر اک کی لباس
 آہوں کہ جب تُو ہی متبک نامِ صفت
 معنی کہیں میں لفظ ہرین چترتون ہرین کن

ہوناک دانہ سبز کہ ریگِ روان میں ہے
 وہ عین رستی ہی کجی کمان میں ہے
 مٹا ہے جلد نقشِ جو آبِ روان میں ہے
 شکلِ عصا صافاتِ جویان میں ہے
 اندازِ میلِ مُرمرہ ہر ایک استخوان میں ہے
 تابوتِ مجکو صورتِ کشتیِ جہان میں ہے
 اعجازِ سی کلام کا ذلِ دُشمن میں ہے
 بیگانہ مجھ سے سبزہ مرہوتان میں ہے
 اشکون سی جسمِ جامہ آبِ دان میں ہے
 تب فرشِ دہو چھاؤں کی اپنی مگالیں ہے
 اندازِ بیتِ شعرِ جاری مکان میں ہے

وہ آج جن میں بلبل نگین مزاج ہوں	تنگا بھی صورت گل گل آشیان میں ہے
روز تکی روشنی کا گزرتک محال ہی	وہ تیرگی بھری ہوئی اپنی مکال میں ہے
آنہ کی طرح آتا ہے سینے سی تادہن	شامل جو آہ و دُود دل ناتوان میں ہے
کیوں لاغری سی ہنوشن جسم زار میں	کاٹو دکا طور اپنی ہر اک استخوان میں ہے
ایسا ہے تنگ اپنا سیہ خانہ ہمدون	وہ بھی گھٹا ہوا دھواں چمکا میں ہے
کیا بخٹھ کھلی مرا تپ غم میں پی کلام	چھالا ہے جو وہ کھینچو دہان میں ہے

غزل ۹۰	شاگردی اسیر مضمون کی تیسرے	۹۳ شعر
	ماہر و گرنہ رنگ ہی اپنی زبا نہیں ہی	

حیرت مجھے دانی عمر بشر میں ہے	لنگر پڑا ہوا ہی سفینہ سفر میں ہے
کیا محو طی روض کوئی رہنڈر میں ہے	پچیدگی غبار طریق سفر میں ہے
فصل ہارا وجہ پر اپنی نظر میں ہے	کب برق ہی یہ خون گل بر تر میں ہے

پیری میں ہی چمک کر دماغ جگدین ہے
 پر تو جو ادھار نکلتے رخ کا مری چشم ترین ہے
 نالی نہ کر زبان دل پر درد بر میں ہے
 اوس کا عکس رخ جو مری چشم ترین ہے
 کیوں سوز عشق دوزخ میں جال جان سینہ
 ہی دل میں باوقامت موزون یار کی
 ٹھنڈک ہے زخم دلیں میری رخ کی یاد سی
 تصویر انقلابِ زمانہ ہوں شیب میں
 ہوتا نہیں آپتِ دلِ غم سی جو کچھ ضرر
 ہر روز تیری نذر کہ اسی بادشاہِ حسن
 سوز دل جگر کا ہے رخ جانبِ دماغ

حیران ہوں دن کو شب کی طرح ضو قمر میں ہے
 روشن چراغ کو چہ مد نظر میں ہے
 اچھا نہیں ہے شو کو ہار گھر میں ہے
 ایک ایک شاکِ نغمہ کا ہمارا نظریں ہے
 ٹھنڈا ہے جس قلبِ آتش جگر میں ہے
 دیکھو نہیں ہمارے شجر بیانِ ثمر میں ہے
 یہ چاندنی ہی مرہم کا فور اثر میں ہے
 پاؤں میں ہی کون حرکت جبے سر میں ہے
 رختِ حریرِ شعلہ گر میرے بر میں ہے
 دینارِ آفتاب کا دستِ سحر میں ہے
 اس گل کا گروہی کہ مغربی سر میں ہے

عالی آؤنکی طبع ہی عالی ہی جنگی قدر
 دنِ ندگی کی کاشت پہونچو نگا مادم
 کیا جو جس گل کی دیر ہے صحنِ باغ
 تپ مین ہی اہلِ فقر کی تبریدِ خونِ دل
 آئینِ فقیر خانہ میں سبکی نہ کیوں قدم
 یارب مواہی کو نسایہ سہو ستہ جگر
 پڑ جائے جسطرح کوئی تابو میانِ کبر
 روشن ہی آگِ شعلہ دلکی داغ مین
 کام آئے فراطاعت مین کیا کوئی شئی
 تیغِ قدم سی کاٹو نگادہ تیز رو ہونین
 رونے میں دیکھتا ہوں تجوئی کتابِ غم

مضمون بلند مطلع شمس و قمر مین ہے
 راہی یہ مین ہوں عمر روانِ بفرق مین
 کشتی کا طوڑ موجِ نسیمِ سحر مین ہے
 تعویذِ ابرو و نکلی گرہ در دسہر مین ہے
 گھر نقشِ پاکِ طرچِ مرارِ گہذر مین ہے
 رختِ سیہِ جھوین کا جو شعلہ کے بر مین ہے
 اشکونسی یوں کدورتِ دلِ چشمِ تر مین ہے
 یہ پہنچ جی بل مری ہر موی سر مین ہے
 منہ دیکھنی کو آئینہ جب اپنے گھر مین ہے
 گودِ نقشِ بارہ صحر کے بر مین ہے
 عینک ہی با شکوہ کب چشمِ تر مین ہے

دل ساجری بھی ہی سپر انداختہ بیان
 نالان جو شام ہے موڈن جھال
 محتاج دستگیر عصابی ہی راہ میں
 کیونکہ شمع عقل فروزان رہی سدا
 ساری کرامتیں یہ پریشانیوں کی ہین
 اپنی جگہ سی ہل نہیں سکتا یہ غصے
 بھر تلبے دفن ہوئے سے زخم دل لحد
 بریان ہیں سنج آہ پہ نالے کبابے ار
 پیری میں ہی ہیں داغ مری جسم زار پر
 جامع مقام کو کوچ کا پرکار وار ہوں

کیا آنچ تیغ کی مری سوز جگر میں ہے
 کیا چاندنی سی رات لباس سحر میں ہے
 سختی نئی طریق کی میری سفر میں ہے
 کم موسم نہیں ہے جو غزلت سر میں ہے
 میں ہوں حشر میں اور دل محزون غم میں ہے
 میں ہوں مکان میں یا کوئی تصویر میں ہے
 انسان کا جسم کیا کوئی مرہم اثر میں ہے
 حدت اپنی آتش سوز جگر میں ہے
 فصل خزانہ میں کثرت گل س شجر میں ہے
 اک پاؤں کے حشر میں مرا اک سفر میں ہے

کیا آگنی تہی فکر میں ماہر خزانکی یاد

مصرع جو شاخ خشک ہر اک شعر تر میں ہے

سحر و اندوہ غم کا گھر ہمارا دل میں ہے
 ہاتھ پھیلانے اصرار ہی مجھ کو دل میں ہے
 کوئی ہے زیر زمین مضطرب کشش کس دل میں ہے
 کفایت اگر راہ غربت کے لئے دل میں ہے
 سوز غم سے سب گریہ فرقت قاتل میں ہے
 راہی ملک عدم ہر مریض حشر کا دل میں ہے
 کب شکر کا گدراہِ اہلِ لم کے دل میں ہے
 ناز کیا کہنیہ اگر مجھ سے قاتل میں ہے
 ہاتھ مثل موج لہزاں نقاہت دل میں ہے
 کس قدر سختی طریق الفت قاتل میں ہے

دیکھیے جسکو وہ نشا خانہ اس میں ہے
 ہن لکیریں یا خطِ مطالبہ سائل میں ہے
 نبض وہ چلتی ہوئی جاوہِ سنر میں ہے
 گردِ بنی خواستہ خاطر اسی نسر میں ہے
 آبلہ کیسے اوسے جو اشک اپنے دل میں ہے
 قافلہ خاموش جا تا ہے خطرِ نسر میں ہے
 شمع اشک نشانِ شادی ہی ہر میں ہے
 اوس گروہ کی گھلگھی قسمتِ بوسے میں ہے
 کس تلطم میں ہی کشتی کف سائل میں ہے
 سربالائش سے ہر کو اس منزل میں ہے

ہے بجا راہِ عدم سی خوف اگر ہل میں ہے
 دیکھئے جسکو اسیرِ لطفِ صحبت ہی ہے
 عشق کی سیو میں کشتہ کار ہے امرِ محال
 دل میں مچھلکشی کم ہی دیدون کوئی دلبرِ جلے
 باطنِ باطن سے کھٹا ہونے عیشِ یارِ دوست
 اب تو آکر دیکھ جا قاتلِ دلِ بیاب کو
 اگر نہیں ہے ارتباطِ دوستانِ تازہ طلسم
 اگر دشمنِ قسمت کا نکتہ تاکہ ہو سب پر عیان
 ملی عدم کی راہ کرنی میں مسافر کیوں ہوشیار
 شاخِ ناقہ قیسِ نلیلِ نجد ہی صحنِ حرم
 دیکھ کر شاید اسی کو ہو مکدر دل کوئی

بگئے ہیں خضر بھی سختی وہ اس منزل میں ہے
 طوقِ گردن سبکا ہی حلقہ جوارِ محفل میں ہے
 ہی گرہ وہ بال کی عقدہ جو دل میں ہے
 داغِ حسین لگ گیا پھر لطف کیا اوس میں ہے
 راہ یہ وہ جو پھان اپنے دل کی میں ہے
 دم کو سید کم لیے مہمانِ تنِ بزل میں ہے
 کیلئے پھر دردِ دل یا زنگارِ میرِ دل میں ہے
 اس سب سے دو خطِ کاسہ سائل میں ہے
 ہی وہی سنگِ نشانِ سخنچی اس منزل میں ہے
 غنچے میں نگہت کی لیلیٰ گوشہِ محل میں ہے
 یہ سب سے جو گلی کا زینہ سائل میں ہے

رنج دیکر آشناسب چل بسی سوی دم
 ساحتیون کمد و لین و کی خبر طرب کور
 کیون روشن طبع پامین کی صحبت یگم
 بحر عالم میں نہ پہونچی کیون ہر کسے دیکھ
 خونگی دہارین نکل کر دیتی ہیں دسکو صد
 موت کے انسان کی دنیا میں خوش کی باتری
 عشق لیلی میں جو سودای ہو ادیوانہ تنہا
 ساکنان قبرسی اتنا تو کوئی پونچیدی
 حسن کی گرمی ہی اونی کے سبب تباہ ہیں
 ماضی قبر کے بھی کھل گئی عقد سے تمام
 کیون نہ منجون صورت لیل نظر بازی کے

ہے غبار کاروانہ گرد غم کب لین ہے
 کوئی دامانہ و جی نالان جس ترلین ہے
 کیسی ہی کزت ہو چاشمع محفل میں
 بادبان حرص و ہوا کا کشتی سابل میں
 اعد بھی اک ہاتھ اوقالت دم مل میں
 یہ وہ دریا کہ خوف غرق بسا مل میں
 توبہ مجنونان سکا ہون محل کی جا جو لین
 گھر بھی یاد آنا نہیں کیا چین میں ترلین
 شعلہ جوالہ ہے طلقہ جوادس محفل میں
 عقدہ لائل ہی وہ عقدہ جو میر دلین
 پنکھر غمی غمی کی ہی پرد اکب وں محفل میں

کیونکہ بھاگین عالم پر یمن مجبسی دوست
 کونسی صحبت زما نہیں کہنیل و نظیر
 بابرش شکونکی ہوئی خاطر مکر چوئی
 ناتوان وہ ہوں کہ جہان نہ مہین چھاپن
 کرتی ہی صحبت از ظاہر ہو یا باطن میں جو
 ہفت سینوں کے کلیچوں میں ہی شکے لگے
 قلب باہت کا باعث بشر کی فرط فقر
 کسے تھکے راہ کو دکھا تھا چشم پاس
 بعد وصلت نہی چھوٹکی عیادت رنج کی
 ہاتھ دیکھا کرو تھوئے قتل کر ڈالاجی
 دیکھ کر حال شکستہ او سکا یہ کہنا ہی دل

شکل دیوار خیمہ بیان قدر مایل ہیں ہے
 دیکھیے جسکو مثال آئینہ محفل میں ہے
 خاصہ ہر بہاری کا غبارِ دل میں ہے
 فرس جی صاحبِ مثال فرستادے کہ شعلیں
 اکب نہی آواز جو کاسہ کتب سائل میں
 کس قدر گرمی لہی اپنے سوزِ دل میں ہے
 دُوب مر نیکی لہی کشتی کف مائل میں
 صورتِ تہ نگہ ہر عادیہ منزل میں ہے
 داغِ فرقت جوہی شکل سویدِ دل میں
 کیا دمِ خیمہ لکیر ایک اک کف قائل میں
 بال کہی و سکو چرخ کا نسیہ سائل میں

کس طرح اوسق کا یوں نقشہ مجھے اوترا ملی
 بحر دیکھ کوئی دستِ موج سی جامِ حباب
 ہی مزید غم سے کج رہا نہیں جو غم غرق
 آ رہا ہی رنگِ تندرستی کا یاسِ عین
 روح اپنے جسم میں کیوں تکر رہے بحرِ شبا
 کب کشفِ الطبع لوٹ میرے ہیں پاکِ صفا
 تیرے اوتھ جائیے یہ منقص ہو گئی
 سو کھ کر کاٹا کیوں ہو باؤں باغِ دہن
 کیا مسافرِ ناب کھینکے وطنِ الو تکو پھر
 دیکھ کچھ پس منکش کو کر لے او نعم قبول
 کوئی نہ بیکس کی ہے تاراج کشتِ آرزو

سر کی جسطرح صورتِ قمر کو نکلی دل میں ہے
 تشنگی کے جوش سی خشکی لبِ ساحل میں ہے
 کیا تعجب ہے اگر کشتی کفِ سائل میں ہے
 زخمِ سب ہنستی اور نیا دلِ سب میں ہے
 شمع کو دیکھا تو شب کے لئے محفل میں ہے
 دیکھ لے مٹی کا وہ بیہوش ساحل میں ہے
 لوگ کیسے فریشتہ ہیں جہین محفل میں ہے
 تلمتی ہیں پھولوں میں جو اون کی محبت میں ہے
 صورتِ پردہ یہ کیوں گردِ زمزم میں ہے
 آبرو سی خیز کشتی کفِ سائل میں ہے
 جسکی غم سی اندھ لہرِ ناکِ بر سر گل میں ہے

اگر یوں کی ٹینگے روڑ کے مسافر راہ کو | اب جو جادو وہ بن جائیگا جو منزل میں ہے

غزل | غیب ان کا ہر کہ او کو جو بین تیری رازدار | شع ۳۳۴

بات وہ کہہ دیتی ہیں نہ پر جو پنہاں ل میں

اوداسی ہی تو رونق تھی ہمارے دم ماتم کی

بہی مثل کب دریا سفیدی صبح ماتم کی

مگر ہاں کا گہر سی کم نہیں تھی بوجھ کی

نمر کو دی وہ لذت جیسے رال شبنم کی

نگین سچو شنائی بطرح ہوتی ہی خاتم کی

فراموشین ہر اتی ہیں بیان افکار توام کی

تو دریا بچی ستیج سی کی شق ماتم کی

کہ بارہام نے جسکے کمر خم کی ہی خاتم کی

فلک سجایا کیا برہم جو دم صبح بیت غم کی

دکھاؤں گر روانی بحر اشک چشم پر ہم کی

تقابل وس سی کیا دیکھی چو لہج غیرالم کی

بیان قدرت ہو کیا اوس نخلین باغ عالم کی

جنوین ناع سر زبے بون قدر خم کی

تجھی ہی ہاں لازم سچن میں شادی غم کی

کھلا جبت کہ دنیا ہے جگہ ہر صد فہ غم کی

اگر اندری کون کیا اوس سیمان کج نم کی

مجھے ہوئی آگے قدر کیونکر ساغرِ حرم کی
 شکایت پھر نہ رہی محنتِ گلزارِ عالم کی
 ازل سے گمشدہ تباہی بانیِ باغِ عالم کی
 دیکھا ساقیِ محبوبی و سچا مہمِ عینِ سیرِ عالم کی
 بہارا باغبانِ جو بہ پہلے باغِ عالم کی
 جباب سا ہوا نازک مین ہی فواضِ خلقت سے
 یہ بید روی کہ گلشنِ شبنم او سکو سب مجھے
 مین ہی وہ آہورم کردہ وہوں صحرا
 روار و رہنڈا رہر کی ہی رہر و دیکھو
 جھکے کیونکر بزرگِ چرخِ شکیبہ ہر شرس
 اکیس نمِ خم کی فریقین یہ حالت سے

کہ اک جام اسکا دیکھتا کیا کیفیتِ عالم کی
 نظر گر باغبان کرتا عرقِ نیری پہ شبنم کی
 بزرگ گل مری تن برتبا کیونکہ شبنم کی
 کہ ٹپکی رال شیشہ کی طرح حرمِ جام پر حرم کی
 کہ گلشن پر گُل سی نظر پڑتی ہی شبنم کی
 بہر و سا کیا ہی منجا و نگا سحر کی دم کی
 چمن مین اشکِ غم سی آنکھ نہ گیسے جو پریم کی
 کہ جس کے سایہ کی تقو مین پرتیں پریم کی
 ملی فرصت چلنے سے کہی دم کو ہی اکدم کی
 کہ ٹپکی لپٹ اسنی تواضع مین اگر نرم کی
 لگی محبت پہ کو آنکھ مین جباب بحرِ عالم کی

نفس شعلی پیری میں دل بہلاتی ہیں میرا
 بزنک بوی گل نازک مزاجی میں میں ٹھاننا
 شریکِ حال اہل غم میں نہ کر ہوں گلشن
 ندیم کو کرتوں کہظن مناجم جم جم شیاک
 بجز اعجاز حسن سے اسکو اور کیا کہیں
 تناسب کی رعایت مجھ کو ایسا نہ گویا ہے
 یہ روزی کی گردن سواد آخر شبوں
 عرق کی قطروں کے اوس گل کے دعویٰ چشمی
 یہ پیہم چھوٹ کر دے ہیں کسی آشنائی میں
 میں ہوں حم دل کی کعبہ حق دافاتی میں
 بنا ہوا قد رسوز دل ہی عکس حق گردن

ہوا سچ ہے کہ فرحت تجھ میں تو ہی ہر قسم کی
 کہاں آگے سر نہ مانتی ہے میری ہر قسم کی
 جب آئینہ و دیو و رنگ میں میں نہ شہد ہوں
 اگر دیکھو تو گنجائش ہی عجب ہے عالم کی
 تنہا پس زیادہ ہی جو کی توجہ تکلم کی
 حکایت اگر نہ دین تو نہیں کیا ہم نہ کی
 قفا ہو جاؤنگا دل بھی ضیا اگر نہ بیج ہاشم کی
 یہ پانی دہل گیا ہی میں آنکھوں کا شبنم کی
 کہ سوچ آئی ہیں آنکھیں ہر جا بھر عالم کی
 نہیں ہی تاب جسکو دید عروین زفرم کی
 ترپ جاؤنگا میں ہی شہ نہی کجا اگر چکی

و نورِ ضعیف میں اپنا چرچ بھی دکھاؤ آفت ہے

نہرت کچھ تو امنی ساقیا اوسے اوٹھانی ہے

نہ کیونکر ای اعلیٰ پھر آنکھ میری بند ہوتی

یہ ادنیٰ سی صفت ہے اوسِ طلالی رنگ کی

کسی شکِ چرخ کے انتظارِ آمد آمد میں

میں تھی موجدِ تیلا ہے سوزِ جدائی تھا

دیکھا داتا تو اسکو ہی ہم خوبیِ جمال اپنا

بجایا ہر درونِ تلو کروں تجوئے مانتا

کیٹلی عمر ہی بر میں یہ جان اپنی وہ چھتر ہے

کر کے وقت کا دینِ دنیا کا بلِ عالم

دیکھا رنگ مجھے کوئی نکوی سا نہ گردون

ڈوب سکی مری کشتی کو گمِ فتنِ چشم پر غم کی

جب آسا پہاڑ گردنِ شیشہِ خم کی

دوم پریر کی آہن بھی ہو ایں تین سحر دم کی

پڑا جب عکسِ چاندی کینڈی کی طرح دکی

سفید آنکھیں ہوئی ہیں قطرہ ہا آبِ شبنم کی

زمین پر میں جوڑ پا آسمان پڑی ہی جھکی

کہ جان آنکھوں میں آئی ہی جبابِ بحرِ عالم کی

یہ نوبت ہو گئی مرنی پہ خود جامِ سرِ حرم کی

مثالِ نارگوئی آمد و شدِ سینہ میں دم کی

نہیں ملتی ہی فرصتِ سانس کے کوئی دم کی

کہ آنکھیں تک چپک کر رہی ہیں شوقِ ماتم کی

کی سیج یہ طماعون زکوہ دار دنیا میں
کہ آخر آگئی دل غیبین میں کل رہم کی

غزل ۹۲

بنی بن دیر ہا منتظر نقش قدم ماہر
زمین بھی ہی یہ شائق مدعی ہادی کے مقدم کی

ایہ

نقش قدم بنا نہ کہیں پر جان چلے	سایہ چلا زمین پہ کہ ہم ناتوان چلے
گھٹ بڑکی یوں زمین یہ ترختہ جان چلے	سینے میں طرح فحش ناتوان چلے
یوں مجھ بیا نصیب کے لشک دہان چلے	جس طرح جلجھ خون کی جا کاروان چلے
اگر کچھ چلی ہی چال تو یوں ناتوان چلے	اپنی جگہ پہ صورتِ بے بضروان چلے
رفتارِ گر قلم کی ترانا ناتوان چلے	ہو طرفہ سیر ساتھ قدم کا نشان چلے
مجھ سا کوئی رفیقِ طریق آپ کو ملا	سایہ صفت قدم قہرِ تم جانا چلے
سنگِ خوفِ آئینِ توجہ ملال زر	ساغرِ جلیں تو بے مرغِ معانکی دو گنا چلے
ہاتھ اس کچھ جدا ہوا شام کی طرح	اکدن عصا جو لکی تری ناتوان چلے

کیونکر نہ بات بانئیں کاٹو ہر ایک بات
 یوں کر دغم میں پیر گیا ہی ہمارا دل
 وہ مست ہوں جو ٹھیس شیش میں لگی
 فرقت کی شب میں یوں سے کھٹکان چرخ
 آئینہ سان سفر میں ہی تکلین گھر سی ہم
 بیل وہ ہوں پٹرک کی دیکھا دو جو زور
 دامن سی خار او بھر گئے گل پاؤں پر گسے
 بھولا ہوں گستاخ و بھری مانگ کو نری
 اندھیرا بل بزم کی آنکھوں میں ہو گیا
 ہوں دفن بسمل تپ پیران جود تین
 مارا جواب دینے پہ افسے رقیب کو

قینچی کی طرح سی جو مٹا رہی بان چلے
 رتی میں جیسی باہی ریگ دون چلے
 فریاد کرتے ہم سہمے پیر مغان چلے
 جس طرح سی اثر در آتش نشان چلے
 گر ہم چلے تو ساتھ ہمارا مکان چلے
 اوڑنا ہوا قفس کی طرف بوستان چلے
 صیادا و جاکڑ جو مر آشیان چلے
 آئے کی طرح سر پہ کھٹکان چلے
 محفل میری آپ گھر شمع سان چلے
 جادہ ہر ایک صورت زبض روان چلے
 سچ ہے کیا ہاتھ کیسی بان چلے

اولیٰ صلی خزان میں ہوا جب تو باغ کا
 لپٹیں جو بو کی باغ سی نکلیں ہو ابسی
 اسی داغ دل جو نہیں بند ہی لپکی دہن
 بد گوئی قریب سیر کو کیا کروں
 ہم وہ خیرین ہیں یوں تو نجانا ہو ابسی
 دانہ جو تیر خال کا بھولا ہوں میں کہی
 یاد آئی گل کو آمد و شد عند لیب کی
 مثل نسیم سج گرا کی ہی چال
 وہ گل چلا جو باغ کی نظار کے لیے
 رکھ دو کہی جو بار غم اپنا دتا کے
 کی بعد مرگ شوش و حشر ہے کبیش

مثل طہیر اترتے ہوئے آشیان چلے
 بن آئی راہزن کی جہاں روان چلے
 اوس ملک میں چلو غم سے کہ جہاں چلے
 گر قطع ہو تو اور قلم کی زبان چلے
 پھو لو غمیں بلبلوں کے شو بونسا چلے
 چکی کی طرح سر پہ مرا آسمان چلے
 پھر کر جو شبا نکو آ پریشان چلے
 غنچوں کے پاش پاش ہو جان چلے
 طائر سم کے طے فتنستان چلے
 جبکہ جہاں میں ہر کیصو و جوان چلے
 صحر کو ٹھو کروں مری استخوان چلے

اور کرشمہ گل کی طرح بوستان چلے
 جس طرح کہ گنگ کے نہر میں بان چلے
 جن ہی جو میر ساتھ دم امتحان چلے
 سایہ بھی بی عصمانہ چلا ہم جہان چلے
 تن سی نکل کے صورت تیرا امتحان چلے
 باہر چن کے روتے ہو باغیان چلے
 بھولے شفق تو جام ارغوان چلے
 جس طرح کسی طیر سوا آشیان چلے
 تنکر چلے جو پیر تو جہاں کہ جوان چلے
 کھڑکی کھلے قفس کی تو تیرے بان چلے

بلبل رہ ہو بھرو جو قفس میں گلوں کا دم
 بیون باتیں کرتے تھے دیوانے ہجیرین
 خوشی وہ ہو کہ تھکے گئے سایہ کی طرح
 تاثیر غصہ لہجہ پیری کو دیکھنا
 نالی کھان جو رہی قابل کے اتھارین
 بلبل وہ ہون کہ قتل کو صیاد جب بڑھا
 بچھلے سستی بیٹھے ہیں انتظار میں
 یونق میں غم مرنے کی طرف روان
 دیکھا بچہ انقلاب تر لطف و قمر سے
 صیاد کی تسلیوں کا اعتبار کیا

ماہر کو قمر پرستی ہی یا ابو تراب

ع ۹۳۰ نزل

جلد آئیے فشار ہوا استخوان چلے

س ۳۲۲

ہر طور اچھی بسر ہو گئی

گھسی آبرو تو گھر ہو گئی

خجل جب نہ حرص بشر ہو گئی

ہوا خود پیسے میں تر ہو گئی

مرے اشک شورائے فرقت میں کام

کٹا رنگ شب جب سحر ہو گئی

یہ اونکی پھری دل میں مجھ سے آنکھ

کہ شب بھی ادھر کی ودھر ہو گئی

فقیری قناعت کا باعث ہوئی

بڑی بھی تو اچھی بسر ہو گئی

بڑھاپے میں تختہ ہی تن قبر کا

مری جھک کے سیدھی کمر ہو گئی

مرادل وہ لیکر یہ کہنے لگے

کوئی شی ادھر کی اودھر ہو گئی

قدم رک کے جب سحر خیز ہوں پر

مہم مہم جو پاؤں کی سر ہو گئی

سب اچھے رہے مر گئے فقیر

گدا انی فقط در بدر ہو گئی

عجب نگ میں رنگ الفت کھلا

شب وصل گھر گھر جگر ہو گئی

سید خانہ میرادہ تارک ہی
 مرے خشک تن ہی ہوئی یہ نخل
 نہ ٹھہر گئی بوخچہ گل مین پر
 وہی میری پری ہی امی آسمان
 یہ دیوانے ہی کیا تھے غنچہ کی بو
 مجھے خوف تیغ ہو س پھر نہیں
 بلا گرد سر میر کیا تک پھری
 تری مردک کا پڑا جسہ عکس
 یہ سہمی دم ضبط سوزِ درون
 جوانی سے بھتر وہ پری ہی چرخ
 تھنیں ہی رہا تیغ ابرو کا ڈر

شب ہجر جس میں سحر ہو گئی
 یسوت پسینے میں تر ہو گئی
 خبر اوس کی گزشتہر ہو گئی
 سحر میں جوشِ شیر شکر ہو گئی
 چلے جب تو دیوار در ہو گئی
 یہی نان جو گر سپر ہو گئی
 کہ آخر کو دستارِ سحر ہو گئی
 وہی دیکھنے کی سپر ہو گئی
 گھٹا دود کی جگر ہو گئی
 جو کا فور زخم جگر ہو گئی
 جہی مردک ہی سپر ہو گئی

سوکھایا کسی گل کی فرقت نی یہ
 بتوں نے کرم کی جو پھیری نظر
 اوڑا شب میں کافور زخم جگ
 نہ کتنا مجھے صاحبِ راز عشق
 پڑی بحث جب کفر و اسلام میں
 مجسم گنہ نے یہ آخر کیا
 بدلتے ہی کر وٹ کے اے آسمان
 دیا ساتھ مشکل میں فوراً مرا
 مجھے خوفِ طولِ شبِ ہجر کیا
 نہ ادتری فقیری کے اعجاز سے
 مقدر کی گردش سے آخر بلا

کہ کاٹا ہر اک شاخ تر ہو گئی
 خدائی ادھر کی ادھر ہو گئی
 کہ بیدار دیکھتے سہر ہو گئی
 جگر کو جو دلی سب ہو گئی
 ادھر بت خدائی ادھر ہو گئی
 کہ دلی سیاہی جگر ہو گئی
 شبِ وصل ادھر کی ادھر ہو گئی
 اگر بیکسی کو خبر ہو گئی
 اوڑا رنگِ رخ جب سحر ہو گئی
 کلاہ گد ان پر سہر ہو گئی
 یہ لپٹی کہ شال مگر ہو گئی

سخن سی کیوں ہونین راس الرئیس | زبان شمع کے تن پہ سر ہو گئی

غزل ۹۴ | بڑھاپے میں مآبہ نہ چل راہِ جرم
شعر ۳۶ | ٹھہر جا کہ اب دوپہر ہو گئی

مجھ کو مہمان سی مُردت بھی جیا بھی آئی | جان لیکر گئی گھر میں جو قضا بھی آئی
جان لینی کا جو تباہ کام قضا بھی آئی | بنی ہوس پاشی نہ ہوا بھی آئی
میرے کئے پہ ہوس کیا کہ ہوا بھی آئی | دم ذرا سا جو دیا میں قضا بھی آئی
دامی غفلت کہ نہ کچھ اذکو صد بھی آئی | در کی زنجیر مری آہ ہلا بھی آئی
آج کچھ نگہت گیسو سے رسا بھی آئی | مرض عشق بڑھا جب تو دعا بھی آئی
میں جو آیا تو زمانے میں ہلا بھی آئی | بزم میں شمع کی آتے ہی ہوا بھی آئی
مجھ کو اوس دادی چول میں لایا کیوں | قافلہ کیا نہ جان بانگ درا بھی آئی
ہاتھ میں آئندہ شانہ وہ لیتی ہی ہے | بگڑی لٹو نکو مری آہ بنا بھی آئی

غرور کر کے مرا غیظ میں دہشت ہیں
 مجکو تھنی لوالہوسی یہ جہا نین نفرت
 رنگ سیوم میں کھلا سبکی محبت کا مجھی
 پیچیدار ایسے ہیں کوچے ترے گھر کے اردو
 تھلوت یار میں بیگانہ نکا آنا کیسا
 اب تن زرد میں کس سے پیچھے دکھان کو
 بیان سیم سحری ٹھوکرین کمانی ہی ہی
 اپنی تمنائی سی مضطر دم نزع تہا میں
 میں نہیں اک تری گمرد و کسے آتے ہیں
 طاعت حق پہ نہ بگڑ میں سیم بکرا صنم
 مجکو تعبیل اوسی جان لینے میں دیر

مجکو بگڑی کسی بات اپنی بنا بھی آئی
 حرص سمجھا اوسی گرا پس ہو ابھی آئی
 رگے دست صبا پھول ٹپا بھی آئی
 ٹھوکرین کھان میں جو فکر شعرا بھی آئی
 سر دھنا شمع نی گرا پس ہو ابھی آئی
 زعفران کو جو نہسا تا تاہنا بھی آئی
 تیز دست آہ مری و نکو جگا بھی آئی
 تھم گیا دل مرا جست قضا بھی آئی
 سانس پھولی ہوئی ہی جیکہ ابھی آئی
 مجکو بھولے کسی یاد خدا بھی آئی
 لواد اگر تھی ہوئی مجھے قضا بھی آئی

تنکے چنے لگائیں زردی تیں اپنی
 قتل تے جو کیا قتل کے مشتاقو نکو
 مچکونجو دیہ خط شوق کے آنے نے کیا
 ناز و غمرہ ہی کو دنیا میں غنیمت سمجھو
 مرسلو نکو ہونیکو یوں خوف دم رو جیسا
 صد مری کو نسبی نیکی بیشی نی رکھ لی
 مثل شبنم چمن ہر مین روئی ہر شے
 رنگِ حاجت چمن ہر مین پھیلتا یونہی
 جا کے اب دکھیلنے نی پردہ اوٹھیں جو چکا
 اب مری لغزش پاں کا بہے مڑا ہاتھی
 اب سکندری کو صنعتیں سب ہیں بیکار

عشق میں لوکشش کا ہر با بھی آئی
 اس جناسی مہین کچھ بومی وفا بھی آئی
 نامہ بر کا ہوا دھوکا جو با بھی آئی
 سامنا پستہ قضا کا جودا بھی آئی
 سب تو تھکے اٹت محبوب خدا بھی آئی
 پاؤں پیسے آئے تو خدا بھی آئی
 ایک کر نیکو لہو پانی خدا بھی آئی
 سب تو سب کیلئے کا پڑا بھی آئی
 آہ آنکھوں کا حجاب نکلی اٹھا بھی آئی
 دیکھ لے جھوٹی گرد و پوگٹا بھی آئی
 میری حیرت اوٹھیں آئینہ دکھا بھی آئی

یون ہی کیا کم تھی وہاں تہ دنیا گلاب ہوا	شاخ میں شاخ لگانیکو خابھی آئی
مخا دیوہن رنگ سیری کا جہان میں کیا کم	ہاتھ بندھوا نیکو دنیا میں خابھی آئی
تیز دستی یہی چسکی تھی نہ وہاں لکھ لہی	آہ پر دود مری سُر نہ لگا بھی آئی
غبت دل سی مری نزع میں آیا نکوئی	فرض ادا کر نیکو آئے جوا بھی آئی
باغ عالم یوہن جلتا تا تو نکے ہاتھوں	آگ میں آگ لگانیکو خابھی آئی

غزل ۹۵	افسردہ رہی کوئی تربت بیٹھ را ماہر
	کچھ اگر ہی سچے چین ہوئے وفا بھی آئی

عجب جہان میں کب زلزلے ہر آئے ہوئے	مڑ پڑے ہیں لحد میں مڑتا ہوئے
نہ پوچھو کہ یہ کون آتے ہیں نئے ہوئے	یہی ہیں خلی ہیں ہم خاک میں ملے ہوئے
عوض میں آہ کے سننے میں بیٹھ ہوئے	نئی ہیں لوگ جہاز سے پہر آئے ہوئے
تم اہل زم میں سے ایک کو تو دبو سے	فقیر بیٹھے ہیں سب اسرا کا ہوئے

طریق عشق میں آتی ہی یہ صدا مجھ کو
 عصا کشیدہ وہ ہے ساقیا کہ زاہد کیا
 رقیبِ ستم دستاں گر تو کیا ہوگا
 خدا ہی مشرین دستار قاضیوں کی بچا
 نہ اوگلی بیان کس طرح تیغ او قاتل
 یہ کون لیگیا پیلو سی کیا ہو ایار ب
 میں ہی نہیں ہوتی می شمعِ رنج کا پروانہ
 یہ شکل ان کی دم صبحِ شام صلیو سے
 صدا یہ بچا کیوں دیکے مر گئے عاشق
 وصال کا تو بہلاؤ ذکر کیا ہے فرقت کا
 سبہ دہی مری آنکھوں سے اشک بن کر

خطر کی راہ ہے رہو قدم اودھکا ہو
 سنبھل گئی ہیں سناٹے بھی لڑکھائے ہو
 نری چھکیتوں کے ہم ہیں مارے ہوئے
 مٹانے کے ساتھ ہیں ان کے غلے ہوئے
 ہمارے قتل پہ ہے آستین چڑھا لئے ہوئے
 ابھی تو دیر ہوئی تھی نہ دلو آئے ہوئے
 چراغِ شام ہی ہے تجھے لو لگائے ہوئے
 نگاہِ نجی ہی بٹھی ہیں سر جھکائے ہوئے
 جنازہ لاؤ وہ گمراہ ہیں آئے ہوئے
 وہ غائب ہے جسے جہانی سی ہوں لگائے ہوئے
 جگر کے زخم تھے پانی جو کچھ چراگے ہوئے

دلو کو عاشقوں کی سچ تو یہی دیکھا ہاں	کسین پڑے ہوئے ہونگے جلے جلے ہوئے
اور تر رہی ہو گلین شال آب جہری	کچھ اس اداسی و غم کو مین دیا ہے ہوئے
نشانِ حشیہ و منزلِ کامل ہی جائے گا	جلے جلے کسی جانب کو منہ اٹھائے ہوئے
نہ پوچھو عشقِ نظر میں کہ کیا گزرتی ہے	ترپ رہا ہوں کلیجے پہ تیر کھائے ہوئے
اونہیں کا بوجھ نہ اون پر تیرے ڈرتا ہوں	وہ لاش و کھاپاں لاشِ ناز و سٹائے ہوئے

غزل ۹۶	مثالِ دنِ رخ روشن ہی کسکویِ مآہر
	چرخِ شمس و سہری ہن چھلکا ہوئے

طہان ہوں یون ہی مرقاںِ دل لگا ہوئے	شکارِ جیسے ترپا ہے تیر کھائے ہوئے
وہی ہن ہیرِ خمازی پہ آئے ہوئے	ادھر جو کہتی ہن منہ اودھر پھراے ہوئے
ادھر ہے ایک دلِ زار دیکھیے کیا ہو	مرزہ کی صفت ہی پر او سطرین جاسوئے
تماری زلف کو دلِ لیکر یہ کہتا ہے	یہ ابر آیا ہے بجلی کسین گرے ہوئے

گہراونکے جا کے سنا یہ عوض میں خاک کے
 عقب میں شکونکے یونل کا زور آتا ہے
 پتایہ کو چہ دلدار کا ہے اے قاصد
 عمت گمان بد او پر نہیں ہی قیامت
 مناسب آیکو بھی روزِ حشر ہے آنا
 نصیب اتنو نہیں کہلتی ہیں دیکھیں کے
 ہزار حیف کہ مردہ کہیں ابھیں بیدار
 گناہگار و نکو دیتی ہیں غسل کیون پرگ
 دل و جگر کی تمنائیں قتل ہوتی ہیں
 اوبال و بل کے دعا دے ہیں شیشے بھی
 دم وصال کہچہ آیا جو ہے خیال و نکو

سراسی کیا جو چلی آئی منہ ادا ہائے ہوئے
 کہنیسے فوج کو آنے کوئی دبا ہے ہوئے
 ہزار رون بٹھی ہیں وہاں ہون رہا ہوئے
 کہیں وہ یا نہ کہیں بال میں نہا ہے ہوئے
 ادھی ہیں آپ کے سب خاک میں ملائے ہوئے
 بڑھے ہیں قتل کو وہ آستین چڑھا ہوئے
 کہیں جو سوئیں تر بھر کے جگائے ہوئے
 یہ آپ ہیں عرقِ شرم میں نہا ہے ہوئے
 او جڑ نہیں مری گھر سے بسا ہے ہوئے
 مغان علی ہیں جو ہرست کو چھکا ہے ہوئے
 بدن ہی سر دسپنے میں ہیں نہا ہے ہوئے

دلون میں بعد قباہی کیوں ہے سوز	چراغ شعلہ خون کی ہیں یہ بجھائی ہوئے
ندل میں حسرتیں اب ہیں دل ہی سینے میں	بتوں کی راہ میں ہیں گھر لٹائی ہوئے
یہ گرم صحبت پیرنگان ہی مستوں سے	شراب خانہ میں شیشی ہیں خوش کھائی ہوئے
انہیں کئی ہماری فاکا پوچھی حال	جو فوج کر رہے ہیں آستین چڑھائی ہوئے
تقاضہ میں گاہے الٹہ پنے سے راہ چلو	ادایہ کتنی ہی چال و رہی بنائی ہوئے
علاقہ قطع نہیں گویں وہ جاتے ہیں	چلا ہے دل ہی تو پہلو مراد بامی ہوئے
دلوں کو دیکھ کے ناوک ننگن کہتے ہیں	اوٹھا لو انکو نشانے یہ ہیں بڑائی ہوئے
شبِصال وہ سرکہ کے جھپٹے سوتی	ترپ رہا ہوں وہ نکیہ گلی لگائی ہوئے
امید اب تری دیدار کی ہو کب قاتل	گلے پہ تیغ ہی رکھی تو منہ پھرائی ہوئے

۳۳

خدا و بخون نے ملی کر تو خوب ای ماہر

غزل ۹۷

مے شہید دین خود ہی ہو لگائی ہوئے

وحشی حجل میں پاؤں جو گھری نکال کے
 بیٹھے ہیں لکڑی بھینک کے مشتاق حال کے
 ہنگام حشر سامنی ہونے الجھال کے
 وحشت میں کیا میں چال چلو دیکھ بادل کے
 اوس قبر تار میں تری وحشی چشم ہن
 وحشت جنون میں ہی تری وحشی کا جلوس
 سودر دوسروں میں ہو بوسہ دیکھی ایک
 مجرم وہ مہتاب کہ خوف کا تاثیر جرم کے
 اول مدفون میں تری وحشی پس قفا
 نیرع جان وہ ہے کہ انسان کا ذکر کیا
 خالق جزا و جزا مردان عشق کو

فحشہ میں آبِ عرق انفعال کے
 گھری قدم نکالے گا دیکھ بھال کے
 سوچا کہاں میں پاؤں لکڑی نکال کے
 پردے میں آنکھ پہ چشم نزال کے
 جسم چرائے تبتے ہیں دیکھ غزال کے
 شیر و نر غول بھی ہیں غزال کے
 سچ ہی بلا میں پڑتی ہیں صفت کو مال کے
 بھاگے ملائکہ مجبوز نہ میں ڈال کے
 گنبد بنی ہیں جن پہ غنڈ غزال کے
 مر مر گھر ہیں شیر زبانیں نکال کے
 دیدی تیغ میاں کو نکال نکال کے

کیوں دام آسمان میں نہ عالم سیر ہو
 جاو گئیں ہیں و ادنیٰ آب میں سر
 دشت میں تیری چشم کا جب کیا خیال
 انجم ہیں کب عیان شے قصہ انفلک
 وصلت تو در کنار ہی جی جا قیاس ہی
 نافے نہیں ہیں جانکی وحشی چشم یار
 بی حسیو نکا جتے ہی آیا جی خیال
 اجاب ہی گئی ہیں لحد ہی ہوئی ہی بند
 انجام کیوں وحشیو نکی غم کا ہو خوشی
 لکائی ہیں سیر دشت جنو نہیں جو ٹھو کرین

چنکاو جو کم تھی ہی بقی میں جان کے
 رکھیا آج کل کے زبانین نکال کے
 مرگان بنائی پاؤں کا نئے حال کے
 دُور بات ہیں مری گردِ دلال کے
 محل سے کوئی نہ جو دیکھا دی نکال کے
 دل کہے ہیں خبر پہ ہو نکال کے
 بن چکے گئے گئی نہ خیال کے
 اسی توڑا ہے مگر ہیں جوابِ سوال کے
 بنتی ہر جن خشک سی غزال کے
 دو ہو گئی ہیں سچ سم ہر غزال کے

اشکون سی دل جو سر ہو ماہر سمجھ یہ تو

غزل	دی ہی صراحی چرخ نے شوری منجھال کی	شعر
بوسٹ گھر چھوڑا تی ہن شہر چال کے وحشت میں کیون نہ چال علو نیکہ بہال کے کیونکر نہ زلزلے میں ملہن دل جبال کے ایسے ہیں قدر دان ہی ہر اک بیکال کے آیا نہ کام میں چو کسی شش حال کے میکش شیدی سی نخل میں یہ ساقیا کم تھے نہ وحشیوں تری شتم میں یہ گدزی ہی آج دل پہ کچھ ای تیج غم ضرور کیا تیرے رند قہقہہ زن ہیں برادر حشر عشاق کے سکوت کی مہنی میں ای بتو	بولچلی ہی گل کو چمن سی نکال کے ہیں آبلے بھی پاؤں کے وسیع غزال کے زیر زمین ترپتی ہیں لٹاؤصال کے خود اوٹنگیان اوٹا ہیں شاہیوں ٹال کے پہلو سی مہنی پھینک دیا دل نکال کے انگور شیشے میں عرق انفعال کے کیون گرد باد رگئے خیمے نکال کے انداز آسنو زمین میں بل کی چال کے دستار گرد باد قیامت اوچھال کے دیگاندا جواب تمہاری سوال کے	

وحشی وہ ہوں کہ جبکی درازی ست دسی

رحمت خدا کی صورت سبیل ترنگی

کیون ضبط سوز دل نہ کروں بہت

دگر غزال کیا تری وحشی گئے دھین

مجھ دل دکھے کے دفن میں اتنا بول اٹھے

ہو گا ضرور قتل کوئی آج بیگناہ

دیوانی کیوں خزانہ وحشت لوٹ لیں

مشہور ہیں وہ جاوہ صحر کے نام سی

وہ بالہ سرمہ کا ہو جو منظور چشم یار

ایا مژہ کا وادی وحشت میں خیال

عشق چشم یار سی وحشت میں غبن زل

کو آستین کے بنکے و احسن خیال کے

کچھ یوں کچھ ملکات مجھے دوزخ میں لے کے

معدوم ہوں گا منہ میں ناز نکال کے

جا دہی رگے ہیں بانین نکال کے

کوئی اسی لی میں آتا کنہاں کے

خنجر وہ دیکھتے ہیں کمر سی نکال کے

قبیل سب کھلے ہوئے سم غزال کے

پھاڑ میں حشیوں نے جو دامن خیال کے

رکھ دین غزال منہ سی بانین نکال کے

تلو و غنچن چھ چہرے کانٹے نکال کے

پاؤں سی داب لی میں بانین نکال کے

کیون ہر قدم زغندہ وحشی ہی ب بہرین	دہنے کو غولان میں کو دید غزال کے
طالب نے میں سے شوق میں آیا ہر تابہ عرش	پر تنہا کوئی تو دیکھا دی نکال کے
پوچھتی جو مجھ سے نیستی راہ عشق	پاؤں کے خار رکھ دی ہر کھال کے
بھڑاسے دلوں کی میں آیا ہوں قبر میں	اوجا پوے پاؤں کو رکھنا سنبھال کے
اک عاشقوں کی بات تھی اسکو بھی کھو دیا	موسیٰ ملی جواب رنہ کی سوال کے

غزل ۹۹	ماہر اور نہیں بھی آگئی کچھ تپ خفیف سی	شعر
	تڑپے شال نہ جن جو طالب وصال کے	

مر گئے ہم نہ کہا اک نے قضا آتی ہی	شمع دامن میں چھپاؤ کہ ہر آتی ہی
حالتِ جرم میں بالینِ قضا آتی ہی	مر کے کھولو نگاہ آنکھیں کہ جیا آتی ہی
بخندہ دل سی اگر آہ رسا آتی ہی	ٹوٹتا ہی کوئی شیشہ تو صد آتی ہی
کچھ نہ کہہ قسیر گذری ہی خبر لے لیلی	اگر تپتی ہوئی صحرا میں بھا آتی ہی

بعد سیر جو نہیں کوئی عزادار مرا
 ہر سحر کیون نہ چلے قافلہ نگہ گل
 او کو جب ہوتی ہی منظورِ نظر خود بینی
 نیم سہل تر کیا خاک سی و ٹھیں قاتل
 دیکھ کر تجھ کو گنہ گنہ کی ہستی یارب
 جنبشیں ابرو دیکھتی ہیں گو تم نہ کہو
 امی جو انوکھی بیرون سی ہنونا گستاخ
 گوش دل سی مری آواز کو سننے ہیں ملک
 غول سجھائیں گریزان ہیں بیابانِ غزال
 دل دیکھو نہ شاہین ہی کُلِ ظالم
 چمکے لٹا نہیں اسی قافلہ اشکِ روان

قبر پر جا کے ہو خاک وڑا آتی ہی
 جو چمکتی ہے کلی بانگِ درآتی ہی
 میری حیرت او نہیں آئینہ کیا آتی ہی
 بر چہ بیان یہ نگہ شوخ لگا آتی ہی
 بند کر دی کوئی آنکھیں کیا آتی ہی
 تھکو تلو از بھی عاشق پہ لگا آتی ہی
 انہیں بندوں خدا کو بھی آتی ہی
 میری پردہ میں کی جو صدا آتی ہی
 آبلو نہ مری کیا آنکھ دکھا آتی ہی
 انکی وہ آہ ہی جو عرشِ ط آتی ہی
 دل دھڑکتا ہی آوازِ درآتی ہی

حشر من توڑ رہی ہن تڑو حشری قبرین
 مرسلو نہیں بھی م حشر یہ غل ہی تہ عرش
 یار و اجاب سی تو قبر پر آیا نہ کوئی
 کمد و اومنی کم خبر لین مرد کی جلدی
 نالہ حضرت مجنون کا اثر ہے اب تک
 دلیں لکھتی بند آنکھ جو کرتا ہوں کبھی
 پاس کس طرح مرا کے نہ دم قاتل
 زیر پا خار کو سمجھے نہ رگ گل کو قیس
 قتل کر نہیں مر ضد نکر کی کیو قاتل
 گر شہید و نکاحازہ نہ اٹھایا نہ شہی
 چھپتا ہوں بھری نرم میں کتنے ہن وہ

نکلونکلو کی جو کا نو نہیں صد آتی ہی
 سب ہٹیں امت محبوبہ آتی ہی
 ہاں اگر سی تو ذرا بوی وفا آتی ہی
 آج کچھ و نیکی پیلو سی صد آتی ہی
 سائیں سائیں کی جو صحر صد آتی ہی
 میر دم سو ترسو نیکی صد آتی ہی
 منزلوں مری لینکو قضا آتی ہی
 ملکی رخسار سی لیلی کی ہوا آتی ہی
 پاؤں پھیلاتی ہن جہو قضا آتی ہی
 لاش عشاق پہ ٹھوکر تو لگا آتی ہی
 سچ بتادی کہی تجھ کو ہی حیا آتی ہی

<p>قتل پر میرے جو ضد ہو تو کھدواؤ تسے کوئی تو پونچھ لے نقاش ازل سے اتنا وامی و پیر کہ جو محروم ہیں آرزو سی ہی</p>	<p>خون پانی نکرین ایک خا آتی ہے دوسری شکل ہی تیری سنی آتی ہے لن ترانی کی تو موسیٰ کو صدا آتی ہے</p>
<p>غزل ۱۰۱</p>	<p>موشگافی سی کھلا ہمچہ عقیسہ ہا مہر عاشقوں پر وندین زلفوں کی بلا آتی ہے</p>
<p>بنکی معشوق جو عاشق کی قضا آتی ہے مردے جی و بھتی ہیں نہ بنکی قضا آتی ہے توڑ کر جیل بیل کو صبا آتی ہی منعمو عالم فانی میں خوشی ہی معدوم زاہد و دل میں جگہ دو نہ بنو کو کیونکر ناز میں نے جو اوستا تو ثنا کیا اسکی</p>	<p>صاف ظن مال کی گھنڈہ و صبی آتی ہے کس ستم کی کتھی ترک ادا آتی ہے صاف غنچی کے چکنے کی صدا آتی ہے کان بیتی ہیں کہ نوبت کی صدا آتی ہے دکیتا ہوں جینین یاد خدا آتی ہے آپ کو بھی تیری مری لاش اٹھا آتی ہے</p>

کوئی افسوس کہے دیران جو دل کرتی ہیں
 برہمن چھوڑ کے کہے کو ملا کیا تجسکو
 کل نکیوں سحر میں ہو جا مری شمع حیات
 نابلدہ میں یہ خوشی سی غربائی عالم
 باغ میں دیکھ لے اونٹنے گل خسار کا رنگ
 نتھستے بی پردہ گنہ میں گئی تھی بارب
 صوبل کا کیا مجھے اچھا نظر آئے انجام
 پیچھے مٹھ جاتی ہی محل میں اداسی ملی
 پردہ گوش میں کیونکر نہ چپاؤن اسی دست
 حسن اور عشق میں جھپٹا لڑائی کا جو تک
 بیوقوفانہ کی قدم کیوں ڈھین چلنی میں

اس میں پرتین بستی ہی بسا آتی ہی
 دیر میں ہی تو نظر شان خدا آتی ہی
 دل تڑپا ہے تو جس سے ہوا آتی ہی
 دل ہلکتا ہے تو نوبت کی صدا آتی ہی
 پھول مرجھائیں کیونکر کہ حیا آتی ہی
 کیونکر نہ گڑ جاؤن میں میں کی حیا آتی ہی
 دل جو ہنستا ہے تو رو نیکی صدا آتی ہی
 آہ جہ قیس کی سپرد کو اوڑا آتی ہی
 دلیں ہی تیری جگہ دل سے صدا آتی ہی
 خون سپنی پر گرا نیکی صفا آتی ہی
 زیر پا تربت نقش کعبہ پا آتی ہی

پردہ دیدین کیا کام نکالا موسیٰ	اب تو کانو نہیں وہ مطلوب صدا آتی ہی
مجھ گنگار کے لاشے پہ نکیونٹج دہا نہیں	مجبور توجو ہوئی لوگوں کو خیا آتی ہی
آنکھیں سرم ہو پیدار تو ہوں موسیٰ	لن ترانی کی تو کانو نہیں صدا آتی ہی
کان آوازہ وحدت بھری ہین جو عمر	کوئی نولی مجھ تیری ہی صدا آتی ہی
لن ترانی تو کہا پر یہ ہوا کیا جانے	یہ نہ سمجھی مرے کانو نہیں صدا آتی ہی

غزل ۱۰۲	اوسکی رحمت مرے عصیان کو نہ بخشے ماہر	شعر ۴۱
	مین نہ یہ منہ سے کونکا کہ جیا آتی ہے	

آئنے بنگلی ہی تن میں جو قدرت تیری	میری صورتیں نظر آتی ہی صورت تیری
آئنے لیکلی بھی بڑبڑتی نہیں حیرت تیری	دیکھ تو دیکھ رہی ہی تجھی صورت تیری
تھوڑی ل کو جو بڑا دکھ تو غمازت تیری	کھل جاتی ہی مرئی سی محبت تیری
میری وحشت ہو غضب چال ہو فتنہ تیری	حشر میرا ہو بیان بان ہو قیامت تیری

قیس کی محبہ کی طرح نہ الفت تیری
 لپٹلی ہوئی دوزخ جو عدالت تیری
 ہاتھ تلقین میں مجھ کو نہ لگائے کوئی
 دو کس طرح گناہوں سے مینے تیار
 جو شہنشاہ ہی جو چہن چہی ترستی
 باتیں کہنی کی ہیں تلقین کہاں کی ای دوست
 کیوں لحد توڑ کی نکلیں گنگار تے
 اب بھی آپوش میں برباد نہ دل کو مری
 کوئی نہ جرم فی یہ ربطاڑایا یارب
 داعیِ ناقدری مردم کہ اوید کو مین
 حشر میں اسکی سوا اور مین کیا مجرم

دل جو کل ہی لیلی ہو محبت تیری
 لپٹی جاتی ہی گنگاروں سے محبت تیری
 ہوں تہہ خاک میں یاد دست تیری
 سر کی جاتی ہی مریاس سے محبت تیری
 پھوٹ نکلی ہی ہر اک پھوٹتی تیری
 مر کے بھی میری زبان پر محبت تیری
 حشر میں ڈھونڈ رہی اندین تیری
 دیکھنی گھر ہوئی جاتی ہی محبت تیری
 جب تڑپا ہوں تڑپاتی ہی تیری
 کھپ گئی ہو مری آنکھوں میں جو تیری
 سے وہ کہو کہی تجھی مروت تیری

شب غیبت کا کیا میں نے تو وہ کہنی لگی
 آج تو خیر مری لاش جب اٹھی او گل
 حفظ جان عشق میں ایشاق بہت اید
 غلہ کو چھوڑ کے مُل نکل آئیں باہر
 کسے دیدار کی خواہش ہی خبر کی ہو
 دل مرا لینی کو اور آئینہ کی قدرت
 توجہ بالین ہے اتنا نہیں کھلتا مجھ پر
 جلوہ گر ہوئے نگاہوں نہ کیوں چلے
 حشر میں آئے ہیں اس شان سے بر محرم
 یہ سب ہے جو تری غم کو ہی کہتا ہوں غنم
 گاہِ یلین میں گم آنکھوں نہیں رہی دہشت

ہاں تری سر کی قسم کی تھی شکایتی
 رنگِ سدن نہ لاسی یہ نزاکت تیری
 جسکو کہی آوید وہیں امانت تیری
 ہاتھ چھوڑا تو مرا حشر میں حیرت تیری
 باتوں باتوں میں جاتی ہی لکنت تیری
 غیر کے ہاتھ میں دید و میل امانت تیری
 جان تن سے یہ نکلتی کبھی حسرت تیری
 کچھ شر میں نظر آتی ہی شرارت تیری
 قمر آگے ہے پلشت ہے حرمت تیری
 دل جو بڑی تو بھلتی ہی طبعیت تیری
 میری کونسی شکنتی ہی شرارت تیری

دو دلی کی گنجی ہی ہو یوں حسرت سے
 عکس آئینہ میں طرح نظر آتا ہے
 لاش ہی لاش نظر آئیگی اب قتل میں
 کیون فقرت میں بھی لطف ملین و صلیت کے
 آہ ہر دم کی نکلا کر خیر سے دیتی ہی
 دیکھتا ہوں جو میں آئینہ تو وہ کتنی
 دل کے جانیکا تجھے نزع میں دن ہر کا
 چاک ہوں گل کی گریبان تو دل غنچوں کے
 لہن تیری پہ بھی تکرار کی گرامی موسیٰ
 قبض کرتا ہے مری موح تو خود گریا رب
 شکر کر عیب سانی بھی نہ ہر تھا موسیٰ

تو ہوا کدیلین تو اک دلیں محبت تیری
 یوں مکر دلیں اور تر آئی ہی صورت تیری
 دیکھ اوٹھ جائی انکشت شہادت تیری
 دل وہ پہلو میں ہی میں ہی محنت تیری
 اب سمائی نہیں دلیں مکرست تیری
 خوش نہو مر کے بدن جالیگی صورت تیری
 جان دو نگاہ نہو مینا بابت تیری
 باغ میں جا کے باہر جو نکلت تیری
 باتیں کچھ اور بھی سنو ایسی لگنت تیری
 تیری ہی ہاتھ میں دو نگاہ بابت تیری
 بھولی بھولی تری باتیں میں لگنت تیری

بعد مردن کجی کس طرح نہ نکلیں مین پنہ	رگہیں طالب یدار کو حسرت تیری
جان سی ناتھ اوٹھا تانہ مین کیونکر ایدو	سانس لینی مین نکلتی تھی محبت تیری
جانکھی مین مری گ گ سی آتی ہی صدا	دیکھ چینی لی جاتی مین اناست تیری

غزل ۱۰۳	نظم مین دیہان تھا کیا اور ہو کیا ماہر	شعر
	اور کچھ بڑ گہی جلدی مین طبیعت تیری	

مانتی موسیٰ کیونکر لن ترانی آپکی	کچھ مجھ تھی تھی بان نیز بان آپکی
کیون نہ ساکت ہو کہ تصویر جانی آپکی	بند کردیتی ہی لب شیرین بانی آپکی
گر نہ کچھ جیتی نہ تو ناقد دانی آپکی	ہر اداسی ناز پرورد جوانی آپکی
حشر کرنے بھی ہی محروم ہم دیداری	سننتی تھی آنکھوں سے دیکھی ترانی آپکی
تو بھی پری مین مجھ کو بھی مین رنگ شباب	آگنی تصویر مین جیسی جوانی آپکی
درد دل سارا سسک آگیا بھائی کی جا	داغ چھلے کا جو تھان بن نشانی آپکی

پنج مین گردونکی خلق آئی اگر اچھی طرح
 دوی چیزین ہین ہین جہکازمانی مین نظیر
 کٹ گئی فرقت کی شب طویل لپکا آئین
 شور و خروش سُنکے ہوتا کس طرح محکوم و مجبور
 کونسا اضمات ہی آئینہ رکھنا ہاتھ سی
 آجک آنکھوں کی عام لگاتا اوسے
 یاد رکھئے دینے نسبت پسینہ اوسے
 دائمی قدرتی عام سب کہیں غارہ آؤ
 حسن کا جو بن ٹپک کر محکوم دیتا صدا
 اب زمین پر پاؤں چلنی مین میں کس طرح
 وقت تعلقین قبر مین بیان منہ کو موڑنا

کیون چنی جاتی روای آسمانی آپکی
 موسم گل باغ کا فضل جو انی آپکی
 دل فی کچھ باتین جو کچھ مجھ سی بانی آپکی
 کان مین سیر پڑی تھی کچھ کہانی آپکی
 آپکی صورت ندیکھی نو جوانی آپکی
 مین نے قرآن مین جو رکمدی تھی نشانی آپکی
 حسن کا جب عطر کھینچ گئی جوانی آپکی
 رنگ لگے گر زمانے مین جوانی آپکی
 روئیگی پیری کو میری نو جوانی آپکی
 شب کو منہ پر بھتی رو آسمانی آپکی
 مین یہ سمجھا کوئی کہتا ہی کہانی آپکی

<p>دل میں جب گھر ہو کسی لامکانی آپکی رو کیے حد سے گذرتی ہیں جوانی آپکی</p>	<p>کیسے یوں ہم بھی لائیں بل نہیں ہر آئین کجمن میں مردہ کی بھی جانیں لگی آواز پا</p>
<p>شعر ۲۱</p>	<p>غزل ۱۰۴</p>
<p>لہر پر سبز کی ماحر کی بھی ٹپتی تھی نظر کیوں چنی جائے اب پوشاکِ حانی آپکی</p>	<p>ہر ایک دانہ انگور آج ہے جائے جو سوزِ دل سی کر انقلاب ہے جائے ہر ایک عرضِ او کا خطاب ہے جائے جو رونما اثر انقلاب ہے جائے خدا کی شان ہی انگور آج ہے جائے بڑے ہاپاکاش مرا بھی ہو عکس آئینہ کہے تو کوئی وہ توڑیں دل پر زمان</p>
<p>خدا کی شان ہی شیشہ سر ہے جائے اولٹ پلٹ کی کلیجہ کیا ہے جائے مزا تو ہے کہ جھول جا ہے جائے ہر ایک آئینہ جلو کا آج ہے جائے ستارہ ٹوٹتی ہی آفتاب ہے جائے رنگے جو شیریں مئی خفا ہے جائے حضور آپکی بستی خراب ہے جائے</p>	

نگاہِ مست سے وہ دیکھتے ہیں ریا کو
 کوئی تو دیکھ کے محکوم گلی میں اونسے کہے
 سہارا پاکی اجا کا قبر میں بولا
 منوں ہی خاک گرانی کا وقت ہی ہے
 مجھے ملو لے سیدار بختِ خستہ رہی
 جھٹک جھٹک کے وہ کہیں کیوں جھنجھلائیں
 ہجومِ حشر میں کتنا ہوں سر جھکا کے میں
 پکارنے سے تمہارے نہ مر کے گر بولوں
 اسی بلانے سے بختا گیا میں جشر کے دن
 انہیں خبر کہ کیے چلے کتنے داناں
 لحد کی راہ میں رو تو ہیں مجھے لہجہ

عجب نہیں کہ جو پانی شراب ہو جائے
 جو کچھ نہیں تو گدا کو جواب ہو جائے
 ذرا تم کو سوال جواب ہو جائے
 جو رہ گیا ہو شر کیے تو اب ہو جائے
 کیسی آنکھ کا گر نیم خواب ہو جائے
 وہ خستہ خاک سی میری خراب ہو جائے
 کھڑا ہوا ہوں مرا جیسا اب ہو جائے
 خموش ہو کا کہیں کے جواب ہو جائے
 مرا حساب سب کا عذاب ہو جائے
 بنی وہ چال زمانہ خراب ہو جائے
 کہیں جواز نہ کہشنی آج ہو جائے

<p>نہ کھین دیکھنی والی بھی ای نہیں جلوہ کریم حجج شریفین شرم مانع ہے</p>	<p>کھلے یہ کس کس کا حجاب ہو جائے علیہ کہیں میرا حساب ہو جائے</p>
<p>غزل جو تیری لاش گھٹ گھٹا کر دین ماہر</p>	<p>آخر ہچکیوں کا کچھ جواب ہو جائے ۶۴</p>
<p>دشمنوں کا نہ تہہ خاک اگر دل بھرے جو ہو اکا شک و نہین کیا راہ کی مشکل بھرے مرتبہ عشق میں کیوں لگو نہ حاصل بھرے نا توانی ہی نکیوں راہ میں مشکل بھرے واہ بخت جو اپنا ہودہ قاتل بھرے طار قبلہ ناجب ہوں تو کیا دل بھرے دوست یا دشمن معشوق یہ بل بھرے</p>	<p>جادہ ایک ایک نفس سنیہ بل بھرے جیسے چشم زدن میں سر منزل بھرے جن جوشی میں تاری وہی عال بھرے گرد پاؤں سی جو لپٹی تو سلاسل بھرے جان بکلی جو بدن تو مراد بھرے جو سنان پر ہو غم خاک وہ بل بھرے یہ بگئی شمع تو پردا توں کچھ دل بھرے</p>

ہاں کیا طول مسافت سی جو سہل ٹھہرے
 پھر تو آنکھوں کی لگانی ہی کے قابل ٹھہرے
 میری صحرائیں بھلا قیس کا کیا دل ٹھہرے
 نہ بگولے ہوں نہ دیورہ منزل ٹھہرے
 ادنیٰ اور آئینہ سی رنج ہو شکل ٹھہرے
 چھوڑ کر ساتھ جگر کا نہ کہی دل ٹھہرے
 عنکبوت اک معن تو کیوں چنین مشکل ٹھہرے
 دی جگہ دلیں تو یوں غیر بچنے چاہئیں
 خس دریا ہی اگر ساتھ ندی عاشق کا
 دھوپ میں نہ نوزدیکو جو نکلی وحشی
 سالک مسلک ایجاد ہو مکرمی کی طرح

جب چلی چال تڑپ کر سر منزل ٹھہرے
 دان اگر کسی گردن کی حایل ٹھہرے
 جو بگولہ ہو وہ دیورہ منزل ٹھہرے
 کھڑکھڑا دوں کسی ٹیر کیو تو شکل ٹھہرے
 عکس گرہچ میں ٹرنکی نہ قابل ٹھہرے
 ٹھہری تو بکچو سہل ہی میں سہل ٹھہرے
 راہ باریک ہے ہوں باؤں تو کیا دل ٹھہرے
 جینسی سل ترمی آئینہ کی محفل ٹھہرے
 عین دھار میں سمجھ کر لب ساحل ٹھہرے
 کھو کھو چہر بگولے سر منزل ٹھہرے
 راہیں سہل سی نکالوں تو مزل ٹھہرے

دوست وہ کیا جو ہون کم دانہ بار و باری
 طائرِ قبلہ نام نہیں چس میرا
 طبع روشن سخی کیوں رونقِ صحت نہیں
 اڑ گیا معرکہ جب آپکے جانبازوں سے
 ساتھ ہوئے بگوں سہی کیوں قفسِ غریب
 راہ تو نوب کئی تظروءِ ماران کی طرح
 طائرِ قبلہ نامی سرسوزن ہو نہیں
 عشق نے مج کو بنایا ہے اک دیزہ گوش
 طبع روشن ہو تو ہو نرم تری وابستہ
 کوئی عشق میں آفت مری دلپر گزری
 نقشِ پاؤں سے ہوں کن مرا کو سچ مقام

اک سیل جلی کرتو نہ وہ دل ٹھہرے
 تیری ہی سمت نہ ہر پھر کے گل بٹھے
 شمع بجھ جائی تو برسم کی محفل ٹھہرے
 یوں اور کدک نہ پڑا نہ محفل ٹھہرے
 تا بکی منتظرِ ناتمہ محفل ٹھہرے
 ناک میں ملگئی بزمِ سمرنزل ٹھہرے
 خود تڑپنے لگوں گینہ میں دل ٹھہرے
 چین سے کہنیں بھینچیں تو میرا دل ٹھہرے
 شمع ادھڑ جائی تو محفل کی محفل ٹھہرے
 جسکی غم میں کہی آنسو دل ٹھہرے
 تھک کے رہاؤں جہاں پہنچاں ٹھہرے

رشتہ شمع سی کتاب ہے یہ شعلہ ہلکے
 آئی ہی جا میں پروانہ کی روح مجنون
 صورت لنگر ساعت ہوں قرار آ تو کیا
 سچ تو کہتی ہیں سولی پہ بھی نیند آتی ہے
 دفن صحرائیں اگر ہوں تب ہجران والے
 مثلِ قاتل ہو تم سوزنِ ستارین
 شمع کا ساتھ پیشہ کل میں یا داکہ عشق
 شعلہ شمع مچھلے ہو نہ کیوں پروانہ
 بیقرار سی سببتگی خاطر ہے
 برق کہتی ہی ضیا ابر کو دیکر مجھے
 جبکہ دن مثل کندہ سر دشمن سفین

کھینچیں دین دار چہیں لکڑی کیا دل ٹہرے
 شمع فانوس نیکوں صبا محل ٹہرے
 عضو بر کار ہوں جو مراد دل ٹہرے
 شمع پر سو پرانے تو کچھ دل ٹہرے
 بنض کی طرح نہ اک جادہ منزل ٹہرے
 کیوں چلو پال دہ جس نے مراد لٹھڑے
 جبے آئی نہ پروانہ محفل ٹہرے
 جان سولی پہ جو جس لکڑی کیا دل ٹہرے
 جب کہ کھل گئی کپڑے نکل دی دل ٹہرے
 آگ لگ جائے کلیجہ میں تو کچھ دل ٹہرے
 اک قدم گھر میں ہے اک منزل ٹہرے

ناتوان ہم گئی تیر کوئی ہین شاید
 جنبشیں ابرو کی غیر دیکھیں اون کی
 کوئی قاتل مین یہ آخر کو روارو دیکھی
 سچ ہے آنکھوں سے گری اشک تو بڑھوئی
 چشم عشاق کو تسکین نہ کیو نہ کرادبت
 تیر کی طرح ہوئی ہکو نہ تکلیف سفر
 سچ ہی آنکھوں نے دل زار کی لی جان آخر
 لاشیں وہ انکی فانوس مین یوں آئی ہر
 گھر کے چھٹنے کا نہ انسان کو غم ہو کیونکر
 شمع عکس رخ روشن نے دیکھائی جوش
 حسن باد مین حال سفر ہے اپنا

پھر ٹپٹی قافلی جب ہم میں منزل تھر
 ہم نہ تلوار لگان کی بھی قابل تھر
 پاؤں راہی مین سے سر منزل تھر
 قافلی لنگر جب چھوڑ کے منزل تھر
 عرق آجائی تو بیمار کا کچھ دل تھر
 جب جلی اپنی جگہ سی ہر منزل تھر
 رو میں جب تیر بیمار کا کیا ل تھر
 جیتانی کوٹ کا محفل تھر
 نکلی تھیر سی شریر تجھی نہ پھرل تھر
 جو آہر مینہ پر دانہ محفل تھر
 اوڑ کے پر دور گئی جب سفر منزل تھر

صاف کہ قلب تو ہر ضیق بھی و تجھ کو
 مجھ سے حسی کا خوارہ جو اٹھا صحرا میں
 کوئی ہمدرد اگر ہو تو سکون شاید
 ہٹاؤ لوں کی محبت کا طریقہ بھایا
 میں نہ تڑپوں تو نہ مائیں نہ تڑپے کوئی
 صفت دانہ تسلیم ہوں کیونکر ہوں
 کشتی بھر ہوں کیا ذکر روانی کامری
 جہلِ آخریہ ہوا جس دم مجنون سی
 غلبوت اک ہو تو میرے لیے سو اپن
 ہوں وہ شوریدہ سر بی اگر کا نون تک
 مجھ کو پھر درد کی باتوں کا مزاج

ایک آئینہ میں سو مرد محفل ٹہرے
 کا نہ ہا دینی کو گولی سنز بٹہرے
 روی پہلو میں کایہ تو مراد لٹہرے
 آغوشِ سی سی گر ہو نہ وہ لٹہرے
 چین ہر ایک کو آئے جو مراد لٹہرے
 چین اس ماتھے سی پاؤں تو مراد لٹہرے
 پاؤں منزل پہ چور کدو تو نہ منزل لٹہرے
 محمولوں میں نہ کہیں صاحب محل لٹہرے
 جسطر جاؤں ہی جادہ منزل لٹہرے
 شورِ مشتر مجھے آواز سلاسل لٹہرے
 منہ میں دم کچھ زبان نکلی اگر دل لٹہرے

<p>صرصر عادی مانند ہوں پوچھوں کیونکر غلبہ کب اک ہوں سا فرمے راہوں کا وہ پوچھ جذب باطن ہی کائنات اثر آئے گا واہ کیا خوب ہو ختم سفر مثل تگرگ</p>	<p>جب چلون اپنی جگہ چھوڑ کے منزل کھر جب آئے نہ جادی ہونہ منزل کھر اپنی ہی دل پر رکھیں ہاتھ تو این ل کھر ہمیں اتنی زبردست جب ہر منزل کھر</p>
<p>غزل ۱۰۹</p>	<p>دیکھتی جا میں وہ چال اپنی نیکو نکر ماہر پاؤں پڑ جائی مری دلہ تو شکل کھر</p>
<p>داغوں سیل کی عیش جانی بد لگئی آنکھوں سی شک بوش غم میں نکلائے</p>	<p>گھر میں چراغ شام کے ہوتی ہی جلگئی دریا جو بڑ گیا تو کنوئیں بھی ابل گئے</p>
<p>غزل ۱۱۰</p>	<p>جب کہ وہ داغ دل کا تصور ہوا ہمیں گھر سے چراغ ایک ہو امیں نکلائے</p>
<p>جب آئی نزع میں ہچکی سو مزار چلے</p>	<p>اخیر وقت بھی ہم دوست کو پکار چلے</p>

نہ پوچھم کچھ کہد ہر راہی مزار چلے
 گلی سے یاد کی یہ لکے بانٹار چلے
 گشتہ کے بوجہ سی کیا کیا نہ شمسار چلے
 فنا ہوا میری آہوں کیون تنِ خاکی
 نہ منہ دیکھ نیسے کے قابل ہی جو عیساں
 عدم کے جادے پہ یوں تابلدردانہ مین
 نہ بوجھ ڈالتی مرکز بھی دستوں پہ
 ردِ فنا میں کئی تہی جو ہر قدم پہ گناہ
 اسی حجاب وندامت سی گر گئے مڑے
 جنوں نے سر پہ چڑھایا تھاراہِ ہستی میں
 اپنی غدیر میں جب ساغر شراب دلا

اوی طر فکو چلے یہ بدر کو چار چلے
 صدانہ آئی فقیر آج بھی پکار چلے
 تھکے تو چار کے کا نہ نہو بیچم ارے چلے
 ہوا کے زور میں جس کی کسی غبار چلے
 کفن سی منہ کو چپا کر گناہگار چلے
 کہ جیسے راہ کو ی طفل فی سوار چلے
 تھکے یزید میں اعضا کہ ہم سوار چلے
 قلم کی طرح جہاں سیاہ کار چلے
 ہمارے پاؤں تھے کیا جو لکی چار چلے
 وہی عزیز لحد میں مہین اوتا چلے
 مفاہمی خیر ہو یہ لکے بادہ خوار چلے

غزل ۱۰۸	مثال روانہ پاکشت دہرین ماہر	شعر ۱۵
	برآب سیا کی طرح چرخ کجھار پہلے	
فلک نہ عیش نہ شہ شباب باقی ہی	اس انقلاب کا بس انقلاب باقی ہی	
بگر میں داغ ہیں وقت شباب باقی ہی	نظور شام ہی در آفتاب باقی ہی	
ہمیں میر جو عیش شباب باقی ہی	تہ فلک جی ہی انقلاب باقی ہی	
کھلے بندھے کا ہمیشہ عدا باقی ہی	سیہ بلا ہی کوئی خضاب باقی ہی	
قناہل شک چشم پر آب باقی ہی	غضب ہے خفا کے دریا حباب باقی ہی	
وجود بحر حباب ہی بقدر تاب ان	ہم سے یہ جو کوئی دم حباب باقی ہی	
کھلے بندھے فلک کی ن سدا خضاب	بشر کے دلیں خیال شباب باقی ہی	
سہ آبرو کی طلب کر تو کہ ہنر حاصل	بقایٰی بُو ہے تو قدر گلاب باقی ہی	
کسو یہ چرخ سی کچھ بولدی خضاب مرا	یہ رنگت کے تو نشان شباب باقی ہی	

<p>ذہ فیض یارِ یگا اس خاکداسی و غافل بند ہیگارنگنا چھی طرح سی پیری کا نہ تن کچھ ہر اک بار حسن کو غافل فناک کی دور میں طفلی تو گنگنی رو کر شکستہ دل ہوں محیط ہا نہیں سے</p>	<p>نہراب پر تجھے امید آب باقی ہے کھلا ہو ابھی جو اپنا خضایا قی ہے یہ آب و تاب ان شباب باقی ہے ایاب شید و فاب شباب باقی ہے خدا کی شان ہی ٹا حباب باقی ہے</p>
<p>غزل ۱۰۹ انزل</p>	<p>مین لیکے نکل کٹہر کیا کرو ماہر جوان مین خاک در بو ترایا قی ہے</p>
<p>کس طرح جان آئے بدن مین نظر کبھی حسرت ہی دو دہل بھی ہو چکر کبھی ہو تپے سنگ مین بھی مرض کا اثر کبھی بڑے گھٹین نزد مین کیا چر بگر کبھی</p>	<p>لیلی نکالتی نہیں محل سی سر کبھی گھٹکر نے فلاک ہی گل نیلو فر کبھی چینخی آہی سبابہ ہی چر اسی جو سر کبھی ہٹتی نہیں ہی خب مین چھی سپر کبھی</p>

کیونکر تہہ مشرہ نہ تھیں لختِ دل سر	دم راہر و بھی لیتی ہیں زیرِ شجر کہی
نامی خراشِ غم سی نگین کی طرح ہو غمین	گنہام ہوں جو نحو ہوں زخمِ جگر کہی
نمایان کیا قناب قیامتِ کشتِ زمین	پھنیکا تار میں فی منہ داغِ جگر کہی
سیلی ہوا کی پڑتی ہی گلزارِ دہرین	نوبی نکالتی ہی جو غنچہ سی سر کہی
سب بھول جائیں وسعتِ صحرِ کاشغر کو	دکھلا دون گرین گریں زخمِ جگر کہی
با آبرو کو دلکی جراحت نکیون ہنور	بھرتا نہیں گہر کا بھی زخمِ جگر کہی
غنچے چمک چمک کے یہ کہتے ہیں باغین	نستمن بند ہو جو ہوا تہنِ زمین کہی
انسان کو کیون نہ ہجر وطن کے کمال ہوں	ترپا ہے خود شر رہی جو تار گھر کہی
بیگانہ خود سی ہی یہ پس مرگ ہو گئی	ہم تک نہ آئی مر کے ہماری خبر کہی

عبداللہ	باہر وہی جان میں ہی اللہ کا فقیر
	دیکھانہ غیر دست دعا بنے در کہی

سید بال جی بن شبر کے دل جاتے	فلک سی برت جو گرتی نال جل جاتے
ہماری آہ کے جھونکا گہی جو چل جاتے	چمن سے بو کی طرح باغبان نکل جاتے
تہمتیغ پہ ہر طرح چال چل جاتے	قدم کی راہ پانی تو سر بھل جاتے
نہ خونِ دلی غذا آنسوؤں کو دی افسوس	جو پرورش کوئی کرتا یتیم پل جاتے
کلاب شک سی درد دل جھٹکتے	دو امر بھن جو پاتے تو کچھ نہ بھل جاتے
کسی شید بک غم جہا نہیں تھی ہمزنگ	خاک کے حال یہ ہم کیونہ ہاتھ جاتے

غزل	عصانہ ہاتھ جو پیرون کا تاتا ماہر
	دو دو پہر تھے کہ سو بار دن میں ڈل جاتے

حرارت سوز غم آنسوؤں نہیں آنکا رہا ہے	عجب مہن مہن ای دل جبکا ہر اتر شہر آرا ہے
ترقی بخش دریا اس قدر رونما ہمارا ہے	چراغ چشم ہا ہی جو ہی وہ گرد و نکا تارا ہے
دل سوزان جو نکلا ہی آنسو وہ شہر آرا ہے	عجب آتش ہون جیسے کب قطرہ بھی پارا ہے

عجب کیا نظر ابل جو مہر پر گوارا ہے
 پس مردن دلا گرتی محنت آشکارا ہے
 عجب کیا ضعف بین کی چالوں نے جو مارا ہے
 پڑھی ہوئی سیفی مین جسہ نام کی تیری
 آئی خنکان خاک کی یہ نیند کیسی تھی
 پڑی ہوئی کونسی افتاد یا رطل شبنم پر
 نہ کیونہ سی دم رک کے آنے مجھ سے کا
 یہ طیفانی بحر اشک غم کا ہی مری عالم
 اگر تو داخواہ جو دشمن ہی تو ساکت ہ
 کبھی مردہ کبھی زہر اول بزم میں اونکے
 وہ ناخن اونکی ہن جیسی کہ نقش انگشت

زمین پلٹی ہی میری قبر مجھ کو کاہ وارا ہے
 کہ بیمار تیرے قوت کا اک یہ ہی حرارا ہے
 یہ ہے دوران سر کو جس کو شمعیں ستارا ہے
 مری سے سراو چکر تیغ فی دشمن کو مارا ہے
 اوٹھیں مین تیرے شوبہ قیامت نے پکارا ہے
 شعاع مہر شیر سحر سی جس کو ہارا ہے
 گرہ تار نفس کی سوز دل کا ہر شرارا ہے
 کنارہ جس جگہ کل تہا و ان پر آج دھارا ہے
 ستم چرچے پا جو وہی سکو پکارا ہے
 غضب کی وہ نگہ ہی اور قیامت کا اشارا ہے
 خطا زیر نگین طرح بالکل آشکارا ہے

نہ کیوں نبجائیں گے مگر ہم باتیں نپنی نالی ہی	زمانہ آتش سوزان غم کا دل ہمارا ہے
وہ ساعت کون تھی جہین اطالبت تھے بھلو	دم آخر ہی گنگر کی صداؤں پکارا ہے
یوہین مہربیب بینے دیہ عزیزات عیان جز	نگمہ کو غیر ممکن جسی آنکھوں کا نظار ہے

غزل ۱۱۲	جدا کیونکر دل سی ہون غم کو امی مہر شیر اس گ کا جو ہی مری آنکھوں کا تارا
---------	--

بیجان کہیں گے عشق میں اشک ان نہ	لوٹیکار ہنزون کی طرح کاروان مجھے
شکوہ نہیں جو ساتھ نہ لیں زوگان مجھے	اک بار بڑھ کے دیکھ تو لی کاروان مجھے
رکھیں گی پھر کہیں کا نہ تاب تو ان مجھے	اب بھی پکارے جس کاروان مجھے
مر جاؤں گا غم زہی سوز نہاں مجھے	ای چراغ چھیر دمری لکا دھوان مجھے
کیونکر فروغ پاکے نہ جھٹا مثال شمع	ناساز تھی کمال ہوا جہان مجھے
سکھ نہیں کہ زسیت میں اہل عدم میں	میں خج دہونے نشان تو ملی کچھ نشان مجھے

دو پھول لکے قبر پر نہ رکھے نہ ایک نے

کیون چھاؤنی غبار نہ چھائے غرار پر

بدگوئیوں فی خلق کی مجروح کر دیا

چندے میں اس طرح کیا خاک اسی فلک

دلدادہ ہوں میں خنجر ابروئی یار کا

کم اس سے توک جھوٹے نہیں میری کی

پنکھے تو لگ چکے ہیں کلیں جو نہیں خلق کے

کہتی ہی چشم ترین و قمارہ طلسم ہوں

ای باد پائے عمر روان جانتا ہوں نہیں

ہنگام یاد موت جو کرتا ہوں میں نظر

آیا نظر چراغ تو بس گلستان مجھے

دنیا میں تھا خیال بنائی مکان مجھے

گویا زبان لب موسیٰ تیرو مکان مجھے

ملتی نہیں لحد میں مرا ستخوان مجھے

انگڑائی ان لیلی دکھائی کہاں مجھے

طعنے سے جہاں بدین پستان مجھے

اب داغ و دان کھائی گئی کیا گریباں مجھے

استادہ ہو دیکھیں گے آبرو مجھے

دیکھلا سگی زمین ترخی خیابان مجھے

ملتا نہیں زانچیں میرا نشان مجھے

ماہر نہ تیر ظلم فلک کا ہدف نہ ہوں

غزل ۱۱۳	سید جانباری ہی کجی کمان مجھے	شعر
<p>دامن میں تھیں اشک کیونکر مرنے والے باعث ہیں بانیہیں نفس میری بقا کے سرخ آندھیاں سمجھا وی بیدار دس دامان شفق کون کونہ دھونہ نہ فلک تو تکلیف عدم جانیکی جب کہ تی ہی پیری کس طرح تھی دم جسد نہ ار میں اپنے بیدار دجہان رنگ شفق کا اویسی سمجھ</p>	<p>منزل اپو تر تا ہے یوہن قافلہ آ کے وہ شمع ہوں شبنم جو دہی امن سی ہوا کے اٹھے جو گبولے کہ غیاک شہدا کے چھوٹینگے نہ دیکھے کہ خوں شہدا کے کس عجز سے کرتا ہوں نہیں کوہلا کے اوجھا ہے کہسی خار ہی امن سے ہوا کے چھپے جو فلک تک گئی خون شہدا کے</p>	
غزل ۱۱۴	امید وفا جسے پس مرگ تھی ماہر	شعر ۴
	بیٹھے ہیں وہی فاتحہ سے ہاتھ اوٹھا کے	
آتش قدم ہوں قید عجب کا مقام ہے	زنجیر اشک رنجتہ موم خام ہے	

ہم لاغر و کئی دفن میں کیوں اہتمام ہی
 میخانے میں وفا کا طریقہ جو عام ہی
 ہر بار ادب سی پاؤں کا سر پر مقام ہی
 فاتحہ کشوں کی قید میں کیوں اہتمام ہی
 ایک ایک دم میں عمر شہر کی تمام ہی
 اوس گس مہن میں اپن جنو کا مقام ہی
 بدنام وہ ہین و وون سیل عام ہی
 نہ پھر جفا ہے اور نہ وفا کا مقام ہی
 پیری میں وون کو نسی عضو بد کو بین
 کی جی جوشیون نے زد کو پائون سی
 بوادسی ہی جب پہنیر کھلا یہ راز

لوگوں کی ایک خاک کی چٹکی کا کام ہے
 شیشی کے انقلاب کسی دشن میں عام ہے
 کساں غزال کی مہرون میں نام ہے
 دانہ تو خود نہیں کرہ ماروام ہے
 آنفیس کی ہی اہل کا پیام ہے
 ایک اک سیم غزال جہان موغام ہے
 تلوار کا ٹپی ہی سپاہی کا نام ہے
 بعد اپنی وین عشق کا قصہ عام ہے
 دل مر چکا ہے آنکھ کا لبرزیام ہے
 صحرا تمام تختہ قرطاس خام ہے
 جلنی سی نچتہ کار ہی دل موغام ہے

بیوجہ یہ زبا کئی ہنسی نہیں حضور
 اندر تہی بے تب مری داک کی وحشیو
 مجھ دل جلے کی قبر کی جا کا ہی یہ پتا
 کہتا ہوں لگو ڈھونڈ کے ہاتھوں میں ^{نصرتیں}
 پروانوں کی لاش سہی کتا ہی پائے شمع
 حسنِ تاج کا خانہ عالم ہی طلسم
 پہلو کپڑے ہجر میں تڑپوں کس طرح
 خورشید کی طرح ہم تن میں غم ہوں
 رونق کا بھی گز نہیں تابوت تک سر
 آضر شباب ہو تو گلیں کوئی استخوان
 اوترا ہوں ہاں میں قافلہ الکوچ چور کے

دیکھیے جواب شمع لگن کا کام ہے
 کالے ہرن ہیں سائے تن تیرے نام سے
 بی آگ اگر جہان پہ جلے وہ مقام ہے
 پروردگار کو نسا دل کا مقام ہے
 سر چڑھکے جو مریا وہی کا مقام ہے
 ہی دو چشم مست سحر نہ شام ہے
 ایدوست گئے ہوئے دل کا مقام ہے
 سائے میں میر خلو کو شکل قیام ہے
 لاشے چہ سر توں کا غضب دہام ہے
 پچھلی میر کو شمع لگن ہی تام ہے
 کو سون ہی بستیوں ہی لگ جوام ہے

کس کس حجاب میں نظر آیا جمال دست
 بلبلانہ زبان عاشقش ات کرین
 کاٹوان تڑپ کے پیکر نہیں خشتِ براق
 طالب ہے نام کا تو گوارا اگر انقلاب
 نازک لبون کی لب بھی لٹتی ہیں پیاری
 کہاں ہوئے ہر دم جو حسینو چہ حسن بھی
 مقتل میں آج دیکھی کسا گلا کٹے
 عاشق میں کچھ نہ کچھ صفت حسن ضرور
 مستون کی فرق پری ہی تک کلاہ سر
 پونچھو مسافر زنی کچھ بود و باش کو
 کرتے ہیں مہکودہ سجودہ تین چڑی

کیا حسن حجاب میں دیدار عام ہے
 ارشاد ناز کا ہے ادا کا پیام ہے
 منہ کو خواب سے لیے حرام ہے
 اولٹا لکھا ہوا جو مرد نہیں نام ہے
 دلچسپ درمیری ٹہنی کا جام ہے
 لالہ زخون کا خط سید بن فرام ہے
 اولٹے آئینہ میں چہری نی پیام ہے
 بوجھ کی ہوند ہی مری ٹہنی کا جام ہے
 جب تک خطا میں شیشہ چام ہے
 غبت کی چہاؤنی ہی جہان مقام ہے
 لوگوں کا ٹھٹھہ لگا ہی تماشا عام ہے

عشاق کو یہ شرع مجتہدین حکم ہے
 منزل سی اور بڑھ کے کہیں قافلے کے لوگ
 آنکھوں میں آنکلی ہی اتنی کے واسطے
 شبنم کی سی تنگنا زردہ شمع سی
 یہ سخت جان ہو گئی ہیں اتفاق سی
 مفلس ہر اک سی بیچ فقط کیونہ مولے
 پروانوں سی جیاتی ہی جانی کی کچھ صلا
 طلی کی رہ دراز عدم ہنی بجا مرگ
 اتنا تو احوال ہو عاشق کی قلب کو
 رگ رگ میں جالتی ہیں نوب ہا ہا دل
 کس سی پکاری گاہ کس سی جواب دہ

گردن پہ ہو چھری تو تڑپنا حرام ہے
 کوٹنکا جو تھکا ہی یہ ادسا مقام ہے
 سیری قضا میں ایک اکا بھی کام ہے
 سب تھے ہیں مگر مری و نیر کا نام ہے
 مرنے کا عاشقونہ عبت اہتمام ہے
 خردن پاس کوئی درم ہر نہ دام ہے
 کہتا ہے جبک شمع کا شعلہ سلام ہے
 میت میں اتنی جان عجب کا مقام ہے
 ٹھہرے وہاں ہاتھ جو دل کا مقام ہے
 میری لحد پہ کون یہ محو خرام ہے
 دل کا میری لٹی ہوئی بستی نہام ہے

سینہ پہ میری ہاتھ بھی رکھا کتنی یون
آیا وہاں نہ ہاتھ جو دل کا مقام ہے

غزل ۱۱۸

ماہر تون کے سن کی نیا بھی ہی طلسم

شعر

ہی دو در چشم مست سحر ہے نہ شام ہی

کعبہ میں کون ہی جاتا کمان خیر تو ہی
جسٹن جاکھن اعطا وہ رہ دیر تو ہی
ہن جباب لجن دید تو ہی سیر تو ہی
راز دل کتنی ہو پیاری کچھ خیر تو ہی
مین نی گھر کے کما وہ جوا چاکائے
ہنے تو آ کے یان کچھ بھی نہ دیکھا عطا

خود ہی کو جوا جو وہاں تو پھر سیر تو ہی
برہن شیخ ادھر آج کمان خیر تو ہی
ٹوٹے دیکھتے ہوں تین کچھ خیر تو ہی
نہ سہی غیر کوئی حال مرا غیر تو ہی
نہ بگاڑے آئے ہو کہ ہر خیر تو ہی
گھر میں اسد کی بی سیر ایک سیر تو ہی

غزل ۱۱۹

غل ہو اعظا نے کیا گھر کو خدا بھی خراب

شعر

دل جو ماہر کا شکستہ ہو تو پھر سیر تو ہی

ایک ہون کر بلبل گل عشق کو اعجاز کس طرح کندن یہ بین عشاق و صد بار نالہ بلبل بھی الفت نے بکھا ہے جواب آفرین ای زور بار و مر جاذب عشق ہم صیغہ دیوی غنچہ کی طرح چاہا جب	لاکھ کلیمان چمکین آواز پر پرواز دی تھی کوئی صد ہی تری آواز دی صد گل فی شکست کی آواز لے لاؤ راگن قفس زور پر پرواز سوس توڑ دین اک زور پر پرواز
غزل کون یہ ماہر کیلے و نسج پھر پرتے عذبت ایک بت پر ہی تم چلتے اسی انداز	شعر
نقا کا اپنے جبانو کو ہوش آتا ہے مجھ کو فصل بہاری میں ش آتا ہے رواروی چغا غلابہ گوش آتا ہے شب فراق میں مساز اک ہی ہیبت	بنمازہ موج کا جب دوش آتا ہے لو کو زنگلستان کے جوش آتا ہے جباب بحر میں خانہ بدوش آتا ہے کے غشی سی زخمت ہو ش آتا ہے

اد غشی تو کر شمعون ہو ش آتا ہی	اونین کو ایک نین غدر جہک آئین
غشی ہی نین جاتی کہ ہوش آتا ہی	شعبہ راق میں رکھتا ہی کب فلک تنہا
غشی سی مج کو اوٹھانیکو ہوش آتا ہی	نین ہی کوئی جو فرقت میں پوچھنی والا
کچھ آنکھیں کھلتی ہیں جوت وقت ہوش آتا ہی	غشی کے بعد نہ انسان کو یوں یاد اسل

غزل	نہ بیسی کی ہو حالت نہ ہو یہ ای ماہر
	ترغشی کی خبر سنکے ہوش آتا ہے

ذکرِ دہریم مست بار اگر دم بھر چلے	صفتِ مستوں کی صنفِ نریم میں ساغر چلے
قبر میں ہم آراں دلو ویران کر چلے	شب ہوئی اجاب و سُکرانی پنی گھر چلے
اتحاد و اقصیٰ عیشی کا دم بھر چلے	ذکر تیرا دم تیری بان سی کر چلے
نزع میں مجھے مرگان کا تھوکر چلے	وقتِ آخر اک رگ جان پر کئی نشتر چلے
ساقیا خود او کی مستی کا بیان کہ طرح	آنکھ کی گردش ہی جی کی نریم میں ساغر چلے

جانِ نبی کا مزا بھی اس سوچو بچو قاتلو	جسکی گردن پر تمہاری ناز کا خنجر چلے
جو بتوں کی عشق مرگان میں ہو صحرانورد	پاؤں میں کانٹی در آفرق پھر چلے
جادہ شمشیر قاتل ہے وہ راہِ خود نکاح	ہاتھوں ہی جس راہ میں پاؤں آگے چلے
گرتے فرقتیں میں اپنا ترپنا کچھ لکھوں	کھلک کی بنیڈیں کھینک اک گن سطر چلے
کم نہیں رہی بھی کچھ سختی سی اُن جو کی	جب فلک کا دل سپجا خلق پھر چلے

غزل ۱۱۹	بھٹک کے چل ماحر ہر اک سی گہزار دہریں
	کھائی ہے ٹھوکر اوٹھوں نے جو ڈٹا کر سر چلے

ہوشِ آفات سی دنیا کی نہ خود مر رہے	موج چاک تو جواب اک سمندر میں ہے
صرص جنمیں تھئی ہتھریں تو نگر میں ہے	کانہیں کوئی نہ پہونکے فیلو سر میں ہے
طرفہ اعجاز ہو دوران اگر سر میں ہے	سفر میں ہی پاؤں مرا گھر میں ہے
کیون ترقی نہ صدا حرص تو نگر میں ہے	اور عبادی ہو اونچی جو ہوا میں ہے

آبرودار و فی صحبت بقا کا ہے
 مستحق جان تو سائل سرگرداں کو
 گئے غم سے پھر این صدمہ دینے
 مین دیوں گے کہ جانیکا نئے نام کہی
 شیب میں حال جوانی کا تہہ بالا ہو
 جلکے غم سے یہ گرنمیں جدا دیتی ہیں
 آکے منہ تک چل پٹجی کہی ساغرے
 حسن و سعت کو اگر چھوڑے تنگی چاہے
 تھامیں وہ تشنہ دید ارقسم ساقی کی
 یوں مقرر فرج دل پنا پڑا رہتا ہے
 بوئی غیر آئی او نہیں قمر ہوا تھا ٹھنکے

لیون رشتہ کی جگہ ہرل کو ہرین ہے
 آسیہ جو بھر پیٹ تو جگر مین ہے
 پست یوں ہوتے ہیں جنکی ہوا سترین ہے
 آپ کے جسم کی بوس کے جو بستر مین ہے
 پاؤں چلنی جمی رہ جائیں تکان سترین ہے
 آگ لیں جو لگے پھر ہوا ستر مین ہے
 جان تو نکلی کھنچے یوں کہ نہ پکیر مین ہے
 ساری گلشن کی شمیم ایک گل تر مین ہے
 سونہری ہو جا جو ہی ہر مسافر مین ہے
 بھول لپٹا ہوا جیسے کوئی بستر مین ہے
 چھپ کے پھونچیں اداں جی بستر مین ہے

شاق ہوتا ہی حسینو کو بھی باہم کا فراق
 ہم لاک کے نکا ہوں زمانہ کی گری
 صفت جیب سحر چاک کرین جشی عشق
 نامہ بردھوپ کی ہی راہ میں کلیمت
 آکے موجوں فی جاہو نکو طمانچہ مارا
 حال لکھون جو تپ سحر کی مین حدت کا
 عقل سی رنج زمانہ میں پونچتی ہن سدا
 میں تو کیا منہ کو اٹھائیں نہ کہیں تیکے بھی
 اونکی نوئے داخصین کیا کیا نہ کمانڈ ہونڈ
 اذین لے لے کر اترتے پروائے جلیں
 اہل جوہر تو بھی اپنی جگہ بنتی ہن

رنگ وڑی گرتو نہ گت ہی گل ترین
 وہی اچھے رہے جو مجمع شرمین ہے
 ہاتھ انکا ہی اگر دامن شرمین ہے
 تو اگر سایہ شہال کبوتر میں ہے
 اونکا انجام یہ ہے جنکی ہوا میں ہے
 حرکت نبض کی ایک اک گسٹر میں ہے
 گر نہ ہوش تو کیوں درد مر میں ہے
 بوتری بس کہی گری مرے بستر میں ہے
 اتفاقات نہی شکو جو مر گھر میں ہے
 جس سی پیدا ہونہیں وہ حرکت سر میں ہے
 قلعی کھلجائی نہ آئینہ اگر گھر میں ہے

عروج و ہر آئینہ ہی کم ہین اونے	جتنے ارمان دل پر وسکنہ ہیں
پاس الو نہ تو وہاں اور تم ہوتے ہین	ملگے دل و زمین چھو لو کی جو بستر ہیں

غزل ۲۰	دل کی توصیف کی حاجت نہ کہی ہو ماحر آنہ ایک اگر دست سکندر میں ہے
--------	--

حاصل کس طرح نور و جوبیکر میں ہے	تن انسان میں دم نہ ہو ہوا سر میں ہے
کیون ملالت میں قنوت ہو جو بیکر میں ہے	آب گھٹا ہے مٹی کے جو ساغر میں ہے
آبرو جس نے گزشت ہی مقدر میں ہے	دُروہ غلامان بندین گزشت میں ہے
مر کے بہت نہ کیوں دوسرے بیکر میں ہے	روح نکلی تھی شیشو کی جو ساغر میں ہے
زخم کو نہ کر نہ ہر اک پیکر جو ہر میں ہے	زنگ کھجائے لہو کرتے خنجر میں ہے
لشٹنہ حسن ہو تو صحبت دلبر میں ہے	آب پر بند نہ پانی ہونہ گوہر میں ہے
نام باقی رہا ماضی جو یہ گھر میں ہے	آئے آب بقا حق سکندر میں ہے

تو اگر باغ میں رونو کی کہی بر میں ہے
 سب سے جھاکے تو کیا ہوش مگر سر میں ہے
 دل کو حسرت اہی وہ دیدہ دلبر میں ہے
 نیند بھی نشہ ہو کر دین دلبر میں ہے
 دل تیا بین کیا عیش تھیں ای گردون
 عہدِ ولت میں ہوں گے میں اس غلطان
 صفتِ رشتہ تبیح جوتی حسرت دید
 کون غصاں سی بڑے مہیون شفیق
 کون سے تھے وہ سین جو ہو ہوسر تجھے
 چھوٹ نکلی تر یی اب بھی بوسے کے لئے
 آبرو جس سی ملی زخم بھی وہ اچھا ہے

بو ہوا میں تو ہوا بوئی گل ترین ہے
 بادہ کس طرح سی دلٹی ہوئی ساغر میں ہے
 میند سا ہونہ حیل ورنہ اوس میں ہے
 یادہ س وہ چاوس چشم ساغر میں ہے
 بادہ کس طرح سی ہلتی ہوئی ساغر میں ہے
 کہ ٹرنے کی نہ حسرت دل گوہر میں ہے
 ایک ہی وقت میں عاشق تر سہی گھر میں ہے
 عرق ہونے پہ بھی لبجوئی گوہر میں ہے
 بچول ہی باغ کے دیکر ترے بستر میں ہے
 گر نشان منگی لبون کا لب ساغر میں ہے
 کیون نہ مے کی جگہ کچھ دل گوہر میں ہے

صاف دل تو سنی کی آتی ہی گزرتی تھیں
 شبِ وصلت ہی گئی تیر گئی شامِ فراق
 زنگِ دُڑے صفتِ مورچہ جو ہر ترپین
 دم میں ہو جا فنا میری طرحی وہ ہی
 حق تو یہ ہی کہ اب یونو کی تقصیر نہیں
 خاک بھی کھینچتی ہے خاک کو اپنی ساقی
 نام سے دل کے کنارے جو پڑا رہتا ہے
 کھو کر دیکھ سکی منہ نہ نسیمِ سحری
 چلیاں جھکتی ہیں یونو کی آنکھیں
 دشمنو کی تنِ نازک میں نشانِ پڑھیں
 دو دلوں میں جو ترا حسنِ جدائی ڈالے

جان یونو بھی کسی سے ساغر میں ہے
 چاندنی پھیل کے کیون اب مر گھڑیں
 جانِ سہل کی جو دم بھرتے خنجر میں ہے
 بو تر تھی تھسی جدا ہو کے جوتستر میں ہے
 دل بھی تپھر ہو یہ یاد سکندر میں ہے
 تہ نشین در دیکھو مگر مری ساغر میں ہے
 کہیں دل کے وہ گل بھی بستر میں ہے
 آپ اس طرح سی لپٹی ہوئی چادر میں ہے
 عکسِ جن طرح سترست کا ساغر میں ہے
 حکم ہے پھول نہ کوئی مری بستر میں ہے
 بو ہوا میں ہو ابوی گل تر میں ہے

او کا خط دیکھی یہ قاصد کو دعا دی تین
 آئی غنچوں کی ٹکپنی سی صدا نغموں کی
 اور غنچ اور نکو زمانہ کی دکھائی کو کیا
 نہ یہ غل ہو نہ یہ غوغا ہو نہ یہ فریادین
 غم دی جتنا مجھے گرد و نکو بھی و تنا پونچھ
 رکھے آنکھوں میں اشار و نکا وہ کرنا بھی
 وہ لے بیٹھے ہوں جبکہ لہو گھر میں قہنجی
 وہی آشوب جہان تھے وہی تھے فتنہ
 دم پر وازیہ کہتا ہے ٹرپا سایہ
 آپ کا نہ حسرت اگر کھینچی آنکھیں چھوڑ
 ڈھلے پاس لگے وہ ایک ایسا بھوکا

تو سدا سیہ شبہاں کبوتر میں ہے
 روح نلیل کی جو بوجھ گُل تر میں ہے
 مژد تو آنکھوں میں برسوں دل مضطرب ہے
 اک ترا ہاتھ نہ گردا من محشر میں ہے
 عکس داغوں کا مری گری دل خستہ میں ہے
 نام بچپن ہوا جب دل مضطرب میں ہے
 نامہ پہلی سی وہ منقار کبوتر میں ہے
 اپنے جو یا مری ہمراہ جو محشر میں ہے
 ہو ہی حال اگر یاد کبوتر میں ہے
 بوکا اولٹا ہوا دم بھی گُل تر میں ہے
 دور زانو سی جو تکیے ترے ستر میں ہے

کچھ کا کچھ ہو گیا ہنگام حسابِ شاق
 رنج ہر شے میں اثر اپنا دکھا دیتا ہے
 قید وہ شے ہی کہ انسان تو کیا پانی بھی
 کہیں مصنوع کی صانع سی جی ہیتی ہیں عیون
 ڈھونڈھتی اگلو کس طرح ہم اوس کثرت میں
 آپکی بونہ بسی رات کے سونے سے اگر
 دلو اس واسطے روکے ہے صفائے باطن
 قید و آزاد تھے ہم گمت غنچہ کی طرح
 جو ہر روح جہان ہوں تو جگہ کو دیکھیں
 چلکے دیتی ہی بلندی پہ ہوائی پیدا
 عیند آنکھوں کو تری ٹی صوٹھتی عالم میں

کس سی باتیں تجھ میں کہ ہر مجمعِ مختصر میں ہے
 صدمہ کھینچے تو تشبیحِ رگِ سطر میں ہے
 بال بھر پائے گلہ گر تو نہ ساغر میں ہے
 آئنے پر دین کیون عہد سکند میں ہے
 آپ کھوئے ہوئے ہم مجمعِ شہر میں ہے
 چین سی چین لپٹے ہوئے بستر میں ہے
 آئنے کی نہ جگہ قلب سکندر میں ہے
 آپ ہی کہی کہ باہر ہے یا گھر میں ہے
 پھیل کر آب نہ کیوں اب تر خنجر میں ہے
 سر ترقاب جائے جو دنیا کی ہوا سر میں ہے
 چاند سا منہ تراستور جو چادر میں ہے

ایک نئے حق میں ہماری کیا کلمہ خیر
 دیکھ بھال و سکی ہمیشہ کی تو کیہتی ہو
 مثل فانوس ہی گھر روشنی شمع ہر جود
 فسر از آپ نے یوں بکھو کیا جلو
 کام و سکا بھی تو ہی جنش ابرو سوام
 کس طرح بعد قضا حال وہ یکھے اپنا
 آئینہ لیکے گئے تو کیا کیا احسان
 پاس خاطر ہے نزاکت کا تری شبنم کو
 بوبرہ نہ نکال آئی تھی بدنکی اونکے
 آئینہ سامنے رکھ کر بھی کھلا کچنہ مہتین
 مجلس قبر میں تنہا لیے جاتی ہی اہل

سب کا منہ دیکھتے ہم مجمع محشر میں ہے
 آئینہ قبر میں بھی دست سکنہ رہیں ہے
 کیا کہنوں کی وہ باہر ہے یا گھر میں ہے
 جسطرح چاندنی اک چاند کی گھر میں ہے
 چاند سہل کی نہ کیونکر تری خنجر میں ہے
 آئینہ جب نکوی قبر سکنہ رہیں ہے
 میں رہا آپ کے گھر آپ گھر میں ہے
 بھول سونکھا ہوا کیونکر تری بستر میں ہے
 کون پردا کرے گرچہ نہ بستر میں ہے
 اپنے گھر میں ہی یا غیر کے تم گھر میں ہے
 عکس کیا آئینہ قصر سکنہ رہیں ہے

آبرو آئینہ کی ذہن سکندر میں ہے	گر بنایا ہے تو کچھ حسن کو اپنے روکے
نہیںد سا ہو کوئی مہمان او گھر میں ہے	پتلیاں بھر رہی ہیں کام میں ہے اغراب
جان نکلی مری درد دم تر خنجر میں ہے	ذبح میں چاکی ہو نو کو یہ میں کتا ہوں
شرم کی شان جو ٹٹی ہوئی تیر میں ہے	وصل کے بعد جیا او نکو کنیوں ہو تاری
آخر اسکا بھی تو تکیہ کوئی بستر میں ہے	بوجہ خواب تری ہو تو پڑی کن شگن
جام میں نہواور ہوش مر سر میں ہے	ہجر ساقی میں یہ کہہ لکے ٹپکتا ہو نہیں
گر پسینے کی تری کچھ تری بستر میں ہے	چرخ اویں سو پے منگو الے بنا بنہم
دم نہ میرا تری ڈرھی ہوئی چادر میں ہے	تیرے ہی بوی بدن کی میں قسم کھا ہوں
جشن وصل کی سہمی ہو بستر میں ہے	نازنین ہاتھ سی شکنو کوٹیا جلدی

پینگ جھولے کی طرح اونے بڑے جبیا ہر

سحر

مگر بون آنکھوں میں تو پڑن دل مضطرب میں ہے

غزل

لحد پہ آپسے شمع جلگئی ہوتی

اندھیری رات کھلے سر نکلگئی ہوتی

ہر ایک شمع لگن بجھنے کے جلگئی ہوتی

کجی ان ابروؤں کی سب نکلگئی ہوتی

ہنسی ہنسی ہی میں تلو اچلگئی ہوتی

غضب ہوا تھا کہ صوت بد لگئی ہوتی

ترپٹ پکے طبیعت بن جلگئی ہوتی

بری بھی بات جو منہ سے نکلگئی ہوتی

نگاہ بال کے مانند جلگئی ہوتی

چمک چو در دلی سی نکل گئی ہوتی

ہماری گھر میں جو اگر دہل گئی ہوتی

ہوائی گرم جو آہون کی چل گئی ہوتی

تمہاری تیغ جو دو ہاتھ چل گئی ہوتی

نجانے جنبش ابرو میں دلیہ کیا بنی

وہ میرے عکس سے کیوں ڈر کی چھوڑ نہ نقاب

نہ آتے آپ جو دم کو تو او رکیا ہوتا

ہزاروں آپ کی ہوتیں ایں دسین ہی

بھلا ہوا کہ بچھے مجھے آتشیں رخسار

وہ آتے ترع میں ماہر تو یہ غضب ہوتا

بگڑ بگڑ کے طبیعت سب نکل گئی ہوتی

۱۵ شعر

غزل ۱۲۲

حسن بھی باتو نہیں کھلتا ہے تو پروا کیا ہے
 مرتے دم آمنہ آیا ہے یہ نقشا کیا ہے
 ہاتھ اوٹھنے کی فقط دیر سے پروا کیا ہے
 یوہین مٹے ہیں مٹو نزع کا چرچا کیا ہے
 ہم نہ سمجھے کہ یہ عشاق میں چرچا کیا ہے
 خود بھی تصویر بنے ہو یہ تماشا کیا ہے
 حال پر اپنی ہی کرتا ندین تربت میں نظر
 لاش بھی ساتھ نہ اٹھے تو مرانا نہیں
 دیکھ کر منہ جو ہنسائیں تو یہ فرما نیلگے
 سبکے ہمراہ جھکے دیکھ رہے ہیں بھی
 آج تصویر سی تصویر ورتتی ہی وہاں

دھین معراج کی شب چھپنے کے ٹکنا کیا ہے
 میں تو اچھا ہوں آئی ابھی بگڑا کیا ہے
 یوں ہی جامی شب معراج اب کیا کیا ہے
 تنے دنیا کا مری جان ابی دیکھا کیا ہے
 دل کسی کہتی ہیں اندھ کیجا کیا ہے
 منہ دوتا رہی چلا جاتا ہی نقشا کیا ہے
 بند آنکھوں نے نہ جانے مری دیکھا کیا ہے
 درد سینے میں میرجاں ابی وٹا کیا ہے
 جھائیوں کے یہ نشان ہیں تجھے سوا کیا ہے
 جان کا میر ٹکنا بھی تماشا کیا ہے
 اپنے سے آپ کھینچے جاتے ہیں نقشا کیا ہے

بندہ کرتے ہیں مرید بنیں ہو سکتیں	مرتے دم آنکھوں نے یارب مری لکھا کیا ہے
کھینچے ابرو نہ کیوں ناخن پالمجائیں	جان عاشق کا نکلنا ہے تماشا کیا ہے
جگر و دلکو تو کھوئے ہو گزری دُٹ	پھر نجانے کہ یہ سینہ میں تڑپا کیا ہے

غزل ۱۲۳	غم سی گر خار بنی تھی نہ رگ جان باہر
	دامنِ تارِ نفس سی تری دلچھا کیا ہے

چرخ گوخشا آہ پُر تاثیر سے	رات بولی نالہ شبگیر سے
جب بدی کرتے تھے وہ پنچیر سے	کچھ نہ کمان کستی تھی چلنی تیر سے
کلاک بھی فارغ ہوا تحریر سے	ہم نہ نکلے خانہ رنجیر سے
وحشیوں کے عکس کی پٹیر سے	سب تو سب گھر چھپ گئے تصویر سے
کم نہ تھی چال و سکی مجھ پنچیر سے	دل لے کیونکر نہ میرا تیر سے
شوخیوں کا اوٹکی تھا یہ بھی اثر	زنگ جواور نیلکا تصویر سے

چرخ اگر میری طرح پیسے اسے
 ادب مجھے حلقے اپنے سلجھیں کی طرح
 کچھ تعجب ضیقِ دنیا سے نہیں
 یوں تری پلکوں نے کی ہی دلیں جا
 دشتِ وحشت میں شرار اُڑتے تھے جب
 زور دکھلایا ترے وحشی نے جب
 دل کے ٹکڑوں کو تو چھوڑے وہ نظر
 حُسن کی غیرت نے بدلی دکنی شکل
 چھڑتا کاغذ کو کیا دیوانہ تھا
 کھر کھرادی تیرے وحشی نے جہاں
 یوں شبِ فرقت تھمی ہی اسے

مغز نکلے ناخنِ تصویر سے
 دیو لپٹے ہیں مری زنجیر سے
 خون جو ٹپکے ہر رگِ تصویر سے
 جسطرح سہرتا ہے ترکش تیر سے
 برقِ دل بھی مری زنجیر سے
 حلقے کُل کُل کے گے زنجیر سے
 پرکمان جانیئے اور کر تیر سے
 رنگ جب ملنے لگا تصویر سے
 باتیں سُنتا آپ کی تصویر سے
 دیو بھاگے نالہ زنجیر سے
 جیسے باز ہیں فیل کو زنجیر سے

بیٹھنا نچلے اگر آتا نہیں

یوں مڑہ پر مین لپی ہوں بخت دل

میری دل میں دیکھ کر اونکا خدنگ

اشک آنکھوں سے مری پوٹتے تو خیر

ملتے ہیں ہاتھوں سے وہ کاغذ کو یوں

آپ دکھلاتے اگر صورت او سے

میرے گھر کی راہ میں جلدی ہو کی

سیکھ لیجی اپنی ہی تصویر سے

آگ و ٹھائیں جیسے آتش گیر سے

کس طرح تڑپا گیا پنجب سے

بچتے رہنا خون دہنگیر سے

چپ رہا جاتا نہیں تصویر سے

پردے اوٹھتے دیدہ نقویر سے

بھر گئے پلے مری تقدیر سے

غزل ۱۲۴

اد کو جب پایا نہ ماہر اس طرح

کلاک لیٹی داہن تصویر سے

۲۵

مرغ تصویر چن ہی نہیں گرا نہ مجھے

کہتے تھے شہادت کل تو نظر باز مجھے

زنگ وڑتا ہوا کیوں پر پرواز مجھے

آج کیوں تاک رہے ہیں قہر انداز مجھے

شل اسپند بھی نہ لنی نہ آواز مجھے
 لہ ترانی سے کھانا ز کا بھی ان مجھے
 مرضعت ہو ادھر میں آواز مجھے
 تیر کی طرح سی جاتا ہوں جدھر حشمت
 بخت نے میکدہ دھرمین مثل شیشہ
 مرغ تصویر ہوں پونچھو مری حسرت کج
 تیر ہی مثل ہوت اوسنے لگایا مجھ پر
 مجھ کو اپنے دل مضطر کی چک یاد آئی
 چپکے چپکے شبِ بخت میں کیوں کر روئے
 مجھ کو عشاق سی نفرت تو معشوق عشق
 توڑنا وک سی نگہ کا نہ فروں گر ہوتا

ایسے جلنے پہ وارض ضبط پہ ہوا مجھے
 پردا ہوتا تو سنا تی نہ وہ آواز مجھے
 مین تو کہتا تھا ہوا یہاں کی ہوا ساز مجھے
 ہر در بند بھی ہوتا ہے دربار مجھے
 سزگون گاہ کیا گاہ سہرا فراز مجھے
 پر تو ہین بھی مگر آتی نہیں پرواز مجھے
 کر لیا جس نے جہان میں نظر انداز مجھے
 آئی بجلی کے کڑکنے کی جاؤں مجھے
 تیرگی ہو گئی ہی سہمہ آواز مجھے
 سوز پر وانون سے شمع سے ساز مجھے
 تیر انداز نہ کرتے نظر انداز مجھے

دماغِ دل کیون نہواب مہر سرِ راز بھی	حفاظِ بزمِ معشوق ہی الفت میں ضرور
اپنے اوڑنکی بھی آتی نہیں آواز بھی	کانِ پیشوارِ سیری سی بھرہن میر
آئی پروانوں کے جلنے کی کچھ آواز بھی	سوزِ الفت کے غم کو جو کبھی میں بھولا
آتی ہے رات کو جب کئی آواز بھی	دلِ وابستہ کیسو مجھے یاد آتا ہے
برق کے گر نیکی آئی کبھی آواز بھی	آہِ فی رد کی سنوائی کبھی بکوصدا
خاک اوڑا کر مری کرتے ہیں افراز بھی	غیرِ پستی جو بند کیجی تھی لمحہ میں کوئی نشی
آئی منہ بند کلی سی بھی کچھ آواز بھی	دکھتے دل سی جو کئے باغ میں مینے نالے
ڈھونڈھتی کیون نہ نکلا کر مری آواز بھی	ایک نالے نے فنا محلو کیا مثلِ سپند
سنگِ ملتا ہی تو وہ بھی شہرِ رانداز بھی	مثلِ چھاقِ کمانِ جا کے سرِ بے پناہ
جنسِ موج ہوا پر پرواز بھی	طیارِ بوقی طرحِ غیر سی باز و ہین سی

نزع میں پاؤں نہ پھیلا میں رگ کیون ماحر

غزل ۱۲۵

یاد آتا ہے کسی نیند کا انداز مجھے

شعر ۳۳

گھٹ گھٹ کے دل لی یمن ہی بقرار ہے

دی ہی یمن نے سانس شکستہ مزار ہے

تن ضعف سے جواک تنق گردنار ہے

ناوک تو کیا ہوا بھی کلیجے کے پار ہے

تن خاک ہی تو زیست کا کیا اعتبار ہے

جو عضو ہے غبار کا نقش و نگار ہے

ناخن بھی حشیوں کا بدن سب فگار ہے

زخموں کے گل کھلے ہیں جنوں کی بہار ہے

شکل و نمی سنگ آئینہ میں شکار ہے

کیا حسن ہی کہ ایسے کلیجے کے پار ہے

کہتے ہیں ٹپکے وہ کہ یہ کسا مزار ہے

تھمتا نیند پاؤں نیل بقرار ہے

جو ہر سہی منوں کا کلیجہ فگار ہے

پتھر میں بس نظر کا نشان آشکار ہے

حال اپنا اپنی خاک ہی سی آشکار ہے

ظاہر ہے جی جگہ سے کلیجہ فگار ہے

نقش و نگار خاک صیورت نما ہوں بھر

آئے ہوا فنا کو ترا انتظار ہے

ماہی کیا ہے مجھ کو گھلا کر جو عشق نے

جو استخوان تن میں مکر ہے وہ خار ہے

<p> گر دوش میں مجلس چشم ہے خطِ عذار پر آ نکھوں کے دل سے تین تبادلی اونچ نیچ جھک جھک کے گل اہوں گلے اپنے آپ میں ظاہر میں ڈھونڈ کر صفتِ شمع بھیکے دم بھر کو بھی نہ کوئی ٹکا آ کے قبر پر عشاق پس آ کے یہ ذکی بلائے حیران ہیں غزال نکالے ہوئے زبان عکسِ چین کی کب شرہ چشم پر ڈھوپ آتی نہیں ہکان پڑی عدل کی صدا وہ خود بھی دیکھتے ہیں عجب اک نگاہ سے یارب میں کوئی شبیہ عنیک تجھی نہیں </p>	<p> بابا! آہوں سی عجب سبزہ زار ہے اب وہ گل کرین کرین اختیار ہے تصویر سیر قد کی جو میرا غبا ہے دیکھا نہ یہ کہ پاؤں کے نیچے مزار ہے ثابت قدم جو کچھ ہو تو شمع مزار ہے ہے ہے ہی لگی ہائی جگر کی پکا ہے سر نہ یہ کی آنکھ میں مینا ہاں دار ہے گوشہ نشین غزال تہ شاخا ہے اسی دوست تیر رحم کی ایسی بکا ہے قد کی مرے شبیہ جو میرا غبا ہے پھر کیوں نظر کی کی کلجے کے پار ہے </p>
--	---

حد اپنی بعد مرگ بھی بھولا نہیں جین
 کس کس کا خط اب میں کروں ت غبار
 ہر استخوان مٹھ کو نکالے ہے قبر سے
 رحمت سے دور ہوں تو کروں تک نصیت
 کیا اونکی آنچلوں سے اڑی ہی ہمارے
 دوزخ جو تیرے پاس مع راضی ہو اوستہ
 پست و بلند دہرے راہ عدم میں
 سینہ سی ہاتھ اونکا یہ کہتے ہر طعن سے
 اسی دوا ہے اذن تو میں بار بار
 صد شکر عکس آئینہ بھی سبزہ رنگ ہے
 جانا جہان تھا حشر سی خبو وہ جاچکے

قد بھر بلند خاک سے میرا غبار ہے
 موج ہو ابھی ہی سڑی کا وار ہے
 یارب مرا فرار بھی کیا تنگ تار ہے
 یوں بھی تو مشکل سی مڑ پرور کا ہے
 پھر کیا ہے کس ہو اب ہمارا غبار ہے
 اسی دست و تیرا بعد غضب ناگوار ہے
 تابوت کا چڑھاؤ لحد کا اوتار ہے
 تھما نہیں ہے ہاتھ یہ دل بھرا ہے
 وہ تیری بارگاہ یہ میرا غبار ہے
 اونکے لیے بھی اونکی نظر زہر دار ہے
 اب مجھ کو حکم کیا مرے پروردگار ہے

شعر	رحمت کے اعتماد پہ ماہر کیے گناہ اب عفو وہ کرے نہ کرے اختیار ہے	غزل ۱۲۶
عجیب سخت جگہ اپنے امتحان ہوئے بڑھے یہ سن کی آخر خدائی شان ہوئے ہمارے دل کی جو گرمی تھی نہا ہوئے گھلین جابوئی آنکھیں گلوں گلوں کا ہوئے جوانی چھین کے لوگوں کی وہ جوان ہوئے اوڑے جو ہوش مر سراسر آسمان ہوئے	چلے وہاں نہ قدم جہاں نشان ہوئے نشانِ دہر زکات میں ٹھول پان ہوئے اوسے پہ چین خمِ زلفت کی کمان ہوئے بس فنا جہاں بکو تری میاں ہوئے جہاں کے حسن ہوا کی جان ہوئے جہاں پہ بیٹھ گئے گردِ غم زمین بنی ہوئے	
شعر ۶۰	یہاں تک تو واضح پہ جان دی ماہر کہ حضرت ملک الموت میمان ہوئے	غزل ۱۲۷
آرزو دیکھ کر کلک کر یہ کیا ہوتا ہے	دل وہاں پاؤں سے نقش کھنچ رہا ہوتا ہے	

دل بغل میں ہو تو باتوں کا مزا ہوتا ہے
 پیر کیوں تارکِ طاعات خدا ہوتا ہے
 دنگو ہوتا ہے تو پیرا نکو کیا ہوتا ہے
 حشر میں ہوتا ہے جو کچھ بجا ہوتا ہے
 شمعِ ان پست جو ہوتا تو کیا ہوتا ہے
 کیا بشرِ نزع میں بھی مخطا ہوتا ہے
 ہے یہ کچھ اور جو پاپالِ ادا ہوتا ہے
 دل مرا راہِ تباہ میں جو فنا ہوتا ہے
 ایک سو کمین تو خوش تیرا گدا ہوتا ہے
 رٹنے وہ آتے ہیں دل مجھ سے خفا ہوتا ہے
 ہم تو ہم صل میں صلی کے یہ کیا ہوتا ہے

دل کا بس دل ہی کچھ کھلے ہوتا ہے
 دمِ آخر تو شمعِ جہا ہوتا ہے
 مجھ سے سایہ بھی ہر پیر کے جدا ہوتا ہے
 آپ آجائیں تو پیر دیکھئے کیا ہوتا ہے
 سرِ مع جسمِ نشانِ کفِ پا ہوتا ہے
 سر پہ جو تیغ کی جانا خنِ پا ہوتا ہے
 دل تو سنتے تھے کلے بچر لگا ہوتا ہے
 سب بہت مردانِ خدا ہوتا ہے
 خیر کر خیر سے دنیا میں بھلا ہوتا ہے
 بچوٹا پس کی ہی بیان کیا ہوتا ہے
 وہی کا غدہ ہے جو کھٹ پھٹکا جدا ہوتا ہے

اسی اجل پاس سر رکے یہ کیا ہوتا ہے
 سب کے ماتم کا کمان رسم ادا ہوتا ہے
 کڑا دھن سے جو دم مرگ ڈر رہا ہیں دوا
 حسن و عرش میں جب معرکہ پڑتا ہے کئی
 سہمی ہوتا ہوں بیکشوں آہی شکر
 مہربان چین چین کو مری بہنے دیجئے
 آئے کیوں رونکی آواز نہ پہنوسی بھٹے
 واہ رے کین دم نزع یہ فرماتے ہیں
 ہر کلیسی نکال لی ہی ٹرک پر نگہست
 مرتے دم سر پر رد اڈالتی ہو سر کو بھی
 پاؤں کیا میری ہی بطور رہن وقت آخر

دم وہ لیتا ہے مسافر جو تھکا ہوتا ہے
 ایک نل ہی ہے کہ مرنا ہے تو کیا ہوتا ہے
 مجھ سے پر دین مجھ سے کیا ہوتا ہے
 بنت او دہر چوہن اس سمت ہوتا ہے
 تیغ کا حق مری گردن ادا ہوتا ہے
 کہیں مٹتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے
 دل میر جان کلیجے سے جدا ہوتا ہے
 آج کیا درد کلیجے میں سوا ہوتا ہے
 کہیں قیدی فقر کوئی رہا ہوتا ہے
 نزع والے کا کہیں منہ بھی ٹہا ہوتا ہے
 قدم شمع بھی کچھ حد بڑھا ہوتا ہے

شر و برق کو روکنے کوئی پارے کو
 چوم لیتا ہوں جو سونے کی نازک کو
 سب سیرانِ نفس دیکھ کر بھج جاتے ہیں
 اب نکلتا ہے رُکام کوئی تھا مجھ کو
 شمع تھوڑی ہوں کہ لکنتیں پھلک رہی ہیں
 مین بھی نادان ہوں کہ میرے گم گروں
 کی ہی حیرات تو کیا شوکت کی بھی زور
 خونِ ناحق کی حسینو کو بھی ملتی ہی سزا
 کوئی آرزو ہے شمع جو شمع بنے تو ننگ
 او طرف غیظ و غضب ہو تو ادھر صبرِ رضا
 غیر ممکن ہے کہ یوں جا مرا سوزِ الم

میرے دم بھر کے تڑپ لیتے مین کیا ہوتا
 اوسے بوسے کا نشان دُزدِ خواہوتا
 ساتھ والوں سی اگر کوئی رہا ہوتا
 تیرا نکا ہوا سینے سے جدا ہوتا
 دشمنِ جان مگر سر پہ تو کیا ہوتا
 رات بھر شمعِ جنتی ہی تو کیا ہوتا
 تاج دیتا ہے تو کس گدا ہوتا
 ہاتھ منہ دی ہی کھ حیلہ سے بند ہوتا
 اک مرے رونمیں کیا جانی کیا ہوتا
 معرکہ قہر کا ہے دیکھیے کیا ہوتا
 شمع کو شعلہ فدا کر کے فنا ہوتا ہے

ہو ہی جاتی ہیں مری دسکی دکھونی باتیں
 باندھی جاتی ہی ہوا بس کے پسینے میں بان
 ہاتھ اونکی مری منہ پر ہین ٹپاتا ہونہیں
 جیت لیتا ہونہیں بازئی ابل مرچ کے
 پہلے کچھ اور تھادل سبکے ٹپنے پہ جمع اور
 یونچھتے پھرتے ہین دقہہ سم ماتم
 اونگلیاں ٹیا کے کیونکہ نہوں فوہ تہ خوا
 منہ میں زخمونکے بھی پانی سا بھرا آتا ہے
 دم نکلتے ہوئی دیکھا تو نیو لے ڈر کے
 نالے منہ کے سوئے باغ کیونکہ یوں بین
 کیون تشیح سی گونکی نہوں ہر دم مرگ

گو کہ منہ زخم کا مانا کون ہی سیا ہوتا ہے
 سچ ہے دُطر کی چوری میں سوا ہوتا ہے
 وصل میں یوں ہی کہی اونسے گلا ہوتا ہے
 دم کلجا تا ہے کل میں تو کیا ہوتا ہے
 اسلٹ پھیر میں بند یہ کیا ہوتا ہے
 کوئی ارمان جو مر جا تو کیا ہوتا ہے
 ایک خضیرہ سبز شہدا ہوتا ہے
 درد میں کیا مرے اللہ مزا ہوتا ہے
 ارے مجھ سے بھی تو کہدے کہ یہ کیا ہوتا ہے
 اتنی ہی بات پہ صیا و خفا ہوتا ہے
 تار کھینچتے ہیں سطر کے تو کیا ہوتا ہے

قافلہ نالہ لیل کا دہن جاتا ہے
 سبزہ رنگوں کی محبت میں بیان زرد ہو
 صبر پڑنے سے حسینو کے معلوم ہوا
 عطر کے چور کی تو فکر ہوا کرتی ہے
 دم بخود کیوں نہ رہوں ہر مینا نند جاب
 اک مرا قتل تاج کا ہوا پر سان کوئی
 بعد شاہی کے شہنشاہ بھی ہو جاتا ہے
 انتقال بوخین بد بجاتی ہی شکل شاہی
 قفس میں چین رہتا ہو تو دم گھٹتا ہے
 خود بخود آج ہے سجدین جگر سینہ میں
 واہ رنجیت کے وہ سیر کو جاتے تو کب

شہت گل جہان شہر بسا ہوتا ہے
 رنگ مسموم کانتے تھے ہرا ہوتا ہے
 بست جد ہر ہو لہن بیت خدا ہوتا ہے
 کوئی پونچھے کہ عرق جسم کا کیا ہوتا ہے
 سانس لیتا ہوں دم تن سی فنا ہوتا ہے
 ہاتھ بندھتا ہوں جب غنِ خا ہوتا ہے
 چتر میں بھی اثر ظل ہما ہوتا ہے
 تاج اولٹا ہے تو اک جام لگ ہوتا ہے
 نالہ کرتا ہوں توصیادِ خفا ہوتا ہے
 کون یارب مریلوں سے جدا ہوتا ہے
 دم جابو نکاجب آنکھوں میں رکھا ہوتا ہے

<p>شامیانہ ہو کہ تصویر ہو یا عطر و گلاب بہی جایگا آئینہ ہے غم سی پانی چار تلواریں وہ ابرو و دم خود بینی میں</p>		<p>جو مری قبر پر آتا ہے کھنچا ہوتا ہے لاکھ پتھر کا کلیجہ ہو تو کیا ہوتا ہے دیکھیں اب آئینہ کی جان کیا ہوتا ہے</p>
<p>غزل ۲۸</p>	<p>دیکھیں پھر بھی کسی آتہ ہے دین ای ماہر قیس یلی سلی گلے ملے جدا ہوتا ہے</p>	<p>۳۸ شعر</p>
<p>تمہاری بات کو ٹوٹ سکی کیون ہنساکر خدا اگر کف نازک میں اذکی جانکر رضا کی ہو جو منافی وہ التجا نکرے نشانِ پایہ کوئی ہی کہ جو جفا نکرے زمین پہ گرے یہ کہتا ہے پیر کا سایہ وہ ضعف و رورہ پڑ پڑ کر اٹھ رہا</p>		<p>زبان تو بنی کسی پر کھلے خدا نکرے تو چلوں مرا خون جگر گھٹا نکرے طلب ہے ہاتھ اوٹھائے مگر وہا نکرے زمین کا کوئی پیوند ہو خدا نکرے ضعیف ہو تو عصا کا بھلی سرا نکرے بٹھائے دروید کو تو پھر دٹا نکرے</p>

نکل کے سن ہی کہتی ہی خاک مجھ کو
 پسینے پر جو گرایا کینہ خون عاشق
 میان چشمِ مبین تل نشان پاکیزہ
 وہ میری ترع میں حیران ہو گئی تہ کید و
 شفق کے نام سی گرد و نکاز نکاتِ نک
 ادھر کو قیٹس تپا ہے اور طرفِ لیلیٰ
 نہ ہم ہی خاک کے تو دو ٹکڑیاں دل و دھڑ
 خیالِ دل مجھے یکدشِ بخیر آتا ہے
 مثالِ انہِ بارودِ رُوکِ تہشِ مہون
 مثالِ دستِ دعا گر کبھی نظر آجائے
 بنا ہوں ضعف سے اس پندِ مجرّمِ تہش

بشرِ جہان میں سب کچھ کچھ کچھ کچھ
 تو اذکارِ ایک لمو پانی پھر ہوا نکمے
 ہماری آنکھوں میں شعل گریہ پھر نکمے
 اجل بھی تم ہو کہ وعدہ پہ جو وفا نکمے
 گر آنکھ سی مری خون جگر بہا نکمے
 خدا ملائی جو دودل تو پھر جدا نکمے
 ہمارے سامنے گریوں اگر جلا نکمے
 چراغِ جل کے مری سنبھال نکمے
 نہ ہوش و زنجیر چک در دلی پٹا نکمے
 کیسے در پہ توجہ تیرا کد نکمے
 اوٹھو نہیں خاک اگر دردِ دل و ٹٹا نکمے

نہ کہ دین لٹکی ہوئی گرجیوں اشار سے
 جو تھوڑی دیر نہ ہاتھوں کو دھوئیں وہ اپنے
 چھپاؤ دلیں جو باتیں وہ منہ پر بجائیں
 نظر لگی ہی نہیں گرتو چشم جو ہر کی
 وہ روئین نزع میں میری کوئی یہ کہہ کر
 حسین ہونہ تری طرح گرتی آواز
 پڑا ہوں دُور میں اتنا کہ گر پڑے تھکے
 ہمارے کتنی ہوتی لپہ گر نہ پاؤں پر
 غضب یہ ہوا روئے لگے وہ گھبرا کر
 اگر کے چپکے سی جینی پہ تو یہ بوجھوٹی
 لہو کے اشکوں کی سطحِ وحی تیغ تری

یہ پیش قدمیاں مجھ پر کہی عصا نکرے
 کرے وہ کام مرا خون جو خانا نکرے
 کیا کا زک اتنا کھل خدا نکرے
 کیا کا اتنا ہو ہلکا لہو خدا نکرے
 قضا پہ فرض جو ہو طرح ادا نکرے
 حجابِ شہین بھر سطح چپا نکرے
 اجل جو راہ میں دم جا بجا لیا نکرے
 قدم زمین سی ہر گام پر اٹھاتا نکرے
 جگر میں درد ہمارے تو اب بٹاتا نکرے
 خبر سی کو مری لگی ہو خدا نکرے
 دہان زخم سی بسمل اگر کلا نکرے

کسی آنکھ کا پانی ڈلے خدا نکرے
 کسی سجال سیرِ قفس کہا نکرے
 انہیں گلے سے لگائے تو چہرہ نکرے
 ہر ایک رگ مڑاؤ نکلی یوں نکرے
 کلی صبا سے اگر حالِ دل کہا نکرے
 چلے ہمارے طرح بھی کوئی خدا نکرے
 وفا توں سی کوئی بندہ خدا نکرے
 کسی کے مال پہ پانی بھری خدا نکرے
 اگر اہنام سے دل کا کوئی سنا نکرے

ہنسائیں رونے پہ اپنے تو یہ وہ کنو کے
 سدِ اجوستہا ہے نہ پھیر کر وہ روتا ہے
 اکڑ کے کہتے ہیں سینہ پہ ہاتھ نزع کی ہے
 عدم کی راہ دم نزع ہی نہ طے ہوا اگر
 نہ بوجہی چھوٹے کسی پر کھلے نہ راز کوئی
 کچیل کے پاؤں کے نیچے یہ دل نہ آواز
 مٹے ہوؤں کی ہوا میں یہ خاک کہتی ہے
 مین دلوں کے کلیجہ نہ تھام لوں کیونکہ
 جتائے جاتے ہیں جان جو بنید اڈرنیکے

عددی جان سی کوئی تو یہ کدی ہی ماہر
 قصا سلی کلم وہ لے جو تری ادا نکرے

شعر

غزل ۱۲۹

<p> صورت پہچونکے یا کیا کہ قیامت آئی جب فینہ کے سر کرتی ہوئی دلت آئی غش سے چوکا نیا اکڑا لے گا گناہ آئی زیر پا نقش قدم کی ہی جو تربت آئی اور تو اور ابھی تک قیامت آئی کھل گیا صاف آنکھ میں مڑو آئی صحن گلشن سی تڑپتی ہوئی نکست آئی آنکھ لگنے بھنی پانی کہ قیامت آئی آپ آئے تو یہ سمجھے کہ قیامت آئی </p>	<p> آج تک تو نہ کبھی شر کی نوبت آئی کچھ تو منع کو بھی غیرت تہہ تربت آئی صفت کیا تھا اونچین پیچ پیا آئی دل دیکھو کو صفت آبلہ رقت آئی حس کے رعب کی آخر کو نوبت آئی سات پردوں میں بھی پتی نہیں آتھی صورت فرقت گل مرغش آئی جو لگا بلبل کو قبر میں سحر کے جاگو نہ ہو ایسے سوم ہمت و واقف بھنی تھے ستر اس سر کی قسم </p>
--	--

غزل
 اپنی تسکین کے کیون اسی سے ماہر
 دل گیا جب تو یہ سمجھا کہ طبیعت آئی
 شعر

<p> صلح ہونے پہ بھی وہ اذکی لڑائی نہ گئی بہت بازی ہی گئی اور کچ ادا ئی نہ گئی جیسے نینہ کے دید کی صفائی نہ گئی کیسے جلا د جو تلوار لگائی نہ گئی اک رد ابھی کئی شئی تھی کہ ڈرہائی نہ گئی وصل کیو کر ہوا جصل جدائی نہ گئی وصل جتنا ہوا اتنی ہی جدائی نہ گئی خاک ہوتے تو ہوئی دلکی صفائی نہ گئی اور جو بھولے سے جلائی تو بجھائی نہ گئی مندی کیوں آج کف پالین کی نگئی مسکرا دینی سی بجلی بھی گرائی نہ گئی </p>	<p> بوسہ دیتے تو دیا منہ کی روکھائی نہ گئی اگر تلون تھا تو کیوں منہ کی روکھائی نہ گئی ہر طر علی یوہین بات او چھپائی نہ گئی جنبش ابرو کی کبھی تم سی دکھائی نہ گئی جان اصل سی سر پر دیکھ چھپائی نہ گئی دُور پر چھائین ہی پاس بلائی نہ گئی حکم دوری رہا پر چھائین بلائی نہ گئی نمسے تربت کی حکایت چھپائی نہ گئی دل وہ تھی جس بی جلائی نہ گئی شمع کبھی سر چڑھایا شفقِ شام کو اپنے ہاتھوں نہ کہلانی بال بنی ابرو حسد پر مانا </p>
--	--

نہے بلائے ہوئے آئینکا ہوا یہ انجام

پنچ نظر و نکو بہانا تو وہاں خوب ملا

جذبِ دل فی اثر اتنا تو دیکھا یا تہ قبر

جنیش ابرو کی بھلا محبو دیکھا نیکی وہ کیا

مٹی دیکر مجھے جاتے ہیں عجیل سی وہ

وہ وہ ہی ہیں بھٹکے کسے تو برہم ہو گئیں

سچ تو ہے لاشیں نے دفن اوٹھائی کیونکر

میرا مرنا ہوا دنیا میں دوبارہ مشہور

سُرمہ لودھڑہ ہو تو کمین لوگ یہ کیوں

جنیش ابرو کی وہ آئینہ خوں دیکھتی ہیں

ایک مین ہوں کہ اوٹھایا کیا ناز تو کد مدام

آج تک موت کسی گھر میں بٹائی نہ گئی

حالتِ صلح جوتی آنکھ لڑائی نہ گئی

جب باری او دہرائی تو بڑھائی نہ گئی

پوری تلوار بھی اک جیسے لگائی نہ گئی

شمع سی قبر پٹنگو کی بنائی نہ گئی

باسی پھولوں کی کہی ہاں کج ادائی نہ گئی

اونچ نیچے اونکو زمانیکی بتائی نہ گئی

جب مین دل کی تڑپ سی ہلائی نہ گئی

زہرِ حین کی تلوار بھائی نہ گئی

ہمسے دشمن کو بھی تلوار لگائی نہ گئی

ایک دہن کہ مری لاش اوٹھائی نہ گئی

مرتے جیتے جوہن دنیا میں ہوں لوگ	جان ہم میں تو کسی وز نہ آئی نہ گئی
خاکِ صطرح جلا کر کیے دل لوگوں نے	ہمسے تو شمع بھی طرحِ جلائی نہ گئی
تم بھی اک نام کو تھی اصل تارِ دب پہ بوجہ	لاش کیوں تھی میر جاں دہائی نہ گئی
پنچ نظروں سے سین بھیگتی کہیں میر جاں	زہر میں آج جو تلوار بھجائی نہ گئی
سب کو تو چھپاتے تھے ہمیں خجانی کیا تاتا	موت عاشق کی جو آئی تو ستائی نہ گئی
جان وہ مانگتی اور اونس نہیں ہم کرتے	موت آئی تو بیان آنکھ چرائی نہ گئی
کاندھے جو دیکھے ہیں اونس تو سی کوئی کہتا	تم نہ آئے تو بیان لاش دہائی نہ گئی
کہکھے یہ روزن تربت سین سے کما آفر	اس طرف وہ سواری تو نہ آئی نہ گئی

غزل ۱۳۱	کسکے مر نیو سوائی دلِ ماہر نہ سنا	شعر ۱۳
	اک ہی تھی خبر ایسی کہ سنانی نہ گئی	

ہمیں بری میں یوں چھو اہار می گانی	اگر نہ ڈہانپا نقابو نہیں حسرت کی جوانی
-----------------------------------	--

تجلی میں دیکھایا اپنا پر تو یار جانی نے
 فنا مجھ کو کیا دیو میں مری رنگین بانی نے
 پھریرا نکھین سو نہیں بھی ہو سیدھی کہی
 جھلکین گرا دلائی آنکھیں دیکھو سینہ کی ہی جا
 قدم اونکی ہی ٹھری چلی چلی آگے ترت پر
 کھلایا نکھین سو نہیں بنی او جی ہو پری
 حیات تہی کہ نہ بیٹھے ہو دیکھایے کہ ہم ہی
 وہی ہی سو اوٹھنی میں نکلی اشک میں شکے
 عصا کی ہی کم رو ہر مٹی مٹی ہی لنگری
 قباس کی سپینہ آگیا رمی سی کی اُتات
 روا سینے سی سر کی ہر خبر کہی ہی ہر نہیں

کیا کچھ اور سنایا کچھ صد لہجہ لہجہ لہجہ
 کھلا با شمع کے جھڑکے کو کھٹکھٹانی نے
 یوہن سونا سا کہا یا اتنا تھخین پھر پانی نے
 خبر لو سراوٹایا ہی بہت اوٹھنی جو لہجہ نے
 نشان کیسا ٹٹایا اتنا ہمارے شانی نے
 بھری تہی نیند ایسی اونکی آنکھوں میں نے
 کلیجا رکھ دیا ہاتھوں لکڑنا توانی نے
 بھرے تہی لکڑ مٹی جو لکڑ نہیں نے
 یہ ہم پر بوجھ ڈالا ہے ہمارے توانی نے
 لگایا جگے اچھی طرح اونکو جوانی نے
 انہیں بہو تھوون سراوٹایا جوانی نے

غزل ۱۲۲

کمر خم ہو گئی تانا کلیر اپنا ماہر نے
کیا کچھ اس طرح خستے زور جوانی نے

شعر ۹

دم میں ہیں قلب جگر پاؤں سمنی والے
ہنسیکے تیا ہونہیں دکھا ہو جبل اپنا
جیسی جلتا ہے اگر پردہ خاکستر میں
ہنسنے بھی دیکھ لیا ایک خبر کسی تجھے
ہنسکے روی سی منہسی دل مرارہا تاج
بوا بھی دوڑے دیکھنی ہے محکو خبر
دلو بھی لیلیں نہ کیوں سبکی بجا کردہ نظر
جگر و دل مر مرتے ہیں ہونوع میں ہونا

پنچی نظروں سے کچھ دیکھ لے چلنے والے
روک لیتی ہیں قدم راہ چلنے والے
چپکے چپکے یوہیں جلیا ہیں چلنے والے
او مری قبر کسی تیر کے نکلنے والے
پاؤں جب جانکی کمدیتی ہیں چلنے والے
عطر ملتے ہیں کلیجہ ترا مٹنے والے
کچھہ پراپکے اوٹھالیتی ہیں چلنے والے
ساتھ اکدم کے کسی دم ہیں نکلنے والے

لینے آئی نہ اونھیں جو چمن کیون ماہر

غزل ۱۳۳ | آج ہیں گودہ گھرسی نکلنے والے | شعر ۱۲

مترہ بلائیں جوں دل نثار ہو جائے	تمہارے سُن کا رشک آشکار ہو جائے
تو فرح و سُن بھی بی اعتبار ہو جائے	نہ خال سی جو وہ خطا مہر دار ہو جائے
جنو نین دل جو کبھی بمقبرار ہو جائے	اولجہ کے صورت زنجیر نہر نفس ٹوٹے
ہر اشک چشم دُرا بدار ہو جائے	گر آہ سرد کی تاثیر آبر و بنخشے
تو کیوں نہ حُسن کیلجے کے پار ہو جائے	وہ ہوں جو روشنی شمع پردہ فانوس
ہر استخوان مرا شمع مزار ہو جائے	وہ دل جلا ہوں لمحہ سی اگر نکل آئے
شعلہ مہر یونہی بکودار ہو جائے	یہ دن چڑھے سے ہر ہر روز کی مراد
تو آب آب کی ہر سو پکار ہو جائے	میں شہنشاہِ شانِ بانِ جہنم کروں
قدم کے نقش میں شمشک ہو جائے	مثالِ کلکِ مصور چلو اسی اگر
وہ حوان جگر کا زمین کا بخار ہو جائے	وہ کہاؤں خاک کے پردہ میں عیشِ عشق

ابھی رُوئی مچھی کوئی گوہوا ہون کام
زمین کا پہلے کلچہ فگار ہو جائے

غزل ۳۴
ہماری خاک کی اوٹھ بیٹھ کتنی ہے ماہر
نثار اوس پہرہ میں غبار ہو جائے

شعر ۷۵

حسین فقط اسی تحریک سے سفر میں ہے
سید سی بونہی نکلی تو یہ نہ گھر میں ہے
کسی کو یاد کیا خود کی گھر میں ہے
اونہیں بھی کیا لوجہ حسرت نظر میں ہے
تمام عمر لوہین چاک بھی جگر میں ہے
کہ جسے تیغ کسئی رکی کر میں ہے
رہے بھی گھر تو وہ کفن و خون گھر میں ہے
کہ آنکھ میں کہی لہن کہی جگر میں ہے
کشش سی کیا ہو ہر طرح سے گھر میں ہے
ننگلے بھی صفت بونہی عطر میں ہے
تشانِ الفت برو نہ کیوں جگر میں ہے
وہی ہے تیغ سپاہی کی جو کر میں ہے
بصورتِ گل زری دھرو دھرم میں ہے
ہمیں تھے وہ نہ سفر میں نہ گھر میں ہے
مثال آئے صورتِ ناجگر میں ہے
حضورِ شکے بھی میٹھی تو میرِ بر میں ہے

چرخِ خانہ جو کہو طرح سفر میں ہے
 مثالِ شیشہ تصویرِ دل جگر میں ہے
 شفق کے نام سے شرمِ فلک میں خون آوہ
 خوشی ہی تو بہتر ہے تنگدلی ہی سہی
 اس بے طرحی گھر بیٹھے دل جلاتے ہیں
 نکل چلی جو وہ دل تو ہی دل کھی چھپی تھا
 یہ بات سوچ کے پر قہقہہ نکال کر صیاد
 قیامت آتی ہوئی نصفِ راہ کٹ جائے
 مثالِ بحرِ روانِ عمرِ نیکون گزری
 کسی کے بالوں کے سنبل کو چھچھ کیا ملے
 مخدیرِ گنجل سودا زده کو ہوا دلچسپ

بڑھی بھی ہم تو کچھ بے طرحی کہ گھر میں ہے
 کھینچے ہزار گھر ہر طرح وہ در میں ہے
 لہو کی بوند جو میری دل و جگر میں ہے
 مگر وہ ہاتھ نہیں شیکو جو کمر میں ہے
 کہ بے طرحی نکل کر دھوان اگر میں ہے
 سفر میں گھر بھی ہا وہ اگر سفر میں ہے
 چمن چھٹا تو کلی بھی میرے پر میں ہے
 اوسے دا اگر تیغ اس کمر میں ہے
 کھانا نہ یہ کہ ہے گھر میں یا سفر میں ہے
 بچے جو زلفت کے کچھہ بن ہی کمر میں ہے
 نفس کی طرح سو گھٹ گھٹکی ہو اگر میں ہے

یہ ایڑیوں پہ اشارے سے مڑ کے کتہہ میں بال
 نفس میں لپکی نہ کیوں آ رہے ٹھوٹے کلیان
 کہو یہ چاندنی سی یونٹ آسکیگی کہی
 جھپک جھپک کے بلالین لے مزہ کیونکر
 مجال تھی کہ سوا اسکے کوئی چھو سکتا
 دیکھا کے آنکھوں کو جلوہ کس طرح چھپ جائے
 شبِ شباب کٹی خوفِ روزِ پیری میں
 بنا فے قطرہ آبِ روان جو نجت مجھو
 یہ حال ناز کیوں سی لبِ نکا پہونچا ہے
 نہیں نظارہ چشمِ سیہ سی جامی عجب
 ہمارے سوزِ جگر سے اگر نہ نخلست

نہ جسکی حد ہو وہ سودا زلفِ سر میں ہے
 نشانِ باغ کا کچھ کچھ تو بال و پر میں ہے
 مثالِ بفرشِ جنت ہے جو تو میری گھر میں ہے
 وہ ٹیپہ ہے جو تری چشمِ بد نظر میں ہے
 وہ دستِ زلفِ تھی جو بالِ سی کم میں ہے
 شرارتِ اونکی نہ دم بھر کو گزشتہ میں ہے
 تمام رات ہم اندیشہ سحر میں ہے
 روانِ وطن میں ہوں اور سکونِ سفر میں ہے
 پلے جو دل سی ٹلتی ہوئی جگر میں ہے
 مثالِ میل جو سُرِ مری نظر میں ہے
 جھپکے منہ کو نہ آتش کبھی اگر میں ہے

دبا دبا کے پسر کو لحد میں کتا ہوں
 شبِ بصال اگر جا کے صبحِ فرقت ہو
 بقا اوسے تو انسان کی ہی مثالِ جناب
 حضور اور ونکی رونے پہ اتنا کتا ہوں
 مثالِ آبدادنی کے دکھ سی دکھ ہو مجھے
 ٹڑپ کے جان ہی شعلہ بھی گرمے آگے
 حیا نے وصل کی حسرت منونے دی پوری
 میں لکھے دل کو تہِ فرشن جب چلا آیا
 عزیز و دوست پہ کیا یہ بھی تفرقہ دیکھا
 دیکھا کے شمع یہ کتا ہوں ہنر و الواسے
 نہ ترک ہو رہِ مقصد میں ہی ادب مجھے

چلین وہ نہ دھمک امرطحلی ہر مین ہے
 تمام سر چپ سی مری جگر مین ہے
 ہوا جانا کی نہ کس طرح میر سر مین ہے
 یہ میری سوکھی ہوئی آنکھ بھی نظر مین ہے
 دے جو پاؤں سی کاٹنا کھٹک سی مین ہے
 شکر طرچ چپ سی مری جگر مین ہے
 وہ آوے رہے جب آ کے میری گھر مین ہے
 تمام رات وہ زانو بہتے گھر مین ہے
 سفر مین بائیں مسافر تو جان گھر مین ہے
 یوں ہن جو دل کو جلائی وہ میر گھر مین ہے
 صدا کی طرح پس و پیش ہر گز مین ہے

فقط تھی جان سہی قد اس جلے دل کی
 ملا ہے دل سہی اگر دل تو ہو بھی یہ بھی
 ہماری ہاتھ ہوت بڑھ گئے تھے سحر گئی
 محفل چلے کبھی بخش ہو گئے گراؤ نہیں لینے
 وہ کیا چراغ مرے دکھو تھکے ہلائے
 نہ خواب نہ زمین کیوں نیم باز رہ جائے
 یہ سر کو کھینچے کہتی ہے دشت میں شہت
 نہ تاب آئی بدن سی محفل کھڑی ہوئی جان
 ہر اس فوج سی افسر کو کیوں ہر اس نغم
 ہزاروں منزل مقصد پہ پیکر و نچوچے
 اور ٹھائے منہ کو تو جاتے ہیں قافلو الے

جو بوسہ بھی نکلی جائے ناک اگر میں ہے
 پھر ان آنکھوں میں آنکھیں نظر نظر میں ہے
 نشان پاک کہ گریبان کیوں سحر میں ہے
 خنجر وہ پانی کہ بیان دے کے باؤں میں ہے
 جو خود دیکھے ہوئے تیرے سے سر گھر میں ہے
 جہان کی نیند جو اوس چشمہ نظر میں ہے
 جو پاؤں توڑ کے نکلے تو خار سر میں ہے
 تڑپ تڑپ کے جب آن مر مگر میں ہے
 قدم نفس کا جو اوکھڑے نہ دم مگر میں ہے
 تمام عمر مہین تھے کہ رہ گذر میں ہے
 تھکے ہوؤں کی یہی حالت ذرا نظر میں ہے

مثالِ غانہ تصویرِ جامی کبر نہیں
 حضورِ حقِ محبت بھی ہی طلسم کوئی
 نزاکتوں میں یہ تحریک ہو گئی آفت
 چھڑکے قیدی لائی تو ہے مجھے طاقت
 قدم سی آگئے غانہ غریب خانہ ہو
 تمہاری سُنِ ہر جانی کر دیا تم کو
 خجائنِ گھر سے وہ کیونکر نکل کھڑی تھی آج
 نہ جان بھی جبکہ قبرِ تنگ میں پائی
 کہیں نہ راہ میں نہی قدم کے آجائے
 جو عکسِ نئیہ کی طرح آتے جاتے ہیں
 کتابِ کہنِ شکیں بے کنی ہی سب سے

خودی کو چھوڑ کے آئے تو میر گھر میں ہے
 کھلیں تو دانت ہنسی میں چپکے گھر میں ہے
 دہن بات جو نکلی تو وہ نہ گھر میں ہے
 مگر جو پر تھے او لہجہ کفن کے در میں ہے
 وہ ایک بھی ہوں تو بستی تمام گھر میں ہے
 ادھر تو گود میں آؤدھر جگہ میں ہے
 چلے پھرے اسی لہجہ میں ہے
 ہمیں تھنہ کہ قیامت تک اسی گھر میں ہے
 گرہ میں جو ہے اس نخل کے دھڑ میں ہے
 اب اونکے واسطے کس شہ کی دکان گھر میں ہے
 گذر پر آئے تو واسطے کس بھی گھر میں ہے

بچانہ دل نہ رہی جان نہ جگر چھوڑا
 ہوں مرغ قبلہ ناکون ہو مرا مہمان
 وہ عکس آئینہ تبکیر ہوے مہمان
 مثال تار کھینچے خیر میں کیا سرکش
 سلامتی ہی فریبست پسند ایسے آپ
 حضور آئینہ میں دیکھیں کچھ اور بھی تو
 مثال ساکن کشتی مجھے یہ حیرت ہے
 یہ سر میں توڑ کے کتاب ہے فارشہ جنون
 دم حساب بخانہ کیا کا ہو گیا لگ
 نفس کے سینہ ویران سی جب لم کھڑی
 بھرا ہو اسی یوہن مجھسی غائب ویران

اوجاڑ کر مجھے آباد اپنے گھر میں ہے
 مری طرح سی جو تڑپا وہ میر گھر میں ہے
 چٹے جیبا پہی سی خود بھی تو میر گھر میں ہے
 شہید قد ہوا اتنا کہ پھر نہ گھر میں ہے
 ہے نہ گھر میں کہی پڑ رہو تو بر میں ہے
 وہ آپ ہیں جو پتھر کے ہی جگر میں ہے
 قدم جو گھر میں ہیں کہ ان کو گھر میں ہے
 قدم کا فار قدم میں تو سر کا سر میں ہے
 بیان یہ حشر ہوا آب اوہرا و دہر میں ہے
 کما نڈل نے ہمیں تہی کہی گھر میں ہے
 کہ جیسی ایک اوداسی تمام گھر میں ہے

غزل ۱۳۵	کچھ اس طرح بچا ہے دل زندون ماہر مجال کیا ہے کہ جلتا چراغ گھر میں ہے	شعر ۶۶
کیونکر ہے رگوں میں لہو جوش مار کے کہہ میں ہی عروج جنوں بہار کے ساتھی کر مہ یہ دیکھ لے لے بہار کے مابو سے نشیب میں مزار کے ہمسر مہ بنے ہیں سراو پر اوتار کے شمعین نبین مزار پر مجھ بقرار کے جب گل کی چراغ ہاری مزار کے پچھتے ہیں اشک کچھ مژہ شکہار کے عریان تنی میں لطف نہ گریہ ہمار کے	نشتر پڑپڑ چوموج ہوا اسی بہار کے اک دن شوق نبین گے کہو جنوں مار کے پانی دیا زمین کو تو مجھ پر اوتار کے قصی ہوئی تمام صبر باؤ اوتار کے پر دے گرین پائی سی کوں اعتبار کے یہ مغز استخوان میں زمان فشار کے خلعت دیئے ہو اکو زمین نجما کے تارے جو ٹوٹتے ہیں انتظار کے پھٹکے ہو انگرہ کا خامہ اوتار کے	

لی ساتھ دستگیر کو باریک راہ میں
 رندان بادہ نوش نے کھولے قبا کے بند
 جان بخش میری بچی ہی زخم میں مطرو
 دل نازنین پی میں جو لوگ تو ہو گا کیا
 کیون قتل عام حُسن پہ نازانین میں بھی ہوں
 پہونکی ہوائے کان چین کچھ فنا کی بات
 ابرو کی جنبش تو یہ جو چاہو وہ اب کہو
 ہی آمد آمد کی تو لینے کے شوق میں
 دیوانے بخودی میں پنتی میں بیڑیاں
 ڈھالیں اور نہیں کے ہاتھ کے قابل نہیں
 چہن جائیں کہوں نہ جو ہر آئینہ کے جگر

زخمی بھی یوہین جاتے ہیں جاوہ تار کے
 پنکھے چلے جا نہیں جواہر بہار کے
 قمر و نگا جو سب ہوئی ہنر نفس تار کے
 کیونکر اوٹھینگے ناز دل بقبر کے
 بازو بھری ہیں وہ تجھی تلواریں تار کے
 اوٹھا ڈھنگی قدم مشتی غبار کے
 سیکھے ہو یہ ادا بھی تلواریں تار کے
 مضراب دوتا جاتے پہچانے تار کے
 غل ہو رہے ہیں آمدِ فضل بہار کے
 ٹکڑے جو تیغ سی ہوں انتظار کے
 بین بیچ میں کس نظر زہر دار کے

افسے تو کوئی کی تھی بکری ہی فشار
 کھلو او منہ نہ قوت بازو کو رہنے دو
 اگر یاد عاو تین ہوں تو شانہ ہلا دو تم
 سب کو ہے بساط بھر اپنی مرخیال
 وہاں جس سبز ہو گیا ایمان ٹیلوں گین
 بچ و خیم غبار کی لاسی ہو خیر
 اتنا تاباں جو د عدم میں ہمار فرق
 تم میری بنفہ کیلے چپکے ہی ہو رہے
 پھوٹی کلی نہ منہ سی کوئی باغ میں کہی
 اتنا ہی میرا ساتھ کسی نے نہیں دیا
 بھولے کو لات مار کے ادھر ادا سے وہ

کیوں میرا آگے آگے تختہ قرار کے
 کاٹی نہ رات بھر کی تلواریں مار کے
 کچھ سورہے ہیں چلن ہی مہار کے
 رہنے دین گریہ دوراں والے مزار کے
 پھیل جو زہر شرمہ دہنا لہ داس کے
 ڈھانچے ہوں کہیں سیدہ مہر جسم زار کے
 پٹلے تھے پہلے خاک کہ اب ہر عیار کے
 یہ کچھ شائے ہیں طلب حصار کے
 میں تھک گیا نفس گلن کو پکار کے
 جتنا کہ ساتھ دیکھے تھے مزار کے
 جب بنگ یاد آئے دل بقرار کے

کہنے لہ رہی مجھے آنکلی ہوا یہ۔
 ملتی جہانیں میں کو جا کس طرح کہیں
 اب ٹوٹے بازوؤں کی مین مددیر کیا کروں
 کھینچ کھینچ کے جان آئے تشنچ ہو نزع ہو
 اسی شب میں ایک چاراندہ نہیں کہیں کیا کروں
 ناٹ سنائی غم اور بھینچ بھی موم چرخ
 گستاخی ملائم پر مین سنے یہ کہا
 دیوانہ گان عشق پہ بارش مین وہ کھلو
 جنت مین دل ہاں چکا ہے لہو کا سنگ
 وہ مست ہو گیا ہوں جو دنیا نہیں کہیں
 اسی رز و ٹکڑی تو ہی دیکھ ہے یہ کون

گر کھل گئے کہیں کہیں کسی تختہ مزار کے
 پھیلے ہوئے تھو در دُل بقیرا کے
 توڑ افس کے در کو تو پر مار مار کے
 ٹوٹیں ہاتھ پاؤں کسی بادۂ خواہ کے
 دل بھنی بھجا چرخ بھی ترہ مزار کے
 بھول وڑ گئے ہو اسی جو میر مزار کے
 یہ تو نہ حکم تھے مرے پر و زگار کے
 نشتر بھری مٹی دل مین جو ابر بار کے
 ہٹ جائیں لوگاپس ہی میر مزار کے
 خود جوش باد لاہین شیشہ اوتار کے
 باتیں ڈھبی سی کرتے ہیں تختہ مزار کے

کیون خوبی سبزہ رنگ نہون مثل آئینہ	پلے ہن کچھ اثر نظر زہر دار کے
ہمراہ ہوئی غنچہ کروتم بھی سیر باغ	قبیل کنگھی ہن طلسم ہمار کے
مین فی عجنگاہے دیکھا نشیب قبر	نزدیک لوگ لائی جو باتاوتار کے
برباد اس خطاپہ ہوئی ہی ہماری خاک	کیون دل مین گھر کیا تاز مین جزا کے
دشمن یو مین سنا کر اعضا ہوتا تو سہی	بازو تو پھر گئے مجھے تلوار مین بار کے
لین شمع فی بائین جو بکیں کی قبر کی	خصت ہو چراغ ہی سر کو اوتار کے
خود بھی نگاہ خلق ہی نہان ہوئی ہوا	نقشے بگاڑے اور ہمار غبار کے
مجرم نہون جو زشت عمل ہی خود او گلیان	پھندی پڑ گلی مین مضراب تار کے
آنکھیں مریطہ سے پھیرن آئینہ سی بھی	بیٹھے سلامتی معی زلفین سنوار کے
سینہ پہ اونکا ہاتھ جب یا قرار پتا	یہ بھی ہن طرفہ درد دل بقرا کے
کیونکر وہ غنا کا نہ مطرب ادب کریں	مضراب سحر جاتی ہو جادہ ہمار کے

آئی نہ میری شکل کی چھاؤں بجلی یکمین
 رنج فشار اوٹھا کے جو پہلا نہیں بدل
 کر لے نشان پاک کسی وضع کو پسند
 میری عدم کی شکل کے شاق ہیں لوگ
 کیونکہ بچپن میں عقربِ برو و مارِ زلف
 اندری پاس خاطرِ دل مردہ گانِ خاک
 یہ اپنا اپنا بخت پسینہ پر رشک کیا
 طولِ بل کی بات ہوئی کچھ جو گوشِ زو
 صیادِ قیصرِ ست بھی مین تو چھٹ گیا
 اہلِ غنا مرین تو سمجھ یہ بھی مکر ہے
 آیا ہوں طی ارضِ جہان کر کے تاح

نقشے ہوئے لاکھ بنائے غبار کے
 چھاتی یہ بات رکھے ہیں تحسار کے
 نقشے زمین دکھاتی ہو تجکو مزار کے
 پردہ اولٹ دیے ہیں ہوا غبار کے
 آفت ہیں نیشِ سرمہ و بنالہ دار کے
 پانی پیاز مین نے تو مدفنِ واپس کے
 دھوئی وہ پاؤں سرمہ و بنالہ دار کے
 زخمِ ہٹ آئے چوم قدمو نکوتار کے
 اب کیا تو دیکھتا ہو قفس کو اتار کے
 دم ہے سقوطِ بنفج بھی تین تار کے
 کہتے ہیں بچ و خم مرثی غبار کے

کیوں آفتاب حشر سی انگین سب پناہ
 ہمتو میں بی نصیب نیہ پیا کرے
 آفت ہو کر ہے بلشارون میں انگلیان
 بیدار وحیف ہو اونیں ہو بکین
 ذی ہمتو فشار میں اب جی نہ ہارنا
 اس صحن میں تو در وہی تہمتا ہجر کا
 یوں چھوڑ کر گیا ہے فشار مجھے
 آنسو زمین پی کے مجھے رہی ہو تندر
 سب ملکہ دفن خاک کے پٹلوں کا دیکھ لین
 مجرم چکر بنجر تو مرسل یہ بول دٹھے
 ناجنن بھی قریب میں ہیں بھی مستعد

پھنیکا تھامین نے زخم سے پھاہا اوتار کے
 دھو دھو کے پاؤں سر نہ نہا لار کے
 گھر کر لیا ہے دل میں جو مضرب ہمار کے
 گر کھائے نشتر و نگو و گل و ن ہمار کے
 کھلتے ہیں کوئیدم میں شکنجہ مزار کے
 کیا کر دیا یہ دل کو لہر پر پکار کے
 سر پاننتی ہو پاؤں سر ہمار کے
 یہ کون رو رہا ہے سر ہمار کے
 خشکی میں ڈوبتے ہیں غین و غبار کے
 ہنم بھی گناہگار ہیں پروردگار کے
 تم ہی سد ہار و لوگ بھی عاین مزار کے

غزل ۳۴

ماہر کو صورِ شکر کی بھی کچھ خبر نہو
سوئے دین گریہ دوڑنے والے ہزار کے

شعر

تصورِ نیم رخ کی طرح ناتوان ہے
صیاد کچھ تو اہلِ قفس کا نشان رہے
لو کیوں ہلی نہ شمع جو محو بیان ہے
گھر میں بچے کیسے تو دل میں بیان ہے
ویدین ہی سمجھ کے مری دل کو دلربا
جاتا ہوں باغبان کیلئے قفس میں تین
اتنا بھی تو کھلا نہ ہمیں بسترِ تار میں
ہو نہیں ہوا منزوی خانہ جباب
اسی قبرِ سطر سے لگایا تہا یہ گلے

ہے کون کون نصیبِ بے یون نہ بیان ہے
ہم ہوں ہنوں چمن میں گریں آشیان ہے
دل میں لگی ہو آگ تو کیوں نکڑا ہے
دیکھو خدا کی شان کہاں تھی کہاں ہے
پیرِ بن گرتو در دہار کہاں ہے
تنگایاں ہی تو مرا آشیان ہے
پروردگار اے کہاں سے کہاں ہے
گر میں ہوں کینوں نہ دم بھر کا ہے
نہ مغر ہی رہا نہ مری استخوان ہے

پس تھابگناہستایا تھابخط	سر پر نہ آسمان کے بھی کیوں آسمان ہے
کچھ ہمیں مرٹوں کا ہے زندہ تھی سی نام	تاشترے لحد تیرا نام نشان ہے
انکار میر گھر سے فقط اس کا ہے سب	دلین اگر ہے تو مر جان کمان ہے
کتا ہے اس کے زور میں یہ دو دل مرا	یامین ہوں میں یہ یا آسمان ہے
آتی ہی یہ شے ہوئی کئی قبر سے صدا	دنیا میں ہم نمون مگر اپنا نشان ہے
کیا یوں مر گئے تھے جو امان عشق باز	دم توڑ نیکے خاکہ برون نشان ہے
ہم اپنی راہ آئے تھے جاتے ہیں اپنی راہ	دنیا ہے زمین ہے آسمان ہے

غزل ۱۳	دُورِ جگر سے آج ہے ماہر مقابلہ
	پشتی پر آسمان کی نہ کیوں آسمان ہے
	شعر ۳۳

چھلکا کے جام پس ساقی جو ہٹ گئے	مستوں کے قلب صبرت انگور چھٹ گئے
اتنا ہوا حضور کے رتبے نہ گھٹ گئے	دل دل لگیا جو گلے سے لپٹ گئے

بیزنگ طبع ہو گئی بستر سے اُٹ گئی
 سچ ہے مقام رنج ہی فلین وہ کٹ گئی
 وہ اک داسکما کے صبا کو جو ہٹ گئی
 نام اونکا پنکھڑی ہوا رتبے بھی گٹ گئی
 یہ کیسی پیار ہاتھ لگا کر وہ ہٹ گئی
 جو بن جو دیدنی تھا جو انان باغ کا
 تنگی خامہ باغِ جہان جمہیہ گلی
 ممنون انقلاب ہوں تیرا فلک یکین ان
 دفتر گنہ کا دیکھ کے کی وہ لمحہ میں آہ
 پھوٹے پھوٹے کب کر کیمت شراب میں
 کچھ بھی ہو اعتبار اتنا سے مزاج کا

گل جب ہنسی ہنسی میں نہ پست گئی
 بھوکوں پھول غریبہ اونکی پست گئی
 غنچوں کے دل گلوں کے کلیجے اولٹ گئی
 گل و نکاح حسن کے دل میں یک گئی
 پچھا ہوں زخم زخم سی پچھا پست گئی
 گل کی مجلس کے بھی پردی اولٹ گئی
 بوکے بھی پاؤں پہلی جہتی پست گئی
 اونے ہوئے نصیب میدان اولٹ گئی
 نخل و رق زمین کے طبقے اولٹ گئی
 ہمیش میں آفتاب کی نگور پست گئی
 آئے توبے بلائے بلایا تو ہٹ گئی

بیچ بنے تقاضا سب کا بھائی آفت ہی قریب ہے
 ہنگام نزع الگ ہی جب یاد قبر تنگ
 کہیں ہی پار سب یہاں تک کے رنگ ہیں
 دشمن کی دشمنی سی یو نہیں تخت ہے تو
 اہل ریاقت سی نہ لڑا کیوں سہل جان
 متیاد ایک نوع کی پرواز یہ بھی سچی
 دل دیکھے بوسہ پاؤں تو کیوں کر نہ خوش چین
 کیا شئی دقت بد ہو کہ سمجھا اوس کی لطیف
 مجرم وہ ٹٹا ہوئی جو حرمی حشر میں پکار
 کیوں سخت جان بھی در فلکین نہ زار ہو
 دنیا کی نفرتوں سی بڑھی درد اور بھی

بو کی طرح جس سے ملے وہ پیٹ گئے
 پھیلے ہو جو پاؤں مر تھے سمٹ گئے
 قینچی جو باغبان کی چلی پھول کٹ گئے
 جیسے اوٹا کے زخم تر نخل چھپ گئے
 دھقانے پاؤں کھیت سے کس نور ہٹ گئے
 ٹکڑے اوٹے قفس کے مرے چڑکے گئے
 سودا بکا تو دام بھی بائع کی بست گئے
 شعلے سقر کے مجھ سے جو بڑ بکر لپٹ گئے
 حیرم جتنی تھی مری پہلو سی ہٹ گئے
 جب چرخ چڑھے تو نگینے بھی کٹ گئے
 دل بیگیا تو زخم کے انگور پھٹ گئے

تلوار رنہز نوٹے اوٹھی اونپہ کس طرح
 سوتی دین اک نہ اک کی ہم آغوش رہے
 جو نیک تھے جس کے مجمع میں وہ ٹکے
 ناحق کی چھڑیں لائی گئی نگا یکدن حضور
 بوس و کنار ٹیلن گل دیکھتے ہو کیا
 لیجاؤ نار میں بھی نہ ناغل حشر میں
 کہتے تھے بلبلوئی کہ نالے کرو نہ یون
 غنچوں نے سوز بانو نہ بدلی نہ اپنی بات
 کیونکر مری دکھوں نے دکھائی جانی دل
 دیکھا نہ جانے کیا گل ٹیل میں صبح دم
 سینہ پہ یو تو لطف باد کیے ضمین

ستر ہی سی غریب مسافر جو کسٹے
 اوتری قبا تو پھول بدن سے لپٹے
 اہل گنہ کو جس نے ہٹایا یہ ہٹے
 غنچوں کے دل نسیم سی خر کو پھٹے
 تم تھوڑی ہو گئے جو لگایا تو ہٹے
 سر کو جہکا کے آپ گنہگار ہٹے
 پردہ گلونے گوش کے آکھٹے
 اک آپ ہیں بات گئی در پٹے
 اللہ میری درد زمانے پہ ہٹے
 طائر تک اپنی اپنی زمین ہٹے
 مشتاق دل پہ آج بیا تو ہٹے

سوغین وہاں جو بال کمری لپٹ گئے	بیان نصف رات اک گرہ سخت ہو گئی
پردے سے جو بھڑکے ہوئے بیٹھے تھوڑے گئے	سچ ہے پناہ مانگی ترسی نگاہ سے
اب کیا ہے دہنہ باین کے بھی لوگ ہٹ گئے	ای عیب پوش شرم بھی ہو کوئی حکم
جام گلی سی جب لب نازک لپٹ گئے	اوسوقت میری خاک پریشان رو دیا
لشکر ہزارا اسی حسرت میں کٹ گئے	شاید ہوں میرے قلب کے ٹکڑوں سے ہم عدد
پرچھائیں کو جو دیکھے پردہ میں ہٹ گئے	طالب ہم اونکے وصل کے ہیں اور نصیب
بجہرم مجرمون کی کمر سے لپٹ گئے	جب رنگ عفو شرمین چہرہ نہ آ گیا

غزل ۳۸۵	ماہر غزل نہ لکھے یہ ستا ہر اک سی کون	شعر
	خامے سے بھی یہ کم تھے جو میدان ہٹ گئے	

دلونکا درد نہ کس طرح ہو یا نکلے	زبان مگر کے لپی ہی مزار بآ کے
فروع شمع کیوں ہو مریا نئے	گھلا ہوں ستر قدم تک فقط زبان کے

جہان کے عیش کیون غم ہوں اک جہاں کیلئے
 یہ حد تھی میر پڑنے کی بوستان کے لیے
 یہ کم تھی بات تنگدلی سوز جان کے لیے
 پھٹک پھٹک کی باغین بوستان کے لیے
 نصیب وختہ وہ ہوں کہ وہ بھی ق بنی
 فلک میں برق کی گرینگی رمز کو سمجھا
 سب سے کثرت فلک کا مری عمر قریزی
 اوسیکو ہوسید کیا اوڑھتی آنکھوں کے
 چھپاؤ لاکھ یہ کہتی ہے نقل باتوں کی
 خدا کی شان کہ ہوں میر عکس انجھوم
 میں اس فاسی ہو گا لہجہ میں اور فنا

کہ دور دور رہے گردش ہوا آسمان کے لیے
 تھس کی تیلیاں لا باہوں شیاں کے لیے
 زبان شمع ہو گلگیر کے بان کے لیے
 کہ تھس تھس کا بھی کھنی لگا فنا کے لیے
 جولاؤں خلی تہی آئین شیاں کے لیے
 تلاش تہی مجھی جگنو کی آشیان کے لیے
 یہی شراب تھی مینا آسمان کے لیے
 جہان میں تنکا جنی تھی آس شیاں کے لیے
 زبان نبی تھی تمہاری مری دہا کے لیے
 مجھے جو دے وہی ہو نج آسمان کے لیے
 نشان کیوں ٹپے جاتے ہیں فنا کے لیے

ہے ایک نکل عمل باغ بھریں ہے جسکا
 شکر و ستم ایجادیان چلی جائیں
 دکھا جو قلب تویسیا دے کہا کبخت
 جگہ چھوٹ نکلنے دے نام کو اپنے
 او نہیں میں حج جوانی ہوئی عالم کی
 اوسی سنی نام ستمگر ہوا ہی گردون کا
 لکھا ہوا میری قسمت کا صاف کتاب ہے
 نہ ساتھ دین مرا صیاد گر تو کیا ہوگا
 دنی سی بعد بہتر ہے گو عروج ہو خاک
 نہیں مجھی کو تلاش مسافر ان عدم
 اوسی سی گھل گیا حال قفس مرا سارا

ہم ایک تھے کہ ملی جانہ اشیاں کیے
 نہ اوٹھ رہے کوئی بیدار آسمان کے لیے
 اوٹھا رکھا تھا یہ در آجکی فغا کے لیے
 سکون مضر نہیں چلتی ہوئی کان کے لیے
 شباب جھوٹ گیا سب کو اک جان کے لیے
 جھا جو چھوڑ دی تھی تہنی آسمان کے لیے
 حسین بنی تھی تری سنگِ شان کے لیے
 ہزار ہر قفس بیٹھی ہر فغان کے لیے
 زمین پست ہوئی فرق آسمان کے لیے
 ہوا بھی خاک وڑاتی چروا کے لیے
 پر و نہیں تیلیاں اکی تہی جھنشان کے لیے

ہمارے سایہ کی بھی رخِ سلطنت کا کیا	ہمازمین پر گرے چند استخوان کے لئے
زبانِ بغیر جو خوش ہوئے کون ہیں کج موج	زبانِ کپڑا تپاؤ نہیں بان کے لئے
شبِ فراق میں تو نگاہِ مکشاک کی طرح	کمر کرسی ہے جو گردِ دلِ امتحان کے لئے
تفسیقِ ہاتھ رکھنے بیٹھے ہیں کسی صیاد	پھر کدواؤں میں سطرِ بستان کے لئے
چمن چھپا بھی تو کب مجھ سے دلاستِ دل	کھلا تھا منہ بھی پورا اچھی غنائ کے لئے

غزل ۳۹	قلم کو کیونش میں ہمدرد مجھوں کا مہر	شعر ۳۶
	نگار دل ہو مرا بھی تو ہیں زبان کے لیو	

صاحبِ کمال بھی تو گر نہ یوہن ہے	خاتم کے کیونش شکِ بگمگین ہے
چند ہمیں خاک ہو کے نہ زیرِ زمین ہے	پروردگار ہم نہ ہمیں بناوہن ہے
نامی بھی نامیوں کے مقابلِ یوہن ہے	جیسی گمگین سی کلمہ بکلمہ گمگین رہے
ترتیبیں ہم کہیں ہم عصا کہیں ہے	یہاں سے تو پھیل پھیل کے زیرِ زمین ہے

ہم کیا عجب جو غیر کے غم میں خیرین ہے
 جو جگہ جو پسینہ تو او کی دہن ہے
 اگر بندگی نہ عادت اہل کمال ہو
 پامالیو نکا غل ہے ہوا بر خلاف ہے
 ادا فقیر او سکے ہیں یہ ہو ہمارا حال
 زخم جگر او ٹھاکے جو پیدا کیا تھا نام
 اہل جہاد سی تو نہا حال بحر سب
 مانند شمع ہے وہ کلائی ضیا فلک
 نازک گلی میں دیون نظر آتا ہے نگین
 حکم تبارا یکی یہ آیا ہے باغ میں
 کیا نامیو کی قدر ہو اہل نزم و ۱۰

دیکھتا ہے دل ہی درو بخین کہیں ہے
 میں ہوں کہ میں کہیں ہیں دل کہیں ہے
 کاغذ پہ کیوں نگین کا نشان حسین ہے
 کیونکر غبارِ جم کے جہان میں کہیں ہے
 شہر و زمین کہ ہے کہیں صحرائیں ہے
 خاتم کے سر کا تاج جہان میں نگین ہے
 وہ کیا کے جو موج کا کشتی نشین ہے
 روشن کیوں کنول کی طرح آستین ہے
 شیشے میں جہلج کے سے آتشیں ہے
 ہو گل کی رگ نئی جو کاٹا کہیں ہے
 بیرون حدِ مطلقہ خاتم نگین ہے

ایر دست تیری دید کی حسرت کا اس طرح
 آخر زمین پہ لائی ڈبو کر ہوائی دل
 صلیق مکان میں وضع کو چھوڑیں اہل نام
 گشتہ اہل نام ہے یوہن دہر میں
 گزرا ہے دلین بوکطرح سی خیال زلف
 شیشہ جیسے بن تو جلے دل مری طرح
 چھوڑیں مکان تنگ نہ صاحبان نام
 بھونکا تا کچھ ہوتا جابون کے کانہیں
 اوس دل کے ڈونہ کو نہ پوچھو کہ پہلے ہن بحر
 ہم بکیون کی ناؤ ڈوبو نیسے جیسے ملا
 اک تھی ہوا کہ خاک اوڑا کر چلی گئی

میں بھی وٹھون جو بیچ میں پر کہیں سے
 کیون انا شوق بر میں سفینہ نشین ہے
 تنگی اوٹھائے گھر کے نہ باہر نگین ہے
 گردش نصیب ہاتھ میں ہے نگین ہے
 کیونکر نہ کو چہ رگ جان عنبر میں ہے
 آنکھوں میں یہ ہو تو جگر آتشیں ہے
 تنکا کیا یہ حال کہ تحنہ نگین ہے
 دریا بھی کیون موج سی پین جین ہے
 موجِ دوداہ کا کشتی نشین ہے
 خود بھی تباہ موجِ دریا چین ہے
 اک میں کہ ہوں طیان تو نہ باقی زمین ہے

نام میں اختیار میں تیری محال ہے	اتنا سمجھ لے ہاتھ کے باہر نگین ہے
سے سے فقیر گھر کا نشان کیا کیا دین	سایہ کی طرح گاہ کہیں کہیں ہے
یہ کہنے خاک ڈرا ہے ہر چہ بیان قبر	یا ہم ٹپ ٹپ کے رہیں یا زمین ہے
کیوں میری سب سے کرین ہما جان نام	شاہوں کے بجلی تو منہ کو سپر انگین رہے
نہ ہو تکلفات نہ بد مزاج نام	چنواؤ یوں نہ تم نہ چڑھی آستین ہے
کہتے تھے بی دہانہ کو زیبا نہیں غور	لو خوش ہو تم ہی بات کے قابل نہیں ہے
قابل سمجھ کے ہاتھ کو کوئی نہ تھام لے	دیکھو مری لمبوس الگ سہستین ہے
ای عشق کے فرے جگر اس شے سے دکھا	دلین جو درد وہ دہن کا وہین ہے
نکلے تاش رزق کو آخر غمور بھی	اللہ کے فقیر جان بھی وہین ہے

شعر

ماہر کو قدر در دہن اشک بھی عزیز
تار اصدف کی آنکھ کا دُرِ شین ہے

غزل

تمہاری بروئی پر سوسا ہی تکر بھی	یہ وہ ہے تیغ کہ خنجر ہن جکی چو ہر بھی
روان ہی عمر کے ہمراہ قلبِ منتظر بھی	سفر میں پی ہی سفینہ پڑا لنگر بھی
خوشامرض کہ عیادت کو آئے دلبر بھی	پھر ایہ سر کہ مرا پھر گیا مقدر بھی
دکھایہ جذب تو ای حلق خشک تر بھی	سمٹ کے بوند ہو پانی کی آبِ خنجر بھی
جنا جھاپہ ہو بٹھڑے نہ ہاتھ دم بھر بھی	مہارا نام ہے سفاک بھی ستکر بھی
بڑا پے مینِ بشر کا ہو کیون نہ الِ بصر	سحر کو ہوتی ہونے نور چشمِ اختر بھی
جوابِ دون تجھی عیسیٰ بنِ بھیر من کیا	کہنہ کی طیر حس گھیرے ہن اہلِ محشر بھی
جنو کا خون بھی فضا دکھا ڈرانا تھا	کہ میں بے غیش میں ہوں بیدمِ نشتر بھی
لگی تھی جان مری جسطرے خنجر میں	گرا نہ پیاس میں پانی پہ یون کہوتر بھی
لفافہ کے کے میں قاصد کو خطِ ندون کیونکر	کہ ہے نظریں گرہ بازی کہوتر بھی
ہمارے خون ہی تھی تو او نہیں جانِ ٹپری	کہ مثلِ پشہ اوڑیں نشتر و نکے جو ہر بھی

نہ کم سنی میں وہیں کس طرح شش آجاتا
 نہ بعد ذبح مری ہوگا اک اونیس کو پال
 جنوں کیوں ہو مجھی انتظار قاصد میں
 علاوہ اونکی ادا کے مجھے یہ رو نہ ہے
 مری نہ ہوش کے اڑنیکی حد کو پہنچیں گے
 وہ مجھے کہ جو کہیں عیب شیان تیری
 کسی کی نیند کا کیا ہے فقط جگر کو خیال
 جنو نہیں کیوں مرفصاد کے نہ ہوں اورین
 تمہاری گیسو وہیں جادو لایں پھنسا
 سبب یہ تھا کہ لہو دوڑ کر خبر لایا
 ہو ایک حال تو آنسو وہ پوچھیں امن سے

لہو کو دیکھ کے اولٹا پڑا ہی نشتر بھی
 کر گیا ایک لہو پانی اپنا خنجر بھی
 جو خط کو کھو میں تو تنکی چین کہو تر بھی
 کر گیا ذبح مجھی منہ پھر کے خنجر بھی
 زمین سی وٹھک فلک بند ہو کتو بھی
 کھڑا ہونین بھی تر آگے اہل نشتر بھی
 ٹھہر ٹھہر کتے ٹپتا ہے قلب مضطرب بھی
 رگوں کو دیکھ کے کچھ ہو گیا ہے نشتر بھی
 نہ کھائی ٹھوکرین ظلمت کی اب سک نہ بھی
 جگر بھی ڈھونڈ رہا تھا تاکہ قلب مضطرب بھی
 ہمارے اٹاک تو قطرہ بھی بن سمندر بھی

اے کیے بوسے سنی کام دل چاہی نصیب

یہ کیا مری غل و زنجیر نے کہا یارب

تمہاری بوبدان نہ کیوں ہو نہیں بخود

چلو نہ تم نے لیا ہوگا کھوئی دل کو مرے

قرب تمہاری حرمت اگر نہ کام آئے

مری حساب میں سختی جو پیش آئی ہے

یہ سر کا حال ہی ہر بند میں شب وصل

یوہن رہنگی دھمکتی کریں اسی فساد

یہ کیا وہ ہاتھ کو رکھ چلے گئے تھو جہان

فساد کر کے الگ ہو گئی جوان کی مرزہ

ہماری ہجر کی سانسو نکا ہے اثر سارا

لپٹ گیا لب نازک سی جسکے ساغر بھی

کہ ہٹ کھڑی ہو گئی بھلی اہل عشر بھی

لپٹ گیا ہے خود اپنی ڈا آپ بستر بھی

یوہن تانا نام فقط دلربا بھی دلبر بھی

پھٹک پڑے ہوں شفیعاں فخر عشر بھی

کھڑے ہیں سر کو جگائی سب اہل عشر بھی

اے یہ کیا کہ جھپکتی ہی چشم اختر بھی

ترک کی طرح الگ جا پڑیگا نشتر بھی

اوسی جگہ پہ پڑتا ہے قلب مضطرب بھی

کھٹک گئے مری بگڑی لہوئی شتر بھی

کرے رات کو کیوں سائیں سائیں صرصر بھی

زمین آپ کے تو پانی ہو گیا ہن پتھر بھی	منگر دیکھے شاکی ہوں آسمان کا میں کیا
اولجہ ہے میں ہم خجرونگی جو ہر بھی	ہمارے قتل کی اک بحث قاتلوں میں نہیں
لہو کی بوند بھی کہتی تھے قلب مضطر بھی	پکاروں کھوئی ہو دل کس لقب سے ایسے
لہو بھی آگ ہے کوئے ہا ہے نشتر بھی	ہماری سوز درون دم جنوں کیال
کہ دم بخود ہن شفیعاں روزِ محشر بھی	جواب کس ہی پرسش گنہ پوچھوں
جگر کی آڑ میں روتا ہے قلب مضطر بھی	ردا کوڑک کے کرتے ہن محسوساتِ خوب

۵۲ شعر	فسادِ خون سی کرچہ عجب بنینِ ماہر رگوں کا نہ بھی کھلے اور زبانِ نشتر بھی	غزل ۲۱
-----------	--	--------

یہ حالِ شکِ دلِ حزین ہی شمولِ سی جوشِ بحرِ چین ہے
 ہماز بھی گر کوئی کہیں ہے صدق کی مانند تہ نشین ہے
 جگر جلا مجسا بھی کہیں ہے دھوانِ غبارِ کدِ نشین ہے

سیکویہ سوزِ دل کہین ہی کہ ساری کٹی ہوئی زمین ہے

تجھ جو سوزِ دلِ حزمین ہے تو حاجتِ شمع بھی نہیں ہے

یہ جلوہ داغِ آتشین ہے چراغِ گھر کا جو خود نگین ہے

مالِ مینِ خوش کوئی کہین کہ ہی سنگ بھی مہم بخود بین ہے

بگر خراشی سی یہ حزمین ہے حیین پہ ڈالے شکن نگین ہے

عبثِ جان میرا عیب مین ہے جو وصف ہی عورتِ نگین ہے

مٹانا آسان مرا نہیں ہے کہ نامِ عین خطِ حسین ہے

فلکِ کارِ گِرمین ہر کہن ہی جو داغِ بنیلمی نگین ہے

ہماری ہمت کو آفرین ہے ہزار ہین مارا کہ آستین ہے

فراق کی تاب ہی نہیں ہی مالِ اس حُسن کا کہین ہے

مرا جو لختِ دلِ حزمین ہی وہ ایک تر شا ہوا نگین ہے

نشانِ نسان ہوس نہیں ہی کہ کثرتِ خست پر حزن ہے
 ہزارِ فغی کو آفرین ہے وہی جامہ جو آستین ہے
 فلک کے ہاتھوں کمان مکین ہے ہزار نامی کو آفرین ہے
 یہ تنگی خانہ نگین ہے کہ جبین ہلنے کی بانسین ہے
 عجیبِ منفِ دلِ حزن ہی تباؤن کیونکر کٹاک میں ہے
 اس قدر بس مجھے یقین ہے تمام سینے میں ہاں کہیں ہے
 طلب میں دنیا کی کیوں حزن ہے اے بڑی شی کوئی نہیں ہے
 سمجھ لے اتنی یہ سب زمین ہی خسرو دن کے تہہ نگین ہے
 کہوں یہ میں کیوں کہ ہی نہیں ہی سمجھ لو تم خود اگر کہیں ہے
 یہی نشانِ دلِ حزن ہی تھے جہاں ہاتھ دل و ہین ہے
 نہ جانیں کیوں گم دلِ حزن ہی کوئی تو یہاں غیر بھی نہیں ہے

لیا ہے جس نے مجھے یقین ہے ابھی کیا ہے یہیں کہیں ہے

اوسیکے مین عیب بھی ہویدا کرے جو دنیا میں نام پیدا

اوسی پہن جو ہری بھی شیدا جہان میں جو ساؤدہ نگین ہے

محیط عام ہی فقر و نیاز کھول تو نامیوں کا پردہ

پے لگا دئی جو تاپا لا وہی تہہ دا من نگین ہے

بہت نام کا تو خواہاں کہ جس قدر رہی ہی ہے ایمان

خیال اصلاح اوسپہ نادان جو خط پیشانی نگین ہے

عجب طریقے جہان میں پائے کہ نام کے ذکر کچھ نہ آئے

جسے کہ خاتم نہ سر چڑھائے وہ دل سی و ترا ہو نگین ہے

جو تو ہو کب ہنر پر شیدا کمال تجہ میں بھی ہون ہویدا

کیا ہے اس طرح نام پیدا کہ خون غم سی دل نگین ہے

نہ جانیں کیسی ہی رسم عالم وہ کم ہے جسکے قیچہ روان کم
 بٹھائے جسکو نہ سر پہ خاتم گراہو ادل ہی دنگین ہے

وہ دل میدون کا تھا جو مسکن ہی ہے اب حسرتوں کا مدفن
 کبھی تو تھا مثل لعل روشن وہی دل اب ترقی نگین ہے
 فلک نے اتنے تو غم دکھائے کمال ذاتی میں جرت آئے

جو چاہے باتیں بھی اب سنائے کہ دلوں پر کیے نگین ہے

ہماری مردہ دلی کی چھیم صدایہ ہے نامیونگو ہر دم
 کوئی تو ہے دفن قبر خاتم کہ جبکا سنگ لہنگین ہے

عجب ہیں بیدر اہل عالم جنہیں نہیں نامیونگا غبی
 جسے سمجھتے ہیں غلط خاتم وہ حوض خون دل نگین ہے

وہ دل جو زندہ ہی لاش بھی ہی صحیح پکٹی نشانی بھی ہے

اوس کی بجائے تلاش ہی ہی کہی جوتا اور اب نہیں ہے

عبث ہے ذکر اب کسی حسین کا کہ پیری آئی شباب گزرا

علاقہ ناز و اداسے اب کیا وہ میں نہیں ہوں وہ دل نہیں ہے

جب اپنے پلو میں ہی پایا ہر ایک کو پے میں جا کے ڈھونڈا

کسین تپا اوس دل خیرین کا تمہاری سر کی قسم نہیں ہے

نہ اب ہے فکر وصال دل میں اب ہی کوئی خیال دل میں

یہ ہے عجم مال دل میں کہ درد کی بھی جگہ نہیں ہے

کہان یہ سوز و گداز دنیا کہان وہ اک رات بھر کا جلوا

ہی حسین پر تو ہماری دل کا چراغ و کھشتا ہی نہیں ہے

ہماری میت جو یوہن رکھی نہیں فلک سے جگہ گلے کی

جسے چھتین دیکھی ہوں مٹی لحد کی حاجت اوسی نہیں ہے

اہمان ہیں کیون ہوں نہ میں خطر میں کی ہی دوات و قلم نظر میں
 قدم تو رکھا ہے میں نے گھر میں سفر کا ہنگام بھی قرین ہے
 ستا کسی کو نہ پا کے نے بس دبے نہ کیونکر غریب بکیں
 مجھتو او نعمتِ سخن رس کہ ڈر سے سمٹی خود آستین ہے
 یہ میرے زور و تکی غم سے ہیں کہ کوہ آگے سے تل ہی ہیں
 جتوں وہ بات اپنے اثر سے ہیں کہ غار بکاغذ آستین ہے
 کیا تھا جب میں نے دل کو خست کچھ ایسی ہی سنی کی تھی حالت
 جدا ہوئے گو ہوئی مذت نشان مگر کچھ کہیں کہیں ہے
 وہ دل کہ جسکے غضب تھے لپکے جگر میں وہ رہ گیا ہے ہنپکے
 جو توڑے پہلو تڑپ تڑپ کے وہی دل اب بینی میں کہیں ہے
 خبر ملی ہی ابھی جگر سے مرا مسافر پھر اس سفر سے

نکل کھڑا ہوں نہ کیوں میں گھر سی سُنائے دل راہ میں کہیں ہے

آخر میں ساکن ہیں کون بولے کہو یہ شبنم سی تو بھی رولے

اندھیرا پھر تباہ ہے سر کو کھولے مکان جو چھوڑی ہو کیس ہے

نہیں نہیں ہیں جو رہنے والے حقیقتیں تو بھی ہیں دل سنبھالے

فلک کے دورے جو ہیں نرالے مکان اپنا ہی خود مکیں ہے

مے نہ جب چین سر ہی دینکے تو کیوں نہ رہاؤں بکی سُنکے

سُنا یہ پناہ جو رخت خنکے چڑھی ہوئی کپہ استین ہے

یکہتی ہے جلد دستِ منعم دانا اور دن کا جب ہی لازم

چڑھا اوسے بھی کبھی تو ظالم جو رختِ اصلی کی آستین ہے

نہ سوز دل کی وہ سوزِ شین میں غم کی وہ کاوشین میں

نہ اب گریبان کی خواہشیں ہیں نہ فکرِ دامن و آستین ہے

عروق پیری مین جو عیان مین اونھیں مین دنیا کے سم نمان مین
 کمان یہ ہاتھوں کی جھڑیان مین ہزار مین مارا آستین ہے
 جنوں نے سوائی اس قدر کی نہ آبرو بھی کسین کی رکھی
 بندھی جو ہے بعدِ فصد پٹی مجھے وہی مارا آستین ہے
 ارے غضب کپڑا رہا ہے سمجھتو کواستار ہے
 جو تو بے کو دبار رہا ہے چڑھا ہے تیوری خود آستین ہے
 جناب سے دل جو ہوں وہ ٹوٹیں یہ تاب ہما کمان جو دیکھیں
 کرین جابو نیہ ظلم موجبین ہاری آنکھوں پہ آستین ہے
 نئی جود و ران مہر و مہ ہوں گئے ہوں صد ملال گہ ہوں
 کہ دو تین کیوں نہ تہہ بہ تہہ ہوں زمین ہی تو تہہ زمین ہے
 عبث سب ارمان بھی نکالے عبث بیابان بھی چھان ڈالے

پڑا ہوں منہ جس نعلینِ ڈالے اوسے طرفِ دلِ حزمین ہے

فشاریوں مجاؤ ہو چکا ہے نخلِ کلگریہ دم رکا ہے

کہیں ہی سنگِ لحد چکا ہے کہیں ہے ادبجری ہوئی زمین ہے

نہ دید کیوں مر کے اونکی چاہیں ہیں لاکھ پیدائش کی راہیں

کبھی جو نکلی تھیں ترچھی آہیں لحد سی تاخا نہ شقِ زمین ہے

گھر و زمین جب جا کے ہم پکائے کہا خموشی نے سب سدھارے

جھکے ستونِ نی کیئی اٹا سے مکیں ہمارا اتہ زمین ہے

فشار کیا یوں ہیہ سگیا ہوں نجائے کیا منہ سے کہگیا ہوں

ترپ ترپ کر جو رہ گیا ہوں تمام کبھی ہوئی زمین ہے

وہ دل ہی شعلہ کل رہا ہی لحد کا شپہ چل رہا ہے

اگے آگے رہا ہے تمام تر ترقی ہوئی زمین ہے

یہ کون ہاتھوں سے مل رہا ہے جگر کا تو دم نکل رہا ہے

چراغ کی طرح جل رہا ہے بجھے ہوئے دل کو آفرین ہے

جنو و عصیان ہیں مجھ کو گھیرے کریم رحمت تو منہ نہ بھیس کر

لحد میں اک پسینے کو میرے ہمانی سٹھی ہوئی زمین ہے

اثر جوالفت کے ہیں زلزلے لحد پہ کہتے ہیں دل سنبھالے

کوئی نہ بیان ہی بولے چالے کہ تربت ماہر خرب ہے

قطعات پنج جناب مولوی سید علی صاحب قلیہ متخلص بہ کامل ظلیہ

آپ ہیں ہر حلقہ اہل سخن قیل و قال

عقل کل کا نطق اس مشق و مہار پر ہلال

بندر کرنا بحر کا کوزہ میں ہی امر محال

شوخیان مکی وہ جسے خجل چشم خزال

حضر ماہر چہر فیض و ریائی کرم

آپ کی تعریف میں ہم ناقصو کا ذکر کیا

کون لکھ سکتا ہوا سبحان عالی کی ثنا

وہ صفا بندش میں جس آب گو شہر ہزار

حق اگر پوچھیں سی کا نام ہی سحر حلال

آپ کا ایسا بلیغ نکتہ دان نازک خیال

مرح میں بساختہ دشمن کج کھل تہ لب

سز زمین ہند پر ایک نہیں پٹنڈا

دستخط

سال تدریس سن ۱۳۱۳ ہجری کی کمال رقم

اسمان سکر ماہر نور پروین کمال

بخط خام نبدہ اتم محمد تقی خورشید رقم



اعلان

محرم پر تکیں پڑھا ہر ہو کہ دیوان عدیم المثل مسعود خزانہ خیال کہ حق تعالیٰ اسکا مصنف نازک خیال رنگ فرمائے
خاقانی و انوری جناب سب طلب علی القاب فیاض زمان حاتم دوران جناب مولوی سید محمد حسین صاحب
مخلص بہ ماہر لکھنؤ دام اقبالہ و ضاعت اہلالہ نے اپنی دریا دلی سے اس ذرہ بمقدار کو معاف فرمایا ہے لہذا
تاجران و اہل مطالعہ و اہل شہر و دیہات بدون اجازت حقیر قصد طبع نہ فرمائیں عوض نفع کے نقصان نہ اٹھائیں
کیونکہ حسب قانون ایکٹ (۲۵) س ۱۸۶۷ عیسوی یہ دیوان داخل جیٹر سرکار گورنمنٹ ہو گیا ہے۔

قیمت فی نسخہ بدون محصول اہل شہر کو ایک روپیہ ۴ آنہ اور دیہات مع محصول و دہلہ و دور و پیہ۔

(نوٹس) جس نسخہ پر جیٹر و دستخط حقیر پسیا ہی خام نو وہ ال سرود ہے نہ خریدیں۔

دار و غہ سید محمد ساکن لکھنؤ جوہری محلہ نمبر ۴۲ مکان یکم شیخ علی محمد صاحب دار و غہ سرکار شریعت دار جناب

سید محمد حسین صاحب قلعہ محمد انصاری علیہ السلام (نمبر مکان ۱۳۳) داخلہ منسب سر

اطلاع

ناظرین! ہمیں بڑا ہر سو کہ دیوان عدیم المثال شی بہ فیہ خیال کہ فی تصنیف اسکا مصنف
تاریک خیال رشک فراخ تانی فراموری جناب تطلب علی العباب فیاض زمان نام دوران جناب لوی
سید مہدی حسین صاحب متخلص بہ مآثر کلمہ ہوی دام اقبالہ وضاعت جلالہ کے پنی میاں
سے اس ذرہ سمیقدار گو سمان فرمایا ہے لہذا تاجران و اہل طالع و اہل شہر و میر و نجات بدون
ہجارت حقیر تصدیق نہ فرمائیں عوض لغف کے نقصان نہ و ضائیں۔ کیونکہ حسب قانون لکیت
(۲۵) حکم یہ دیوان داخل حشر سرکار گورنمنٹ ہو گیا ہے

قیمت فی نسخہ بدون محصول اہل شہر کو ایک روپیہ آٹھ آنہ (عبر) اور بیرون نجات مع محصول فریقہ
(عبار) اور جو فرمائش شہر لکھنؤ مطلوب ہوں طلب فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ کے عطا کیے جانگی
اور جو کتاب طبع فرمائے منظور حقیر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکی ہو اور جی طور طبع
کراؤ یا دیگی مگر شرط یہ ہے کہ اصل جو دائرہ کیرن ہ نسخہ جمع ہو کر لکھنؤ کے سرکار کے حشر سرکار
شعوی محراج المصانی میں معنفہ سید محمد اسماعیل حسین صاحب کے حشر سرکار
متخلص بہ نمیر کہ جسدین تاریخ ولادت و شہادت و معجزات معنفہ سید محمد
مقبول سے تاحضرت صاحب الامر علی اللہ ظہور منظوم ہے بھی موجود ہے اہل شہر کو
ایک روپیہ (عبر) اور بیرون نجات مع محصول و دیو ایک روپیہ چار آنہ (عبر)
نوٹس جس نسخہ پر شہر و دستخط خفیف بہ سیاہی قلم جو درجہ اولیٰ سر دفتر دیوین

رأی

دار و حق سید محمد سائن سہن جو ہری علی خان جو کمان شمشعی میاں
دار و حق سید محمد سائن سہن جو ہری علی خان جو کمان شمشعی میاں